مسلکِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوبات کی روشنی میں

تالیف لطیف

حضرت علامہ مولانا محمد سعید صاحب نقشبندی

خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش لاہور

ناشر

مکتبہ حامدیہ۔ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

مسلکِ امامِ ربانیؒ

مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی قدس سرہ

مکتوبات کی روشنی میں

تصنیفِ لطیف

حضرۃ مولانا علامہ محمد سعید احمد صاحب نقشبندی خطیب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ
لاہور

نام کتاب ــــــــــــــــ مسلکِ امامِ ربّانی
تصنیف ــــــــــــــــ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی
کتابت ــــــــــــــــ شاہ محمد قصوری غفرلہٗ
مطبع ــــــــــــــــ الکتاب پرنٹرز لاہور
ناشر ــــــــــــــــ محمد انوار الاسلام قادری
قیمت ــــــــــــــــ
تعداد ــــــــــــــــ ۱۱۰۰ (گیارہ صد)

ترتیبِ مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتسابِ کتاب	۶
۲	پیش لفظ (از اختر شاہجہانپوری)	۱۰
۳	عرضِ حال	۱۲۱
۴	وجہ تالیف	۱۲۴
۵	مختصر سوانح حضرتِ امامِ ربانی قدس سرہٗ	۱۳۷
۶	نسب شریف	〃
۷	ولادتِ باسعادت	۱۳۸
۸	تحصیلِ علوم	〃
۹	آگرہ کا سفر	۱۳۹
۱۰	سلوکِ طریقت	۱۴۱
۱۱	حضرتِ خواجہ باقی باللہ کے حضور میں	۱۴۲
۱۲	محبوب و مرادِ مرشد	۱۴۳
۱۳	مجدد الف ثانی	۱۴۴
۱۴	تجدیدی کارنامے	۱۴۷
۱۵	تصانیف	۱۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶	مقامِ مکتوبات	
۱۷	بعض خصائص و مراتب	۱۵۴
۱۸	کرامت	۱۵۶
۱۹	درستی عقائد	۱۵۹
۲۰	بدعقیدہ لوگوں کو دوست نہ بناؤ	
۲۱	محض علم ذریعہ ہدایت نہیں	۱۶۵
۲۲	اہلِ قبلہ سے مراد	۱۶۶
۲۳	مسئلہ نور و بشریت	۱۶۷
۲۴	وسیلہ و استمداد	۱۹۲
۲۵	مسئلہ علمِ غیب	۲۱۵
۲۶	تصرفاتِ کاملین	۲۲۸
۲۷	عظمتِ اولیاء کرام	۲۳۹
۲۸	محبت اولیاء اللہ	۲۵۰
۲۹	مسئلہ امکانِ کذب	۲۵۵
۳۰	ثبوتِ عرس	۲۶۱
۳۱	تصورِ شیخ	۲۸۱
۳۲	حیات انبیاء علیہم السلام بعد وصال	۲۸۸
۳۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسدِ اطہر کا سایہ نہیں تھا	۲۹۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۴	مجلسِ میلاد شریف	۲۹۸
۳۵	ایصالِ ثواب اور فاتحہ مروجہ	۳۰۳
۳۶	احادیثِ مبارکہ متعلقہ ایصالِ ثواب	۳۲۰
۳۷	مسلکِ فقہائے کرام	۳۲۴
۳۸	مسئلۂ بدعت	۳۲۶
۳۹	افضلیتِ شیخین رضی اللہ عنہما	۳۳۹
۴۰	حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ	۳۴۴
۴۱	خلاصۂ اقتباسات	۳۵۷
۴۲	فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم	۳۶۱
۴۳	اہلِ بیت کی شان میں چند احادیث	۳۷۳
۴۴	خلاصۂ اقتباسات	۳۷۸
۴۵	مقامِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۸۱
۴۶	ملک حسن علی شرقپوری کی "تعلیماتِ مجددیہ" پر تبصرہ	۳۹۰
۴۷	شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ	۴۱۸
۴۸	قطعہ تاریخِ طباعت از مولانا شریف احمد شرافت نوشاہی	۴۲۳

ھدیۂ درویش بے نوا

بارواحِ طیّبہ

عاشقِ یزدانی، شبیرِ ربّانی، قطب الاقطاب حضرت اعلیٰ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری

و

سراج السالکین شمس العارفین مرشدی حضرت سیّد نور الحسن شاہ صاحب بخاری

قدّس اللہ تعالیٰ سرّھما

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اُمیّد وار کرم

محمد سعید احمد عفی عنہ

مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فنا کا راز سمجھایا فنا فی اللہ فانی نے
دیا درسِ بقا، بامر باقی جاودانی نے
محمد مصطفےٰ کے دین کی تجدید فرمائی
کرم ملت پہ فرمایا مجدّد الف ثانی نے
جھکائی گردنِ میری وزیری و جہانگیری
فقیر با خدا کی سنت و توحید دانی نے

(مسلم)

طریقِ نقشبندی میں فیوضِ خواجہ باقی سے
بنا ہے سینہ گنجینہ مجددؒ الف ثانی سے

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

پیشِ لفظ

مِری انتہائے نگارش یہی ہے
تِرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

حضرتِ امام ربانی، مجددِ الفِ ثانی، شیخ **احمد** سرہندی قدس سرہ العزیز (المتوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) ان مخصوص بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین میں سے ہیں جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں خدمتِ اسلام وحفاظتِ دین کا مقدس فریضہ ادا کیا اور بد مذہبی و بے دینی کے بپھرے ہوئے سیلاب کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوتے۔ ایسے بزرگوں کو اصطلاحِ شرع میں مجدد کہا جاتا ہے فرمانِ رسالت ہے :-

ان اللہ یبعث لھذہ	بے شک ہر صدی کے سرے پر اللہ
الامۃ علیٰ رأس	تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجتا رہے
کل مائۃ سنۃ من	گا جو امتِ محمدیہ کے لئے ان کا دین
یجدد لھا امر	تازہ کر دیا کرے گا۔
دینھا۔	

علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق گذشتہ صدیوں میں جن بزرگوں نے کارِ تجدید سرانجام دیا
کشتی ملتِ اسلامیہ کے ان ناخداؤں اور محسنوں میں سرِ فہرست یعنی پہلی صدیوں کے مجدد خلیفہ برحق،
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۰۱ھ) ہیں اور اس چودھویں صدی کے مجدد،
اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ہیں۔ اس مقدس
گروہ کی بعض ہستیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ)

۲۔ امام ابوالحسن اشعری (المتوفی ۳۳۰ھ)

۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)

۴۔ امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۶۰۴ھ)

۵۔ خاتم الحفاظ امام جلال الدین السیوطی الشافعی (المتوفی ۹۱۱ھ)

۶۔ محدثِ کبیر مولانا علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ)

۷۔ امامِ ربانی، مجددِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ)

۸۔ خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) اور

۹۔ شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

؎ عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے دور میں جس انداز سے تجدیدی کارنامہ انجام
دیا وہ معتبر کتبِ تاریخ اور خود آپ کے مکتوبات شریف سے واضح ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف اور

مکتوباتِ امام ربانی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایک متبحر عالم، عظیم المرتبت شیخ طریقت صاحبِ کشف و کرامت بزرگ اور بے باک مجاہد تھے جنہوں نے خدمتِ دین کے لئے اپنی پوری صلاحیتیں وقف رکھیں۔ اکبری دور میں جو بے دینی کا سیلاب امڈ آیا تھا اور حکومت کی سرپرستی میں شعائرِ اسلام کو مٹا کر شعائرِ کفر کی ترویج کی جارہی تھی، علماء کا ایک گروہ اس سلسلے میں حکومت کا ہاتھ بٹا رہا تھا اور اس کی بے دینی پر شریعت کی تصدیقی مہر ثبت کرتا رہتا تھا، غلط کار صوفیہ نے تصوف کو غیر اسلامی رنگ میں پیش کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا، روافض علیحدہ اپنا رنگ دکھا رہے تھے، بدعات کے سیلاب نے پورے ملک کو اپنی ہمہ گیری کی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ ایسے نازک دور میں جبکہ حکومتؔ، علمائے سوء، اور غلطؔ کار صوفی اس ساری خرابی کے ارکانِ ثلاثہ بلکہ علمبردار بنے ہوئے تھے۔ کشتیٔ اسلام بے دینی کے سیلاب میں گھری ہوئی ہچکولے کھا رہی تھی، ساحل حدِ نگاہ سے دور، بادِ مخالف کا زور، ملت کی بے کسی پر کڑھنے والے تو بہت تھے لیکن کشتیٔ ملت کی ناخدائی کا فریضہ انجام دینے، مردِ میدان بننے کی جرأت کوئی نہ کرسکا تھا، اس کس مپرسی کے عالم میں سرہند سے محمدی کچھار کا ایک شیر گرجتا ہے، دندناتا اور بلبلاتا ہوا اٹھتا ہے، میدانِ کارزار میں کودتا ہے، خرابی کے ارکانِ ثلاثہ سے معرکہ آرا و پنجہ آزما ہوتا ہے، سننے والے حضرات نے سنا کہ اس مردِ میدان کی آمد کے وقت فضاؤں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آپ نے کارِ تجدید شروع کیا تو علمائے سوء نے بادشاہ نورالدین جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے، نوبت بایں جارسید کہ دورِ ابتلاء شروع ہوگیا اور اس ناخدائے کشتیٔ ملتِ اسلامیہ

کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا، لیکن سرمایۂ ملت کا یہ نگہبان ہر حالت میں خدمتِ دین اور خیر خواہیٔ مسلمین کا کام کرتا رہا۔

آپ کی انتھک کوشش، مسلسل جد و جہد اور صداقت آخر کار رنگ لائی۔ وہی جہانگیر جو آپ کو گوالیار کے قلعہ میں محبوس رکھنا ضروری سمجھتا تھا، جب اس کی آنکھوں کے آگے سے پردہ ہٹا، صداقت وحقانیت نے اسے اپنا رنگ دکھایا تو مخالفت کو چھوڑ کر معتقد بن گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی شعائر کا احترام ہونے لگا۔ شعائرِ کفر بند ہونے لگے، علماءِ سوء اور غلط کار صوفیہ نے راہِ راست اختیار کر لی اور بعض ملکِ عدم کو سدھار گئے۔ غرضیکہ گلشنِ اسلام میں پھر بہار آگئی۔ فرمانِ رسالت تھا یجدد لھا امر دینھا مجدد اس امت کے لئے اس کے دین کو تر و تازہ کر دیا کریں گے۔ اکبری دور میں لوگ حیران و پریشان تھے کہ متحدہ ہندوستان کے اندر تو گلشنِ اسلام نہ صرف خزاں رسیدہ بلکہ پامال ہونے کے قریب جا پہنچا ہے، یہ کس طرح تر و تازہ ہو گا؟ حضرتِ امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اس خزاں رسیدہ گلشن کو بہاروں سے ہمکنار اور سدا بہار بنا کر دکھایا ؎

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

جس سرہندی مجدد قدس سرہ سے دستِ قدرت نے اپنی حکمتِ کاملہ سے ایسا اہم کام لیا انہیں مقبولیت بھی باری تعالےٰ شانہ نے اتنی عطا فرمائی کہ اہلِ سنت وجماعت کے علاوہ مبتدعین بھی انہیں بزرگ مانتے، ان کے تجدیدی کارناموں کو تسلیم کرتے بلکہ سراہتے اور اپنے اپنے مسلک کو برطانوی دور کی پیداوار ہونے کے باوجود ان کی طرف فخریہ منسوب

کرنے میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ ان حضرات کی تصانیف سے ظاہر ہے اور اس امر کا تازہ ثبوت " تعلیماتِ مجددیہ " نامی کتاب بھی ہے جو ملک حسن علی شرقپوری صاحب کی تصنیف ہے چند روز ہوئے کہ مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے اپنی کتاب " مسلکِ امامِ ربانی " کے جدید ایڈیشن کا مسودہ اور " تعلیماتِ مجددیہ " کتاب دیتے ہوئے اپنی تصنیف کا دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی۔ راقم کو بھی چونکہ حضرتِ امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ کے غلاموں کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف اور فخر حاصل ہے لہذا تعمیلِ ارشاد کے لئے تیار ہوگیا۔ باری تعالےٰ شانہ میرے ان ٹوٹے پھوٹے چند لفظوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

" تعلیماتِ مجددیہ " کتاب کا حضرت امامِ ربانی کی تعلیمات سے دراصل وہ تعلق ہرگز نہیں ہے جس کا ملک حسن علی صاحب تاثر دے رہے ہیں۔ حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اول و آخر سنی ہیں اور مذہب اہلِ سنت وجماعت ہی کو ناجی گروہ قرار دیتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی ہر فرقے کو خواہ وہ اسلام کے حقیقی ٹھیکیدار اور حقانیت کے علمبردار ہونے کا کتنا ہی ڈھول کیوں نہ پیٹ رہا ہو، گمراہوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ملک صاحب اپنے جملہ وہابی ٹولوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس راستے پر وہ چل رہے ہیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی تعلیمات بھی اسی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے عقائد و نظریات وہابیوں کے عین مطابق تھے۔ یہی وہ مغالطہ ہے جس کی خاطر موصوف کو ۵۶۸ صفحات سیاہ کرنے پڑے۔

راقم الحروف " تعلیماتِ مجددیہ " کتاب کے بارے میں ایک لفظ بھی لکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن جناب ملک حسن علی صاحب کے دو بیانات ایسے نظر سے گزرے جنہوں نے راہوارِ قلم کا رخ ادھر سے ادھر پھیر لیا، چنانچہ موصوف نے ابتدائی عنوان " تعـدیہ " کے تحت

لکھا ہے :

" اگر اہلِ اسلام انصاف سے کام لے کر شیخ مجدد کی تعلیمات کو آویزہ گوش بنائیں تو مسلمانوں کی بہت سی تلخیاں دور ہو سکتی ہیں اور بہت سے خانہ برانداز جھگڑے نمٹائے جا سکتے ہیں "[1]

دوسرے مقام پر ملک صاحب نے اسی بات کو یوں دہرایا ہے :-

" آپ کی تصنیفات میں آپ کے مکتوبات کو آپ کا شاہکار ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ ان مکتوبات میں ہر دور اور ہر وقت کے لئے مناسب ہدایات موجود ہیں اس کتاب میں دورِ حاضر کے قریب قریب تمام متنازعہ فیہ مسائل کا حل پایا جاتا ہے۔ اگر وہ تمام جماعتیں جو اپنے آپ کو اہلسنّت[2] والجماعت سمجھتی ہیں اور ائمہ سلف سے اپنی نسبت جوڑتی ہیں دیانتداری سے اپنے اختلافی مسائل میں اس مجددِ اعظم کے مکتوبات کو اپنا حکم بنالیں تو انشاءاللہ اختلافات رفع ہو جائیں گے "[3]

ملک حسن علی صاحب کی تجویز ہمیں دل و جان سے منظور ہے، دوسرے حضرات جب چاہیں مکتوبات کو حکم مان کر اختلافی مسائل کا تصفیہ کر سکتے ہیں ہم ان سے بات چیت کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ ہمیں اپنے ہی ایک بزرگ کو حکم تسلیم کر لینے میں کیا ہچکچاہٹ ہو سکتی ہے ؟

---

[1] تعلیماتِ مجددیہ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور بار اول ۱۹۶۵ء ص ۲۳ ، ۱۲ [2] ملک صاحب کو اپنی علمیت کی لاج رکھتے ہوئے " اہل سنت وجماعت یا اہل السنت والجماعت لکھنا چاہیئے تھا۔ (اختر)

[3] تعلیماتِ مجددیہ ص ۳۷ - ۱۲

اب دیکھنا یہ ہے کہ ملک صاحب فریق ثانی کو کب اور کس طرح آمادہ کر کے ہمیں اطلاع دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی احقر کو بصد افسوس یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ خود ملک صاحب نے "تعلیمات مجددیہ" کی تصنیف کے وقت اس اعلان کو قطعاً ملحوظ نظر نہیں رکھا بلکہ جہاں اپنی کتاب کو خوشنما بیانات اور تالیف قلوب کے ساز و سامان سے لیس کیا ہے وہاں علمی خیانت، دھاندلی اور دیانت و انصاف کا خون کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔ شاید موصوف کو اسی طرز عمل میں دنیا و آخرت کی کوئی بہتری نظر آئی ہوگی ملک صاحب کے اعلان و دعاوی کے بارے میں آگے چل کر کچھ عرض کیا جائے گا پہلے "تعلیمات مجددیہ" کے چند خوشنما بیانات ملاحظہ ہوں کہ مسلمانانِ اہل سنت و جماعت کو کس طرح حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کی مدح خوانی کر کے جال میں پھنسانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا محمد ناظم صاحب نے "پیش لفظ" میں لکھا ہے:۔

> ایسے پر آشوب دور اور پر فتن عہد میں فاروقی خانوادہ کا ایک پاک باطن ژرف نگاہ، عالم ربانی، اپنے وقت کا سب سے بڑا صوفی، حلقۂ علماء میں جید عالم اور مجاہدوں کی صف میں تیغِ حق نگاہ کی تیغ براں لئے عزم فاروقی کے ساتھ دہلی و سرہند میں نمودار ہوتا ہے۔ صوفیہ کی غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے، وحدت و کثرت کی تشریح کرتا ہے، اسلامی توحید کو قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبویہ سے مدلل بیان کرتا ہے تمام بدعات، منکرات اور الحاد و لادینیت کی جڑ پر ضرب لگاتا ہے وہ نہایت واضح، بلیغ اور موثر اسلوب بیان اور دلآویز طریقۂ ادا کے ساتھ اپنے دوستوں، مریدوں اور طالبانِ حق کو دینِ فطرت (اسلام)

کی ٹھوس اور صحیح تعلیمات کی دعوت دیتا ہے۔" [1]

جامع اہلحدیث گوجرانوالہ کے خطیب اور جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے سابق مرکزی میر یعنی مولانا محمد اسماعیل صاحب نے دیباچہ میں " مکتوباتِ امامِ ربانی " کے بارے میں یوں اپنے تاثرات بیان کئے ہیں :۔

" مکتوبات علم و حکمت کا اتنا مقدس ذخیرہ ہے جس کی نظیر متاخرین کی تصانیف میں نہیں مل سکتی۔" [2]

پنجاب یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر جناب علامہ علاؤ الدین صدیقی " مکتوباتِ امامِ ربانی " کے بارے میں " تقدیم " کے تحت اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے :۔

" شیخ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و مکتوبات مشتاقانِ حقیقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ ہیں۔ گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لئے وسیلۂ ہدایت اور سرچشمۂ بصیرت ہیں۔" [3]

خود ملک حسن علی صاحب کی مکتوبات شریف کے بارے میں رائے یہ ہے :۔

" ان مکتوبات میں مسئلۂ توحید و سنت کو نہایت پسندیدہ اسلوب اور بدیع طرزِ بیان سے سلجھایا گیا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریۂ توحید عین قرآنی حقائق کا آئینہ دار ہے۔ بدعات کی شبِ تار میں حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تن تنہا سنت و ہدایت کی مشعل روشن کی، سلوک و تصوف کے اندر سیکڑوں بھی

---

[1] تعلیمات مجددیہ ص ۶ [2] ایضاً ص ۱۴ [3] ایضاً ص ۱۹

سے جو آلائشیں آگھسی تھیں، ان سب کو چھانٹ کر ایسا سلوک و تصوف پیش کیا جن کی بنیاد کتاب و سنت پر تھی گ[1]

دوسرے مقام پر موصوف نے حضرت امام ربانی اور ان کے مکتوبات شریف کے بارے میں یوں لکھا ہے :۔

"حضرتِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی پرواز بہت بلند ہے، وہ اشاروں اور نکتوں میں بڑے بڑے عالی مضامین کو سمجھا دیتے تھے اس ملکِ پاک و ہند کو حضرتِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وجود گرامی پر ناز ہونا چاہیے جس ملک کے اندر اس قسم کا عالی مقام بزرگ پیدا ہوا جس نے از سرِ نو پیغامِ محمدی کی تجدید کی!"[2]

قارئینِ کرام!

یہ ہیں نام نہاد کشتی "تعلیماتِ مجددیہ" کے چاروں سواروں کے امام ربانی حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ اور آپ کے مکتوبات شریف کے بارے میں خیالات، اگر یہ چاروں صاحبان اپنے بیانات و اعلانات میں مخلص ہیں اور ان سے کسی کو دھوکا دینا اور جال میں پھنسانا مقصود نہیں ہے تو ہمیں ان حضرات سے یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ صاحب بہادرو! حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ تو پکے سنی اور خالص حنفی تھے۔ مذہبِ اہلِ سنت و جماعت ہی کو ناجی گروہ اور اس کے علاوہ باقی بر بنائی اور نیچ جماعت کو گمراہ فرقہ شمار کرتے تھے۔ مجدد صاحب کی تصریحات کے باوجود آپ حضرات ناجی گروہ، برحق جماعت

---

[1] تعلیماتِ مجددیہ ص ۴۷ [2] ایضاً ص ۶۵، ۶۶

اور سوادِ اعظم کو چھوڑ کر ایک ایسی جماعت میں کیوں شامل ہیں جس کا سنگِ بنیاد بھی امامِ ربانی کے دو سو سال بعد برٹش گورنمنٹ نے دہلی میں رکھا تھا۔ مجدد صاحب قدس سرہ کو حقانیت کا علمبردار جانتے اور مانتے ہوئے آپ حضرات کا ان کی جماعت سے علیحدہ رہنا کس وجہ سے ہے؟ دریں حالات آپ چاروں حضرات کے مذکورہ بیانات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

قربان جائیں اس فاروقی مجدد کی مومنانہ فراست پر جہاں آپ نے اس وقت کی خرابیوں کا مقابلہ کیا وہاں آنے والے فتنوں کے سدِّ باب کا اہتمام بھی فرماتے رہے مثلاً:

۱۔ آپ نے داؤد ظاہری والے انکارِ تقلید کے فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کی آپ کے دور میں ملا مبارک ناگوری (المتوفی ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء) اور اس کے دو فاضل وزیر صاحبزادے یعنی ابو الفضل علامی (المتوفی ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) اور ابو الفیض فیضی (المتوفی ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) قیادت کر رہے تھے۔ حضرت مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ نے اپنے کتنے ہی مکتوبات میں تقلیدِ ائمہ کو ضروری قرار دیا ہے، ایک عبارت ملاحظہ ہو:

اربابِ ولایتِ خاصہ یا عامہ مومناں در تقلیدِ مجتہداں برابر اند۔ کشوف و الہاماتِ ایشاں را مزیت نمی بخشد واز ربقۂ تقلید سے بر آرد، ذو النون و بسطامی و جنید و شبلی با زید و عمرو و بکر و خالد کہ از عوام مومناں اند در تقلید مجتہداں در احکامِ اجتہادیہ مساوی اند [1]	مجتہدین کی تقلید کرنے میں خاص اولیائے کرام بھی عام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے مکاشفات و الہامات کی کوئی برتری نہیں لہٰذا وہ تقلید سے آزاد نہیں ہو سکتے، ذو النون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور خواجہ ابو بکر شبلی بھی اجتہادی احکام میں

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مطبوعہ لاہور ص ۱۷ - ۱۲

زید و عمر وغیرہ کی طرح مجتہدین کی تقلید
کے پابند ہیں ۔"

جائے غور ہے کہ حضرتِ ذوالنون مصری (المتوفی ۲۴۵ھ) ، حضرتِ بایزید بسطامی (المتوفی ۲۶۰ھ) ، حضرتِ جنید بغدادی (المتوفی ۲۸۷ھ) اور حضرتِ ابوبکر شبلی (المتوفی ۳۳۴ھ) جیسے اولیائے کرام بلکہ خود حضرتِ مجدد الفِ ثانی قدس سرہ جیسا نابغۂ عصر بلکہ حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ (المتوفی ۵۶۱ھ) جیسے اسلام کے مایہ ناز سپوت تو بقول مجدد صاحب تقلید سے چھٹکارا نہ پا سکے لیکن مبتدعینِ زمانہ سے زید و عمر و بھی مجتہد بن کر تقلیدِ ائمہ سے آزاد ہو کر امتِ مرحومہ کے شیرازے کو منتشر کرتے پھر رہے ہیں اور حضرتِ مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس روح کو تڑپا رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت شیخ مجددی کی عقیدت کے مدعی بن کر آپ کی رگِ فاروقی کو حرکت میں لا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی فہمائش میں ملک حسن علی صاحب نے تعلیماتِ مجددیہ کے تحت ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اندریں حالات یہی تو سمجھا جائے گا کہ موصوف نے حضرتِ مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہرگز پیش نہیں کیں بلکہ فتنۂ خارجیت کی موجودہ شکل یعنی وہابیت پر مکتوبات شریف سے مہرِ تصدیق لگانے کی سعی فرمائی ہے اور خود مجدد صاحب کے سُنّی گروہ کو ان کے خلاف منوانا چاہا ہے ؎

دیکھو تو دلفریبیٔ اندازِ نقشِ پا
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی

۲- مشہور دیوبندی عالم مولانا بدرِ عالم میرٹھی نے حدیث متعلقۂ افتراقِ امت کا تذکرہ یوں کیا ہے :-

امام ترمذی نے حدیثِ افتراقِ امت روایت کرنے والوں میں چار صحابہ کا ذکر کیا ہے جس میں حضرتِ ابوہریرہ اور عبد اللہ بن عمر کی روایت تفصیل کے ساتھ پیش کی ہے اور حضرت سعد اور عوف ابن مالک کا صرف حوالہ دے کر چھوڑ دیا ہے۔ پھر اول الذکر صحابی کی حدیث پر صحت کا حکم لگایا ہے اور ثانی الذکر کی حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔"

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تفرقت الیھود علی احدی وسبعین اوثنتین وسبعین فرقۃ و النصاری مثل ذلك وتفرقت امتی علی ثلث وسبعین فرقۃ۔	"ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے اور نصاریٰ بھی اتنے ہی فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔"

حافظ سخاوی نے بھی مقاصدِ حسنہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور شیخ محمد طاہر نے تذکرۃ الموضوعات میں اسے نقل فرما کر کوئی اختلافِ رائے ظاہر نہیں کیا، امام شاطبی نے کتاب الاعتصام میں ابوہریرہ کی روایت پر کئی جگہ صحت کا حکم لگایا ہے (دیکھو جلد ۲ ص ۱۶۳، ۱۷۰، ۲۰۶ اور الموافقات جلد ۲ ص ۷۰)، حاکم نے حدیثِ مذکور کو دو جگہ روایت کیا ہے (مستدرک جلد ۱ ص ۶، ۱۲۸)، ذہبی فرماتے ہیں "علی شرطِ

مسلم"، یعنی یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔۔۔

شارح سفر السعادۃ نے امام ترمذی کے پیش کردہ ناموں پر گیارہ صحابہ کا اور اضافہ کیا ہے: انس، جابر، ابوامامہ، ابن مسعود، علی، عمرو بن عوف، عویمر، ابودرداء، ابومعاویہ، ابن عمر، واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس طرح اس حدیث کے رواۃ کی تعداد ۱۵ تک پہنچ جاتی ہے۔ [۱]

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت میں ہے:-

أن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ و تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ [۲]	"بنی اسرائیل کے فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ایک جماعت کے علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے، عرض کی گئی یارسول اللہ! وہ نجات پانے والی ایک جماعت کونسی ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

---

[۱] ترجمان السنۃ جلد اول مطبوعہ دہلی، بار اول ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء ص ۲۱۔

[۲] مشکوٰۃ المصابیح مع مرأت جلد اول باب الاعتصام ص ۱۶۹، ۱۷۰،

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ مدعیانِ اسلام کی مختلف جماعتوں میں سے ناجی گروہ صرف ایک ہے باقی سب گمراہ ٹولے اور جہنم کا ایندھن ہیں۔ ملک حسن علی صاحب کی پیشکش کے مطابق امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں کہ موجودہ گروہوں میں سے نجات پانے والی اور برحق جماعت ان کے نزدیک کونسی ہے؟ چنانچہ آپ اس سلسلے میں یوں فرماتے ہیں :-

پیغمبر فرمود علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام بدرستیکہ بنی اسرائیل ہفتاد و یک فرقہ شدہ بودند کہ ہمہ در نار اند مگر یکے ازایشاں و زود است کہ امتِ من بر ہفتاد و سہ فرقہ متفرق شوند کہ ہمہ در آتش باشند مگر یک فرقہ ناجیہ پرسیدند کہ آں فرقۂ ناجیہ چہ کسانند فرمود علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام آنانند کہ باشند بر مثل آنچہ من بر آنم و اصحابِ من بر آنند علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام و آں یک فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت و جماعت اند کہ ملتزم متابعت آنسرور دارند علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام و متابعتِ اصحابِ آنسرور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتر[۷۱] فرقے ہو گئے تھے، سوائے ایک کے سب جہنمی تھے۔ عنقریب میری امت تہتر[۷۳] فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک ناجی گروہ کے باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم! وہ ناجی گروہ کن لوگوں پر مشتمل ہو گا؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ گروہ ان لوگوں کا ہو گا جو میری اور میرے صحابہ کی راہ پر چلیں گے اس نجات پانے والے فرقے کا نام

علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات	اہلِ سنت وجماعت ہے کیونکہ یہی حضرات
اللّٰھم ثبتنا علیٰ	نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم
معتقدات اھل	آپ کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ
السنۃ والجماعۃ	والسلام کی تابعداری کا التزام کرتے
وامتنا فی زمرتھم	ہیں ۔ اے اللہ ہمیں اہل سنت وجماعت
واحشرنا معھم۔	کے معتقدات پر قائم رکھ اور انہی حضرات
[1]	کے زمرہ میں ہمارا خاتمہ کر اور ان کے
	ساتھ ہی ہمارا حشر ونشر فرما ۔ (آمین)

ملک صاحب ! ارشاداتِ نبوی کے تحت امتِ محمدیہ کے تہتر ۷۳ فرقوں میں سے نجات پانیوالا اور حقانیت کا علمبردار صرف ایک گروہ ہوگا ۔ حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق وہ ناجی فرقہ " اہلسنت وجماعت " ہے ۔ ساتھ ہی آنجناب نے مجدد صاحب کے دعائیہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائے ہوں گے ۔

ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ حضرات تعلیماتِ مجددیہ کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں اور آپ کی تعلیمات کو حکم تک بنانے کی دعوت دے رہے ہیں تو مجدد صاحب کے بتائے ہوئے ناجی گروہ سے باہر رہنے اور کسی (بموجب احادیث) جہنمی فرقے میں شامل ہونے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی ؟

---

[1] مکتوبات امامِ ربانی ، دفتر دوم ، حصہ ہفتم مطبوعہ لاہور ص ۵۶ ، ۵۷

مزید سنیئے :-

حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد یعنے اجتہاد حضرت روح اللہ موافقِ اجتہادِ امامِ اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلیدِ ایں مذہب خواہد کرد، علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ شانِ او علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ازاں بلند تر است کہ تقلید علمائے امت فرماید۔ بے شائبۂ تکلف وتعصب گفتہ می شود کہ نورانیتِ ایں مذہبِ حنفی بنظرِ کشفی در رنگِ دریائے عظیم می نماید وسائر مذاہب در رنگِ حیاض وجداول بنظر می درآیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سوادِ اعظم از اہلِ اسلام متابعانِ ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان۔ وایں مذہب باوجود کثرتِ متابعان در اصول و فروع از سائر مذاہب متمیز است و

حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اجتہاد امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا وہ اس مذہب کی تقلید نہیں کریں گے کیونکہ ان کی شان اس سے بلند ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں، علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ، تکلف وتعصب کے بغیر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کشف کی نظر سے دیکھا جائے تو مذہب حنفی ایک دریائے عظیم نظر آتا ہے اور دیگر مذاہب حوض اور نہر کی مانند دکھائی دیتے ہیں، یہ حقیقت بظاہر بھی نظر آرہی ہے کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت امام ابوحنیفہ کی پیروکار ہے۔ کثرتِ اتباع کے علاوہ یہ مذہب اصول و فروع میں بھی دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے اور استنباطِ مسائل

در استنباط طریق علیحدہ دارد و ایں معنی مبنی از حقیقت است عجب معاملہ است امام ابوحنیفہ در تقلیدِ سنت از ہمہ پیش قدم است۔ [1]

کا طریقہ ان کے ہاں جدا ہے اور یہ حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ سنت کی پیروی میں امام ابوحنیفہ دیگر ائمہ سے آگے ہیں۔

مذہب حنفی کے بارے میں حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات تو یہ ہیں۔ اس کے باوجود ملک صاحب حنفی مذہب کو چھوڑ کر غیر مقلدین کے زمرے میں شامل ہیں شاید ملک صاحب مخالفت کو بھی عقیدت ہی سمجھتے ہوں گے اور اسے تعلیماتِ مجددیہ پہ عمل کا ایک نرالا رنگ قرار دیتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں موصوف نے اپنی تصنیف کے ص ۲۸ پر "شیخ مجدد کی امام ابوحنیفہ سے بے پناہ عقیدت" کی سرخی جما کر مکتوبات شریف کی عبارتیں پیش کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے:۔

۱۔ فقہ کے بانی اور صاحب خانہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۲۔ فقہ سے تین چوتھائی حصہ آپ نے اور ایک چوتھائی دیگر فقہاء نے پایا ہے۔

۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔

۴۔ امام ابوحنیفہ نے ورع وتقویٰ اور سنت کی پیروی کے باعث اجتہاد واستنباط میں وہ مرتبہ حاصل کیا ہے جسے دوسرے حضرات سمجھ بھی نہیں سکتے۔

۵۔ حنفی مذہب سنت کی پیروی میں جملہ مذاہب سے آگے ہے۔

۶۔ امام ابوحنیفہ دین کے امام اور سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم مطبوعہ لاہور ص ۱۵

۷۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کو اصحاب الرائی کہنے والے آپ کے فہم و فراست کو سمجھنے سے قاصر رہے۔

۸۔ آپ پر اعتراض کرنے والے جاہل یا زندیق ہیں، ان پر ہزار بار افسوس!

مکتوبات شریف سے اس مفہوم کی عبارتیں نقل کرنے کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ملک صاحب کس مصلحت کے تحت غیر مقلد چلے آ رہے ہیں؟ اسے کہتے ہیں یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم یعنی ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم بن یا سنگ ہو جا

۳۔ حضرتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تو نجاتِ اخروی کو عقائدِ اہلِ سنت وجماعت اختیار کرنے پر موقوف بتاتے ہیں جیسا کہ آپ نے متعدد مکتوبات میں وضاحت فرمائی ہے مثلاً:۔

زنہار بکشوفاتِ خیالی وظہورِ صُوَرِ	خیالی مکشوفات اور مثالی صورتوں
مثالی اعتقادیاتِ مقررۂ اہلسنت و	کے دیکھنے کی بناء پر اہلسنت وجماعت
جماعت را شکر اللہ تعالیٰ سعیہم ازدست	کے عقائد کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے
ندہند و بخواب وخیالِ خود غرہ نشوند	(اللہ تعالیٰ بزرگانِ اہلِ سنت کی
کہ نجات بے متابعت ایں فرقۂ ناجیہ	مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے) اور
متصور نیست، خوش طبعیہا را موقوف	اپنے خواب وخیال پر نازاں نہ ہو
داشتہ اگر آرزوہائے نجات دارند	کیونکہ اس فرقۂ ناجیہ کا اتباع کئے

بجان و دل در اتباعِ ایں بزرگوارں کوشند۔ ؎۱

بغیر نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر نجات کے خواہشمند ہیں تو خوش فہمی کو چھوڑ کر بزرگانِ اہلِ سنت کے اتباع میں کوشاں رہیں۔

ملک صاحب! کیا عالیجناب نے شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے ان فرامین و تصریحات پر عمل کرتے ہوئے اہلحدیث، دیوبندی، نیچری اور جماعت اسلامی والے رنگ برنگے وہابی ٹولوں کو فہمائش کی ہے کہ اے ہمارے دینی اور یقینی بھائیو! حضرتِ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی تعلیمات پر عمل کرو، اگر نجات کی ضرورت ہے تو جس اہلسنت وجماعت کے ناجی گروہ سے ہم یا ہمارے بڑے بوڑھے نکل کر بھاگے تھے اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنا کر اٹھے اپنی قدیمی جماعت کو بدنام کرنے کی غرض سے مشرک اور بدعتی بتاتے آرہے ہیں، اب ان نازیبا حرکتوں، کو تکوں کو چھوڑ کر اسی ناجی گروہ میں شامل ہوجانا چاہیئے۔ ناجی گروہ کی جمعیت کو منتشر کرنے کے بجائے مجتمع کرنا چاہیئے عاملۃٌ ناصبۃٌ تصلیٰ ناراً حامیۃ کے مصداق بننے میں آخر فائدہ ہی کیا ہے؟ کیا اہل سنت وجماعت سے بغاوت کر کے اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ الاپنے والوں کی فہمائش میں آنجناب نے اپنی ضخیم کتاب کے اندر ایسا ایک لفظ بھی لکھا ہے؟ آخر نہ لکھنے کی کوئی معقول وجہ؟

؎ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

؎۱ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم۔ حصہ ہشتم مطبوعہ لاہور، ص ۹۴

۴۔ جھوٹ بولنا ہر عاقل کے نزدیک عیب اور نقص ہے اور باری تعالیٰ شانہ ہر نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہے۔ خود حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ نے اس بارے میں واضح تصریحات فرمائی ہیں مثلاً :

جنابِ قدسِ خداوندی جل سلطانہ از جمیع صفاتِ نقص وسماتِ قصور منزہ و مبرا باید دانست۔ ؎۱	جناب باری تعالیٰ شانہ کو نقص کی تمام صفات اور کمی کی تمام نشانیوں سے منزہ و مبرا سمجھنا چاہیئے

دوسرے مقام پر شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے اپنے دو صاحبزادوں یعنی خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۰ھ) اور عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۹ھ) کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے صفاتِ باری تعالیٰ شانہ کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے :۔

در صفاتِ واجبی جل شانہ از اطلاقِ لفظِ امکان تحشی باید نمود کہ موہم حدوث است وصفات اللہ قدیم اند۔ ؎۲	اللہ جل شانہ کی صفات جو کہ واجب ہیں ان میں امکان کے لفظ سے بچنا چاہئے کیونکہ اس سے صفاتِ الٰہیہ کے حادث ہونے کا وہم گزرتا ہے حالانکہ وہ قدیم ہیں۔

ایک اور مقام پر خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبِ گرامی لکھتے ہوئے

؎۱ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ، ص ۱۸۰

؎۲ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ، ص ۱۷۷

تلقین فرماتے ہیں :-

از اطلاقِ لفظِ امکان در صفاتِ قدیمہ تحاشی لازم است کہ موہمِ حدوث است و مناسب آنجا اطلاقِ وجوب است ۔ [1]	باری تعالیٰ شانہ کی صفات قدیم ہیں ان میں امکان کا اطلاق کرنے سے بچنا ضروری ہے کیونکہ اس سے حادث ہونے کا شبہ گزرتا ہے ، یہاں وجوب کا اطلاق ہی مناسب ہے ۔

ملک صاحب ! جب آپ تعلیماتِ مجددیہ پیش ہی کرنے نکلے تھے تو حضرتِ مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ان تصریحات کے پیشِ نظر ان لوگوں کو سمجھاتے جو" امکان کذبِ باری " کا ناپاک اور خلافِ اسلام عقیدہ رکھتے ہیں اور مکتوبات شریف کی روشنی میں انہیں یوں فہمائش کرتے کہ بھائیو !

اولاً :- آپ اللہ تعالےٰ کے لئے کذب (جھوٹ) کا امکان بتاتے ہیں جھوٹ تمام عقلاء کے نزدیک عیب ہے جس کی صفت عیب اس کی ذات عیبی ، اور عیبی خدا نہیں ہو سکتا ، لھذا آپ منکرِ الوہیت کیوں بنتے ہیں ؟

ثانیاً : جھوٹ نقص ہے ، جب اس کی صفات میں نقص شامل ٹھہرا تو ذات ناقص ہوئی اور ناقص ، خدا نہیں ہو سکتا بایں طور یہ عقیدہ انکارِ الوہیت کا پیش خیمہ بنتا ہے ۔

ثالثاً : آپ کذبِ الٰہی کو ممکن بتاتے ہیں تو کذب اس کی ایک صفت ہوئی اور جب اس کی صفت ممکن تو ذات بھی ممکن ہوئی ۔ لیکن ہر ممکن حادث ہوتا ہے اور حادث خدا نہیں ہو سکتا ، یہ بھی الوہیت کا انکار ہے ۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ نہم ، ص ۳

رابعاً : جب آپ کے نزدیک کذب تحتِ قدرتِ الٰہی ہے تو یہ اس کی صفت ہوئی، دریں حالات باری تعالیٰ شانہ پر صدق کا امتناع لازم آئے گا کیونکہ اجتماعِ ضدین محال ہے۔ اس صورت میں کلامِ الٰہی اور شریعتِ مطہرہ کے سچا ہونے کی آپ لوگوں کے نزدیک کیا صورت ہوگی ؟ کس منہ سے آپ و من اصدق من اللہ قیلا اور و من اصدق من اللہ حدیثا پڑھیں گے ؟

ملک صاحب ! آپ ان لوگوں کو تعلیماتِ مجددیہ کے تحت اس طرح سمجھاتے نیز جو کتابیں امکانِ کذب کا سبق پڑھا رہی ہیں جیسے یکروزی ، براہینِ قاطعہ ، تقدیس القدیر ، فتاوٰے رشیدیہ ، الجہد المقل ، نصرتِ آسمانی ، توضیح البیان ، معرکۃ القلم ، الشہاب الثاقب ، سیفِ یمانی اور چراغِ سنت وغیرہ ، ان کے مصنفین یعنی مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) ، مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) مولانا خلیل احمد انبٹھوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء) مولانا محمود الحسن چاندپوری (المتوفی ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالشکور لکھنوی ، مولانا مرتضیٰ حسن دربھنگی ، مولانا حسین احمد ٹانڈوی (المتوفی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) مولانا منظور نعمانی اور مولانا فردوس علی قصوری کی عقیدت کا دم بھرنے والوں کو سمجھاتے کہ اے مکذبینِ باری تعالیٰ ! یہ کیا بِس بولتے ہو ؟ کیوں ظاہریِ ایمان کی بھی لٹیا ڈبوتے ہو ؟ مسلمان بننا چاہتے ہو تو تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں امکانِ کذب کے باطل عقیدے سے توبہ کر کے باری تعالیٰ کے لئے صدق کو واجب اور کذب کو محال مانو ورنہ توحید کا خالی ڈھول پیٹتے ہوئے اس طرح تو منکرِ الوہیت ہونے کا ثبوت پیش کر رہے ہو۔

کیوں ملک صاحب ! کیا آپ نے تعلیماتِ مجددیہ کے تحت ایسے لوگوں کو فہمائش کی ! اگر نہیں تو کیوں ؟ کیا یہ کوئی فروعی مسئلہ ہے ؟ کیا خدا کو سچا یا جھوٹا ماننا ایسی ہی سہل معاملہ ہے

جیسے کسی نے نماز میں اونچی آواز سے آمین کہہ لی اور دوسرے نے آہستہ ! آخر قیامت ضرور آئے گی ۔ باری تعالٰے شانہ کی بارگاہ میں پیش بھی ہونا پڑے گا کیا اس سلسلے میں باری تعالیٰ شانہ کوئی باز پرس نہیں کریگا ؟

جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بلا کر سامنے

کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

۵ ۔ قارئینِ کرام ! آپ نے امامِ ربانی حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریف کی دو عبارتیں ابھی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے ان میں صفاتِ باری تعالیٰ کو واجب بتایا ہے ۔ اہلسنت وجماعت کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ ہے ، اس کے برعکس مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی نے یوں لکھا ہے :۔

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے ، یہ اللہ صاحب ہی شان ہے کسی نبی اور ولی کو ، جن اور فرشتے کو ، پیر اور شہید کو ، امام اور امام زادہ کو ، بھوت اور پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی ۔[1]

مذکورہ عبارت کے خط کشیدہ الفاظ قابلِ غور ہیں ۔ یعنی موصوف نے اللہ تعالیٰ کی یہ شان بتائی ہے کہ غیب کا دریافت کر لینا اس کے اختیار میں ہے ، جب چاہتا ہے دریافت کر لیتا ہے ، اس سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مصنفِ تقویۃ الایمان صفاتِ باری تعالےٰ کو واجب نہیں مانتے ورنہ "دریافت کر لینے" کا کیا مقصد ؟

علاوہ بریں اس نے اس صفتِ باری تعالیٰ کو تحتِ قدرت اور مشیت پر موقوف بتایا ہے گویا وہ چاہے تو معلوم کر لے ورنہ بے خبر ہی بیٹھا رہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) ۔

---

[1] تقویۃ الایمان مطبوعہ اشرف پریس لاہور ، بار سوم ۱۹۷۱ء ، ص ۵۳ - ۵۴

حضرتِ مجدد صاحب اور علمائے اہلسنت کی تصریحات کے مطابق جو تحتِ قدرت ہے وہ حادث اور فانی ہے اور اس طرح صفاتِ الٰہیہ کا فانی ہونا لازم آیا اور جس کی صفات فانی ہوں وہ خود فانی ہوگا اور جو فانی ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا، گویا امکانِ کذب کی طرح یہ عقیدہ بھی انکارِ الوہیت کا پیش خیمہ ہے دوسرے مقام پر یہی توحید کے ڈھنڈورچی یوں لکھتے ہیں :-

اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا، سو اس عقیدے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء، اور اولیاء سے رکھے، خواہ پیر اور شہید سے، خواہ امام اور امام زادے سے، خواہ بھوت اور پری سے، پھر خواہ یوں یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے ۱ ؎

موصوف نے اس عبارت میں کسی کو اپنی ذات سے علم مانا جائے یا اللہ کے دینے سے " دونوں صورتوں کو اللہ کا سا علم اور شرک بتایا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک کیا خدا کا علم بھی کسی کا عطا کردہ ہے ؟ ورنہ جب کسی ہستی کے لئے اللہ تعالےٰ کی عطا سے علم مانا تو قطع نظر اس کے کہ وہ ثابت ہے یا نہیں، لیکن شرک کیسے ہوگیا ؟ اسی بات کو موصوف نے تصرف کے بارے میں یوں دہرایا ہے :

اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ ۲ ؎

---

۱ ؎ تقویۃ الایمان ص ۳۶ ۲ ؎ ایضاً ص ۳۶

ملک صاحب! آپ کو چاہیے تھا کہ "تعلیماتِ مجددیہ" میں اس موضوع پر بھی لکھتے اور صفاتِ باری تعالیٰ شانہ کے واجب ہونے کی حضرتِ امامِ ربانی قدس سرہ نے جن عبارتوں میں تصریح فرمائی ہے انہیں پیش کر کے مجدد صاحب کی مخالفت کرنے والے اور صفاتِ الٰہیہ کو تحتِ قدرت اور عطائی ٹھہرانے والے مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی غیر اسلامی تعلیمات سے بچنے کی تلقین فرماتے لیکن معلوم نہیں کس مصلحت نے آپ کے قلم پر پہرا بٹھا دیا تھا کہ آپ ایک لفظ بھی اس موضوع پر نہ لکھ سکے ؎

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ جاسے آبگینوں کو

۶۔ حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صفاتِ باری تعالیٰ شانہ کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے :۔

او تعالیٰ از صفات و لوازمِ جواہر و اجسام و اعراض منزہ است ، زمان و مکان و جہت را در حضرتِ او تعالیٰ گنجائش نیست ، اینہا ہمہ مخلوقِ اویند۔ بے خبر باشد کہ او را سبحانہ فوق العرش خواند و جہتِ فوق اثبات کند ، عرش و ماسوائے آں ہمہ حادث اند و مخلوق اویند تعالیٰ ، مخلوق و حادث راچہ مجال	باری تعالیٰ شانہ جوہر و جسم و عرض کی صفات و لوازم سے منزہ ہے زمان و مکان و جہت کے لئے اس تک رسائی کی گنجائش کہاں ؟ یہ سب اس کی مخلوق ہیں ، بے خبر ہوگا جو اسے عرش کے اوپر بتائے اور جہتِ فوق کا اثبات کرے ، عرش اور اس کے ماسوا سب حادث اور اس کی مخلوق ہیں ، مخلوق اور حادث کی

"کہ مکانِ خالقِ قدیم گردد و مُقرِ او شود" [۱]

"کیا مجال کہ خالق اور قدیم کا مکان اور ذاتِ باری تعالیٰ شانہٗ کی قرار گاہ بن سکیں۔"

خان جہان کے نام اسی مکتوبِ گرامی میں عقائدِ اہلِ سنت وجماعت کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرمایا :-

او تعالیٰ جسم و جسمانی نیست، جوہر و عرض نیست، محدود و متناہی نیست، طویل و عریض نیست، دراز و کوتاہ نیست، پہن و تنگ نیست بلکہ واسع است نہ بآں وسعت کہ بفہمِ ما درآید، محیط است نہ بآں احاطہ کہ مدرکِ ما شود، قریب است نہ بآں قرب کہ متعقلِ ما گردد، و باماست نہ بمعیتِ متعارفہ، ایمان آوریم کہ واسع است و محیط است و قریب است و باماست، اما کیفیتِ ایں صفات را ندانیم کہ چیست و ہرچہ دانیم کہ قدمے در مذہب مجسمہ دارد۔ [۲]

باری تعالیٰ شانہٗ نہ جسم و جسمانی ہے نہ جوہر و عرض ہے، نہ محدود و متناہی ہے، نہ طویل و عریض ہے، نہ دراز و کوتاہ ہے، نہ وسیع اور تنگ ہے بلکہ وہ وسیع ہے لیکن ایسا وسیع نہیں جسکو ہم سمجھ سکیں، محیط ہے لیکن اس کے احاطے کا ہم ادراک نہیں کر سکتے، قریب ہے لیکن اس کا قرب ہماری عقل میں نہیں سما سکتا، ہمارے ساتھ ہے لیکن ایسی معیت کے ساتھ نہیں جو ہم جانتے ہیں، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ واسع

---

[۱] مکتوباتِ امام ربانی مطبوعہ لاہور، دفتر دوم، حصہ ہفتم، ص ۴۶۔

[۲] مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم ص ۴۶، ۴۷۔

محیط ، قریب اور ہمارے ساتھ ہے
لیکن ان صفات کی کیفیت کیا ہے ؟
یہ ہم نہیں جانتے اور جو کچھ ہم جانتے
ہیں وہ عقیدہ رکھیں تو یہ مجسمہ فرقے
میں قدم رکھنا ہے ۔

اسی گرامی نامے میں آپ نے رویتِ باری تعالیٰ شانہ کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی ہے :۔

دیدنِ مومناں مر حضرتِ حق سبحانہ را در بہشت بے جہت و بے مقابلہ و بے کیف و بے احاطہ حق است ، ایمان آریم بایں رؤیتِ اخروی و بہ کیفیتِ آں مشغول نشویم زیرا کہ رویتِ او تعالےٰ بے چون است و دریں نشأۃ حقیقتِ آں بر ارباب چوں ظاہر نشود و غیر از ایمان نصیبِ ایماں نبود ، وائے بر فلاسفہ و معتزلہ و سائرِ فرقِ مبتدعہ کہ از حرمان و کوری انکارِ رویتِ اخروی نمایند و قیاسِ غائب بر شاہد کنند و بدولت

ہم مسلمانوں کا بہشت میں بے جہت بے مقابلہ ، بے کیف اور بے احاطہ کے باری تعالےٰ شانہ کو دیکھنا برحق ہے ۔ ہم اس اخروی رویت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے پیچھے نہیں پڑتے ۔ رؤیتِ باری تعالیٰ کا عقیدہ شک و شبہ سے بالاتر ہے ۔ اس جہان میں چون و چرا کرنے والوں پر اس کی حقیقت ظاہر نہیں ہوئی اور ایمان کے بغیر ان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہوگا فلاسفہ ، معتزلہ اور سارے گمراہ فرقوں

ایمان آں ہم مشرف نہ گردند" [1]

پر افسوس ہے کہ حرماں نصیبی اور کور چشمی سے اخروی رؤیت کا انکار کر دیتے ہیں اور غائب کو موجود پر قیاس کر کے ایمان کی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں ۔"

مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ کی ان واضح تصریحات کے خلاف متحدہ ہندوستان میں وہابیت کا سنگِ بنیاد رکھنے والے مولانا محمد اسماعیل دہلوی اپنے خاندانی اکابر اور مجدد صاحب کے خلاف یوں لکھتے ہیں :-

باید دانست کہ مسئلۂ وحدتِ وجود و شہود و مبحثِ تنزلاتِ خمسہ و صادرِ اول و تجددِ امثال و کون و بروز و امثالِ آں از مباحثِ تصوف ہمچنیں مسئلۂ تجردِ واجب و بساطتِ او تعالیٰ بحسبِ ذہن یعنی از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحثِ عینیہ و زیادتِ صفات و تاویلِ متشابہات و اثباتِ رؤیت

جاننا چاہیے کہ وحدتِ وجود اور شہود کا مسئلہ اور تنزلاتِ خمسہ کا ذکر اول صادر کا ذکر اور تجدد امثال اور کون اور بروز کا ذکر اور اسیطرح تصوف کی بحثیں اور اسی طرح حق تعالیٰ کے مجرد ہونے اور بسیط ہونے کا مسئلہ اپنے ذہن کے موافق سمجھنا یعنی باہر سمجھنا اللہ تعالیٰ کو زمانہ اور مکان اور طرف سے اور ماہیت

---

[1] ایضاً ص ۴۸ ۔

بلاجہت و محاذات ...... ہمہ از
قبیلِ بدعاتِ حقیقیہ است ۔ اگر
صاحبِ آں اعتقاداتِ مذکورہ را
از جنسِ عقائدِ دینیہ می شمارد ۔ [1]

اور ترکیبِ عقلی سے اور اس کی صفتوں
کو اس کا عین سمجھنا یا عینِ ذات
پر زائد سمجھنا اور متشابہات کی تاویل
کرنا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت
کرنا بلاطرف اور مقابلہ کے .....
... یہ کل حقیقی بدعتوں کی قسم سے
ہے ۔ اگر ان مذکورہ بالا عقیدوں
کا رکھنے والا ان کو دین کے عقیدے
ہی جانتا اور یقین کرتا ہو ۔

ملک صاحب! گستاخی معاف، تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۸۸ پر آپ نے بھی مجدد صاحب کے نظریۂ وحدت الشہود پر بحث کی ہے لیکن جناب کے امام الطائفہ تو اسے بھی بدعتِ حقیقیہ بتا رہے ہیں۔ جب آنجناب تعلیماتِ مجددیہ کا درس دینے ہی نکلے تھے تو کلیجے پر پتھر رکھ کر مصنفِ "ایضاح الحق" جیسے امامِ ربانی قدس سرہ کے مخالف اور ان کے پیش کردہ عقائد و نظریات کو بدعتِ حقیقیہ ٹھہرانے والے کی نشاندہی تو فرما دیتے۔ ساتھ ہی قاضی ابو یعلیٰ (المتوفی ۴۵۷ھ) علامہ ابنِ حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ)، علامہ ابنِ تیمیہ حرانی (المتوفی ۷۲۸ھ)، علامہ ابنِ قیم جوزی (المتوفی ۷۵۱ھ)، محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفی ھ) اور مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کے متبعین و معتقدین کو فہمائش کرتے کہ بھائیو! مذکورہ علماء تعلیماتِ مجددیہ

---

[1] ایضاح الحق مترجم مطبوعہ دیوبند ص ۴۴، ۴۵

کے خلاف خوارج، مجسمہ اور معتزلہ کے ہمنوا بن کر، مذہب مہذب اہلسنت و جماعت سے بغاوت کر کے باری تعالیٰ شانہ کے لئے تجسیم و تشبیہ اور زمان و مکان و جہت کے مبلغ و قائل تھے اور رویتِ الٰہی کے منکر، لہٰذا بقول مجدد صاحب "بدولتِ ایمان آں ہم مشرف نہ گردند" پس آپ کو چاہیئے کہ ان حضرات کی موافقت و عقیدت سے کنارہ کش ہو کر اور ان کے بتائے ہوئے مسائل الٰہیات سے توبہ کر کے حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کو اپنائیں کیونکہ مجدد صاحب نے فرمایا ہے :-

بمقتضائے آرائے صائبہ اہلسنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند، نجات بے اتباع ایں بزرگواراں متصور نیست و اگر سرِ مو مخالفت است خطر در خطر است۔ ایں سخن بکشفِ صحیح و الہام صریح نیز بہ یقین پیوستہ است احتمالِ تخلف ندارد۔[1]	نجات پانے والے گروہ اہلسنت و جماعت کے صائب عقیدوں کے مطابق اپنے عقائد رکھنے چاہئیں، بزرگانِ اہلسنت کا پیرو کار بنے بغیر نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر ان کے عقائد سے بال برابر بھی اختلاف رکھا تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام سے بھی ثابت ہے اس کے خلاف واقع ہونے کا احتمال نہیں۔

کیوں ملک صاحب! عقائد اہلسنت اور مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے عقیدوں کی مخالفت کرنے والوں کو "تعلیماتِ مجددیہ" میں فہمائش کرنی چاہیئے تھی یا نہیں ؟

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم ص ۳۸۔

۵ مانو نہ مانو جانِ جاں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

۷۔ حضرتِ امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گروں کے شر سے محفوظ رہنے کی خاطر بہترین درس دیتے ہوئے فرمایا ہے:۔

از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع و ضال عقائدِ فاسدۂ خود را از کتاب و سنت اخذ میکنند۔ پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازینہا معتبر نباشد۔ ۱؎

جو علوم و مطالب کتاب و سنت سے مستفاد ہیں ان میں سے وہی باتیں معتبر ہیں جو علمائے اہلسنت نے قرآن و حدیث سے اخذ کیں اور سمجھی ہیں، ورنہ یوں تو ہر مخالفِ اہلسنت اور گمراہ بھی اپنے عقائدِ فاسدہ کو کتاب و سنت سے اخذ کرتا ہے لیکن مخالفینِ اہلِ سنت کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب ناقابلِ اعتبار ہیں۔

حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو عام مسلمانوں کو گمراہوں کے شر سے بچانے کی خاطر انہیں اکابرِ اہلسنت پر اعتماد کرنے اور ان کی تحقیقاتِ عالیہ پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی، لیکن مجدد الفِ ثانی کے باندھے ہوئے اس بند کو توڑنے کی تیرہویں صدی میں منظم کوشش کی گئی اور اکابر اہلسنت سے بغاوت کرنے پر یوں آمادہ کیا گیا:۔

اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پہلو

۱؎۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم ص ۹۴

کی رسموں کو سند پکڑتے ہیں، کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں، کوئی مولویوں
کی باتوں کو جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں، سند پکڑتے ہیں
اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں، ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ
اور رسول کے کلام کو اصل رکھیئے، اس کی سند پکڑیئے، اپنی عقل کو کچھ
دخل نہ دیجئے، جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو،
قبول کیجئے۔ [1]

مولوی محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) چونکہ مذہب اہلسنت وجماعت سے بغاوت کر کے علیحدہ اپنا "محمدی گردہ" بنا چکے تھے لہذا مسلمانوں کو اپنی جماعت میں ملانے کی خاطر اس بند کا توڑنا ضروری تھا جو علمائے اہلِ سنت اور مجدد صاحب نے باندھا تھا کہ اکابر اہلِ سنت کی تحقیقات پر اعتماد رکھنا دہلوی صاحب بزرگانِ اہلسنت کی تحقیقات کو ذہن کی تیزی سے نکالی ہوئی باتیں، بزرگوں اور مولویوں کے قصے اور رسمیں وغیرہ ٹھہرا کر قرآن وحدیث سے خود مسائل اخذ کرنے کی تلقین فرماتے میں شاید کوئی پوچھ بیٹھتا کہ دہلوی صاحب! کہاں زید و بکر اور کہاں اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کا سمجھنا؟ یہ کیا خبط بے ربط ہے! پیش بندی کی خاطر مولانا نے مسلمانوں کو یوں کلوروفارم سنگھانا شروع کر دیا تھا:۔

یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت
مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیئے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام
سمجھیں ----- بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں جن پر چلے جاتے
ہیں، سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا
ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف وصریح ہیں ان کا سمجھنا

---

[1] تقویۃ الایمان مطبوعہ اشرف پریس لاہور ص ۲۵، ۲۶

مشکل نہیں [1]

اسی سلسلے میں مولانا نے سورۂ جمعہ کی آیت هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ ....

.... پیش کر کے لکھا ہے :۔

" سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یوں کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا ...... اس نے اس آیت کا انکار کیا۔" [2]

موصوف نے آخر میں " تعلیماتِ مجددیہ " کو پامال کرتے ہوئے اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا ہے :۔

" سو ہر خاص و عام کو چاہیئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں ، اسی کو سمجھیں ، اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں ۔ [3]

ملک صاحب ! چاہئے تو یہ تھا کہ آپ " تعلیماتِ مجددیہ " میں مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے متبعین کو سمجھاتے کہ صاحب یہا درو ! کیوں امت کے شیرازے کو منتشر کرتے ، اپنی اپنی ڈفلی بجاتے اور ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بناتے ہو ؟ یہ دعوتِ عام کہ ہر ایرا غیرا ، نتھو خیرا ، اللہ اور رسول کے کلام کی خود تحقیق کرے ، یعنی جو اس کی کھوپڑی میں مطلب سمائے اس کو حرفِ آخر قرار دیتا پھرے ، اس طوائف الملوکی کا نتیجہ یہی کچھ نکلنا تھا جو ڈیڑھ سو سال سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ اختلافات ، فرقہ سازی اور بے دینی کا سیلاب امڈ آیا ہے ، چاہیئے تھا کہ اس بے راہ روی کے خلاف آنکھیں بند کر کے ، کلیجہ سنبھال کر دو چار لفظ تو لکھ ہی دیتے کیونکہ ساختہ محققین نے مسلمانوں کو کتنے ہی فرقوں میں بانٹ کر رکھ دیا ہے ، اب تو یہ سلسلہ بند ہو جانا چاہیئے ...

---

[1] ایضاً ص ۲۶ [2] ایضاً ص ۲۷ [3] ایضاً ص ۲۷ ۔

نگاہِ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہو کر

۸۔ حضرتِ مجددِ الف ثانی قدس سرہ نے ایمان کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی ہے :۔

ایمان تصدیقِ قلبی ست و اقرار لسانی ۔۔۔۔۔۔ اعمالِ جوارح از نفسِ ایمان خارج اند۔ [۱]	ایمان دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے ، اعمالِ جوارح نفسِ ایمان سے خارج ہیں ۔

دوسرے مقام پر آپ نے مرتکبِ کبائر کے بارے میں اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یوں بیان کیا ہے :۔

مومن بارتکابِ کبیرہ از ایمان نہ مے بر آید و بکفر نہ مے در آید [۲]	مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے باعث ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کافر نہیں ہوتا۔

لیکن دیکھئے اپنے امام الطائفہ ، مصنف تقویۃ الایمان کی نرالی چال ، جس نے ڈھول رکھا نہ کھال ، لکھتے ہیں :۔

سننا چاہئے کہ ایمان کے دو جزو ہیں ، خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول ۔ خدا کو خدا سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے ۔ اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف شرک دوسری بات کو

---

[۱] مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مطبوعہ لاہور ص ۵۱ ۔

[۲] ایضاً ص ۵۲

اتباعِ سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت .. سو ہر کسی کو چاہئے
کہ توحید اور اتباعِ سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت
بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں ،، [۱]

ملک صاحب ! مولانا محمد اسماعیل دہلوی تو معتزلہ سے بھی چار قدم آگے نکل گئے کہ اتباعِ سنت کو جزوِ ایمان بتا رہے ہیں اور خلافِ سنت واقع ہونے سے اصلِ ایمان میں خلل ٹھہرا رہے ہیں تعلیماتِ مجددیہ میں اس اعتزال پسندی کے بارے میں کچھ تو ارشاد فرمانا چاہئے تھا ، آخر اس پُر اسرار خاموشی میں کیا راز پنہاں ہے ؟

؎ وائے ناکامیٔ زاہد کہ جبیں پر اس کی
داغِ سجدہ تو بنا داغِ محبت نہ بنا

۹- حضرتِ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے فرمایا :-

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگِ
خلق سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلق
ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد
کہ او صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باوجود
نشأ عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق
گشتہ است کما قال علیہ

جاننا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی پیدائش دوسرے انسانوں کی
پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ مخلوق
میں سے افرادِ عالم کا کوئی فرد آپ
سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ فخرِ
دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسمِ عنصری

---

[۱] تقویۃ الایمان مطبوعہ اشرف پریس لاہور ص ۲۷ ، ۲۸ -

وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خلقتُ من نور اللّٰہ و دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است"۔ ؎	رکھنے کے باوجود اللہ جل شانہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے یہ سعادت دوسروں کو میسر نہیں"۔

ملک صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مجدد صاحب کیا فرما گئے؟ ایسی تصریحات کی روشنی میں ان لوگوں کو مخاطب کرنا تو چاہیئے تھا جو نبی اکرم نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ہونے، خدا کے نور سے پیدا ہونے اور تخلیق میں آپ کے بے مثل ہونے کے منکر ہو کر محبوبِ پروردگار سے مثلیت کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے اسی باطل زعم میں ظاہری ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر بھائی چارہ کا گانٹھنے لگتے ہیں۔

ایسے گستاخی کے سبق تقویۃ الایمان، براہینِ قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ اور سیفِ یمانی وغیرہ کتابوں نے پڑھائے ہیں۔ آپ لوگوں کو "تعلیماتِ مجددیہ" کے تحت سمجھاتے کہ اس قسم کی گستاخانہ کتابیں پڑھنے اور ان کے مصنفین کی محبت وعقیدت میں گرفتار ہونے سے بچیں ورنہ مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفوں اور محبوبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں نیز شانِ مصطفوی کے منکروں میں شمار ہوگا۔ بیشک انہیں مکتوبات شریف کی یہ عبارت بھی سنا دیتے کہ:۔

محجوباں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بشر گفتند و در رنگِ	جن دل کے اندھوں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

؎ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ نہم ص ۹۱۔

سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند وصاحب دولتاں کہ اورا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوانِ رسالت و رحمتِ عالمیاں دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولتِ ایمان مشرف گشتند واز اہلِ نجات آمدند۔ [1]

کو بشر کہا اور آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا وہ آپ کے منکر ہو گئے لیکن جن خوش نصیب حضرات نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول اللہ اور رحمۃ للعالمین مان کر تمام انسانوں سے ممتاز دیکھا وہ دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور نجات پانے والوں میں سے ہو گئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

معلوم نہیں کس مصلحت کے تحت " تعلیماتِ مجددیہ " کے ۵۶۸ صفحات میں سے ایک صفحہ بھی منکرینِ شانِ رسالت کی فہمائش کے لئے جناب نے مخصوص نہ فرمایا بلکہ اس موضوع پہ قلم اٹھانے کی توفیق ہی نہ پائی، گویا تعظیمِ شانِ رسالت آپ حضرات کے دین میں داخل ہی نہیں ہے، یا اگر داخل ہے تو اتنی معمولی اور سہل بات ہے جس پر کسی گستاخِ رسول کو سمجھانے بجھانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی ؎

کیوں کسی غیر میں شکوۂ بیداد کروں
لطف تب ہے کہ تجھی سے تری فریاد کروں

۱۰۔ حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ نے شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ کے نام مکتوبِ گرامی

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، حصہ ہشتم ص ۱۸۰

لکھتے ہوئے وضاحت فرمائی :-

چوں وجودِ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و
السلام در عالمِ ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں
عالمِ شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف تر
است وچوں لطیف تر از وے در
عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد
علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ۔[1]

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عالمِ ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ
کا جہان اس عالم سے بلند و بالا ہے ،
اسی لئے آپ کا سایہ نہیں تھا۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ عالمِ شہادت میں آدمی کا سایہ
اس سے لطیف ہوتا ہے لیکن فخرِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ لطیف
کوئی چیز اس عالمِ امکان میں موجود نہیں
ہے ، دریں حالات آپ کا سایہ کیسے
ہوتا ؟

ملک صاحب ! تعلیماتِ مجددیہ کے تحت ایسی عبارتیں پیش کر کے ذرا ان بانکے مسلمانوں کو سمجھانا تو تھا جو حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حَکَم بنانے کے لئے تیار ہیں اور آپ کی تعلیمات کو سرچشمۂ نورِ بصیرت بتاتے نیز آپ کے مکتوبات کو علم وحکمت کا مقدس ذخیرہ کہتے اور متاخرین کی تصانیف میں سب سے ممتاز ٹھہراتے ہیں لیکن یہ ہاتھی کے صرف دکھانے والے دانت ہیں اور کھانے والے دانت وہ ہیں کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہزار جتن سے سایہ ثابت کرنے میں خاص لطف و لذت محسوس کرتے ہیں ۔ پوچھتے تو سہی کہ ان حضرات کی یہ کاوش بھی توحید کا ایک حصہ ہے یا محبتِ رسول ہی کا تقاضا ہے ؎

---

[1] مکتوباتِ امامِ ربانی دفتر سوم، حصہ نہم ص ۹۲

کہنے کو ان سے کہہ رہا ہوں حالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پر شکوہ گراں نہ ہو

۱۱۔ حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے عالمِ ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ پاک کے متعلق لکھا ہے :۔

حدیث تَنَامُ عَیْنَایَ وَ لَایَنَامُ قَلْبِیْ کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوامِ آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدمِ غفلت از جریانِ احوالِ خویش و امتِ خویش لہٰذا نوم در حق آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقضِ طہارت نگشت و چوں نبی در رنگِ شبان است در محافظتِ امتِ خود غفلت شایانِ منصبِ نبوتِ او نباشد۔ ؎۱

حدیث تنام عینای و لاینام قلبی جو تحریر فرمائی ہے اس میں دوامِ آگاہی کا اشارہ نہیں بلکہ یہ اس بات کی خبر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے اور امت کے احوال سے کسی وقت بھی بے خبر نہیں ہیں۔ اس لئے تو نیند آپ کے حق میں ناقضِ وضو نہ تھی چونکہ نبی نگران کے رنگ میں ہوتا ہے اس لئے اپنی امت کی محافظت سے کسی وقت بھی غافل رہنا آپ کے منصبِ نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے۔

؎۱ مکتوبات امامِ ربانی دفتر اول حصہ دوم ص ۱۱۰

ملک صاحب ! حضرت امامِ ربانی تو فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو بحالتِ خواب بھی امت کے احوال سے غافل نہیں مانتے بلکہ خبردار متوارہے ہیں لیکن آج کل ایسے بھی مسلمان کہلانے والے اور مجدد صاحب کی عقیدت کا دم بھرنے والے مِل جاتے ہیں جو سرورِ کون ومکاں صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو پسِ دیوار کے حالات سے بے خبر بتاتے رہتے ہیں[1]۔

سوچیے تو سہی کہ بعض منافقینِ مدینہ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا وَ مَا یُدْرِیْہِ بِالْغَیْبِ یعنی محمد کو غیب کی کیا خبر؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم)۔ اسی دھرم پہ جینے مرنے والے آجکل بھی علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟[2]" مجدد صاحب کی طرح جو مسلمان بعطائے الٰہی حضرات انبیائے کرام کے لئے علمِ غیب مانتا ہے اس پہ کفر و شرک کی توپ داغنی شروع کر دیتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو منافقینِ مدینہ کی صریح کفر میں تقلید کرنے سے روکنے اور تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں اسلامی عقیدے کی تلقین کرنے میں کیا کوئی دینی یا دنیاوی نقصان تھا؟ افسوس!

متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافرادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

۱۲- ملک صاحب نے صفحہ ۸۰ پر سورۂ اعراف کی آیت ۱۹۴ نقل کرکے اس کا ترجمہ یوں تقویۃ الایمانی موڈ میں کیا ہے :

إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ	واقعی خدا کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ الآیۃ	وہ بھی تم جیسے بندے ہیں [2]

---

[1] براہینِ قاطعہ مطبوعہ دیوبند ص ۵۵۔ [2] تقویۃ الایمان مطبوعہ اشرف پریس لاہور ص ۱۰۸۔

موصوف نے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی عداوت سے بھرپور ہو کر مسلمانوں کو بھی اسی رنگ میں رنگنے کی خاطر مذکورہ آیت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے !

"قرآن پاک میں اس مقام پہ اس امر کی صاف تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو دفعِ مضرت اور جلبِ منفعت کے لئے پکارا کرتے تھے اسی لئے ان کو کہا گیا کہ جن کو تم امداد کے لئے پکارتے ہو وہ بھی تمہاری مانند بندے ہیں۔ محض اصنام و اوثان پر عباد کا اطلاق نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اور پھر اَمۡثَالُکُمۡ کا لفظ اس سے ابار کرتا ہے۔" [1]

[1] قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر تیرے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اولاً ہماری گذارش یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ یَدۡعُوۡنَ نہیں بلکہ تَدۡعُوۡنَ ہے۔

ثانیاً ملک صاحب نے اس لفظ تَدۡعُوۡنَ کا ترجمہ "تم پکارتے ہو" کیا ہے جس کے بارے میں عرض ہے کہ :۔

(۱) شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "ہر آئینہ کسانیکہ عبادت میکنید بجز خدا"۔

(۲) دیوبندیوں کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں" واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو"۔

---

[1] تعلیماتِ محمدیہ ص ۷۹۔

یہاں ملک صاحب سے ہم صرف اتنی وضاحت کے طلب گار ہیں کہ ایک طرف آپ ہیں اور دوسری جانب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور مولانا اشرف علی تھانوی، آپ اس لفظ کا ترجمہ" پکارنا" بتا رہے ہیں اور دونوں مذکورہ حضرات کے نزدیک" عبادت کرنا" اس کا ترجمہ ہے، اتنا بتا دینا لازمی ہے کہ فریقین میں سے کس نے آیتِ قرآنی کا صحیح ترجمہ کیا اور کس فریق نے ترجمے کی آڑ میں قرآنی مفہوم کے اندر تحریف کر کے یہود و نصاریٰ کی سنت پر عمل کیا ہے؟ فریقین میں سے جسے آپ چاہیں محرفِ قرآن قرار دے دیں لیکن اتنا ضرور کرنا کہ تحریف کرنے والے فریق کے معتقدین کو ارشادِ خداوندی اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ اور فرمانِ مصطفوی مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ سنا دینا۔ لیکن یہ مدِ نظر رہے کہ دونوں فریق سچے ہرگز نہیں ہو سکتے" کیونکہ اجتماعِ ضدین محال ہے۔

ثالثاً جناب کا یہ لکھنا کہ" قرآنِ پاک میں اس امر کی صاف تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو دفعِ مضرت اور جلبِ منفعت کے لئے پکارا کرتے تھے" اگر خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے ملک صاحب بالکل عاری نہیں ہو گئے ہیں تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس آیت میں وا قع وہ صاف تصریح دوسروں کو بھی دکھا دی جائے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو پکارا کرتے تھے؟ اگر آپ نہ دکھا سکیں، اور ہم بفضلہٖ تعالیٰ لکھے دیتے ہیں کہ آپ ایسی تصریح اس آیت میں قیامت تک نہ دکھا سکیں گے تو فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

ے میں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے
ہر اک دل کو جیسا مرا دل سمجھ کے

رابعًا مفسرین نے اس آیت میں آپ کی تصریح کے خلاف اصنام ہی مراد لئے ہیں اور مجدد صاحب کی تلقین یہی ہے کہ علمائے اہلِ سنت کی ادنیٰ خلاف ورزی بھی سم قاتل کا ست ہے۔ یہ تعلیماتِ مجددیہ پر عمل ہے آپ کا؟

خامسًا اسی آیتِ کریمہ اور اگلی آیت کے ذرا یہ الفاظ بغور ملاحظہ تو فرمائیے ہوتے!

فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا
لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ
بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ
يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ
لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ
بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ
يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ
كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝

انہیں پکارو، پھر وہ تمہیں جواب
دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں
ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں
جن سے گرفت کریں، یا ان کی آنکھیں
ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں
جن سے سنیں؟ محبوب تم فرما دو کہ
اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر
داؤ چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔

باری تعالیٰ شانہ نے یہاں "مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ" یعنی ان ہستیوں کی جنہیں مشرکین اپنے معبود قرار دیتے تھے، پانچ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جو ساتھ ہی مذکور ہوئیں یعنی:-

۱۔ اگر کوئی انہیں پکارے تو وہ جواب دینے سے مجبور ہیں۔

۲۔ وہ چلنے کے لئے پیر نہیں رکھتے۔

۳۔ پکڑنے کے لئے ان کے ہاتھ نہیں ہیں۔

۴۔ وہ آنکھیں نہیں رکھتے جن سے دیکھ سکیں۔

۵۔ وہ کان نہیں رکھتے جن سے کسی کی بات سن سکیں۔

ملک صاحب! اگر مفسرین کی نہیں مانتے، مجدد صاحب کو بھی نظر انداز کر گئے جنہوں نے فرمایا تھا کہ علمائے اہل سنت کی ذراسی مخالفت بھی سمّ قاتل ہے۔ اپنے تھانوی صاحب کو بھی ٹھکرا گئے جو معبودانِ باطل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بھی جھٹک دیا گیا کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مراد وہ ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں چلئے سب کو تو چھوڑ دیا لیکن ملک صاحب کو چاہیے کہ خدا کی تو مان جائیں جس نے من دون اللہ کی پانچ ایسی نشانیاں اسی جگہ بیان فرما دیں جو بتوں کے علاوہ اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

سادساً ملک صاحب اگر برا نہ مانیں تو اپنے ہی قبیلے کے مولٰنا عبدالماجد دریا بادی کی آواز سماعت فرمائیں:

"تَدْعُوْنَ میں دعا سے مراد ان بتوں کو معبود قرار دینا اور فَادْعُوْهُمْ میں دعا سے مراد ان سے طلبِ نفع و دفعِ ضرر چاہنا ہے۔"[1]

؎ یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

معلوم نہیں مولانا عبدالماجد دریا بادی سے لے کر باری تعالے شانہٗ تک سب پر ہی ملک صاحب زورِ زبان و بیان سے الزامات عائد کرتے چلے جائیں گے، سب کو شرک پسند ٹھہراتے چلے جائیں گے یا کسی کا لحاظ بھی کریں گے؟ قرآنِ کریم میں موصوف کی تحریف پسندی کا نمونہ

---

[1] تفسیر ماجدی، مطبوعہ تاج کمپنی، ص ۳۷۱۔

دکھانے کی غرض سے ان کی پیش کردہ ایک آیت سے آنجناب کی کارگزاری دکھائی ہے۔ معلوم نہیں ملک صاحب اس سے کوئی اچھا اثر لے کر اپنی روش پر نظرِ ثانی کرنے میں بہتری سمجھیں گے یا اس خیر خواہی پر الٹے اس احقر کو موردِ الزام اور نشانۂ طعن و تشنیع بنائیں گے، حالانکہ

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو می گویم! ؎

تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

۱۳۔ حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ کی تصانیف اور خصوصاً آپ کے مکتوبات شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مجدد صاحب نے کتنے ہی مقامات پر اپنے کشف کا ذکر فرمایا ہے بلکہ اسے یقین کا درجہ دیا ہے اور مقامِ استدلال میں تبعاً ان کا تذکرہ کیا ہے۔ خود ملک صاحب نے "تعلیماتِ مجددیہ" میں ایسی کئی عبارتیں نقل کی ہیں لیکن اس کے برعکس مولانا محمد اسماعیل دہلوی یوں فتوٰے صادر فرماتے ہیں:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعوٰی کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعوٰے رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے، کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامہ لئے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے۔" [۱]

کاش تعلیماتِ مجددیہ میں خود ملک صاحب ہی یہ فیصلہ فرما دیتے کہ فریقین میں سے کون جھوٹا اور دغاباز ہے۔ دہلوی صاحب کا ساتھ دیتے تو مجدد صاحب کو جھوٹا اور دغاباز ماننا

---

[۱] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور ص ۵۶۔

پڑتا ، اگر مجدد صاحب کو سچا مانتے تو دہلوی صاحب کو حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مخالف ماننا پڑ جاتا ۔ اگر ملک صاحب اب بھی یہ فیصلہ فرمادیں تو بہتوں کا بھلا ہو گا ؎

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

ملک صاحب سے یہ بھی گزارش ہے کہ تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۱۰۴ پر امام ابوالحسن عشری لکھا ہے اور صفحہ ۱۵۴ پر حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کا سنِ وفات ۱۰۳۲ھ اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ۶۷۳ھ مندرج ہے ۔ ایسی چھوٹی موٹی کتنی ہی غلطیاں ہیں اگر ان کی طرف بھی توجہ فرمائی جایا کرے تو حرج کوئی نہیں ۔ نیز غلط حوالوں سے پرہیز کیا جائے تو اچھا ہے ۔ بخوفِ طوالت صرف اشارے پر اکتفاء کر رہا ہوں ورنہ کئی صفحات میں یہی امور سماتے ۔

موصوف نے تعلیماتِ مجددیہ کو اپنے رنگ میں پیش کر کے وہابیت سے اس کی مطابقت ثابت کرنی چاہی تھی لیکن مذہبِ اہلِ سنت وجماعت اور خارجیت کا ایک ثابت ہو جانا ناممکن ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور سے کسی قدر واضح کر دیا گیا ہے ۔ باقی جو حضرات خانہ ساز فیکٹری میں آیات واحادیث کے من مانے مفہوم مطالب تیار کرتے رہتے ہیں اگر وہ مکتوباتِ امامِ ربانی پر یہی عملِ جراحی کر کے دکھائیں تو کونسی جائے تعجب ہے ؟

اب ہم موصوف کے دوسرے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے موجودہ اہلِ سنت وجماعت اور حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تضاد ثابت کرنے کی مشق فرمائی ہے ۔ اس سلسلے میں ملک صاحب کے الزامات کے جوابات دے کر ہم خود کوئی فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ قارئینِ کرام سے انصاف کے طلب گار ہیں کہ بغیر کسی رعایت کے وہ خود فیصلہ فرمائیں ، وباللہ التوفیق !

ملک صاحب نے لکھا ہے :۔

" مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بریلوی حضرات کے نزدیک دورِ حاضر کے مجدد ہیں اور جنہیں حضور پرنور، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، عظیم البرکت، مجددِ مائۃ حاضرہ، کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس بدعات کی خوب تلقین کی، بلکہ بدعات کی نشرواشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف رکھی۔" [1]

بے شک مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) چودھویں صدی کے مجدد، اہل سنت وجماعت کے برحق امام اور بزرگانِ دین میں سے ایک مایہ ناز ہستی ہیں، ان کے بارے میں ملک حسن علی صاحب کا غم وغصہ اور ان سے قلبی غیظ رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)، امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ) اور امامِ ربانی حضرتِ مجددِ الفِ ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم جیسے بزرگوں سے بغض وعداوت رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے برصغیر پاک وہند میں معمولی سی تعداد روافض کی تھی اور باقی تمام مسلمان وہی تھے جو اہل سنت وجماعت کہلاتے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے پُرفتن دور میں چونکہ مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا ضروری سمجھا گیا، لہٰذا حکومتِ وقت نے اپنے مقصد کے صاحبانِ جبہ ودستار پیدا کئے، ان سے نئے نئے فرقے کھڑے کروائے، یوں مسلمانانِ پاک وہند میں

---

[1] تعلیماتِ مجددیہ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۲۰۴، ۲۰۵۔

افتراق و انتشار پیدا کر کے ان کی قوت کو توڑ اگیا ، اہلحدیث ، دیوبندی ، نیچری ، مرزائی ، منکرینِ حدیث ، خاکسار پارٹی اور جماعت اسلامی وغیرہ مختلف ٹولے اسی منحوس دور کی زندہ یادگاریں ہیں ۔ جملہ مبتدعین اپنے روزِ اول ہی سے اہل سنت وجماعت سے انگریزوں کی ہدایت کے مطابق برسرِ پیکار چلے آرہے ہیں ورانہیں مشرک و بدعتی بتاتے نیز بریلوی فرقہ ٹھراتے رہتے ہیں ، اپنی جماعت کے نو پیداو رسراسر بدعتِ سیئہ ہونے کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی خاطر اہلِ سنت وجماعت کو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ فرقہ بتاتے رہتے ہیں اور خود مجددِ مائۃ حاضرہ قدس سرہ کے خلاف الزامات وبہتانات کا نہ ختم ہونیوالا سلسلہ شروع کر کے ایسی طوفانِ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا ہوا ہے کہ شرافت و دیانت اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے ۔

ملک صاحب کا تعلق بھی چونکہ غیر مقلد پارٹی سے ہے لہذا اپنے بڑوں کی تقلید میں اور ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے موصوف بھلا اہلِ سنت وجماعت کے اس مایۂ ناز بزرگ کے خلاف کیوں زبانِ طعن دراز نہ کرتے ؟ اعلیحضرت کو موردِ الزام یہ حضرات کیونٹ ٹھرائیں جبکہ ان کے بڑوں کا مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ناطقہ بند کر کے رکھ دیا تھا ۔ دلائلِ باہرہ و براہینِ قاہرہ کے ذریعے سارے بر طانوی اور گاندھوی علماء کو ساکت وصامت کیا ۔ بلندعین میں علم وفضل کے تمام تر دعاوی کے باوجود آپ کے سامنے بولنے اور اپنے گھڑے ہوئے عقائد و نظریات کی صحت ثابت کرنے کی مجال نہ رہی بلکہ اپنے صریح عجز پر سکوت کی مہر ہی ثبت فرماتے رہے ۔ فریقین کی تصانیف آج بھی اس امر کی واضح شہادت دے رہی ہیں ، جو منصف مزاج فیصلے تک پہنچنا چاہے وہ فریقین کی تصانیف کا مقابلہ کر کے اسی مقام پر نہ پہنچے تو ہمارا ذمہ ۔

یہ طرفہ تماشا ہے کہ حضرتِ امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے اپنے دور کے اکبری علماء اور جاہل صوفیہ کا تعاقب کر کے ان کے شر کو دفع کیا تو انہیں آج کی جملہ پارٹیاں بھی مجدد ہی تسلیم کرتی ہیں، لیکن چودھویں صدی میں امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اپنے دور کے ابوالفضل اور فیضی کی یاد تازہ کرنے والے جملہ برطانوی اور گاندھوی علماء کا تعاقب کر کے ان کے شر کو دفع کیا تو بعض حضرات الٹے آپ ہی کو مطعون کرتے رہتے ہیں گویا ایسے حضرات کو چودھویں صدی کے ابوالفضل اور فیضی ہی محبوب ہیں، آخر یہ خوفِ خدا و خطرۂ روزِ جزاء سے عاری ہو کر انصاف اور دین و دیانت کا خون تا بکے؟

تعلیماتِ مجددیہ میں یہ تو لکھ دیا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بدعات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی ساری زندگی وقف رکھی لیکن حق کی حقانیت اور رہبیت تو ملاحظہ ہو کہ موصوف کسی ایک بدعت کی نشاندہی نہ کر سکے جس کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نشر و اشاعت کی ہو، ملک صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مذہبِ اہلِ سنت وجماعت اور تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں ہمیں مطلع فرمائیں کہ مجددِ مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے کونسی بدعت کی اشاعت کی تھی! ہم بفضلہ تعالےٰ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ملک صاحب اپنی بقیہ زندگی میں ایسی ایک بدعت کی نشاندہی بھی نہ کر سکیں گے: هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

> کھنے کو ان سے کہہ رہا ہوں حالِ دل مگر
> ڈر ہے شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

موصوف نے "تعلیماتِ مجددیہ" میں اہلِ سنت وجماعت کو مطعون کرنے اور موردِ الزام ٹھہرانے کی خاطر یوں الزام تراشی کی ہے:۔

"بریلوی حضرات مذہبی امور میں باوجود حنفی المذہب ہونے کے
اِدّعار کے مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحکیم و تفسیر اور توجیہ و تاویل
کو حرفِ آخر مانتے ہیں اور ان کے مقابلے میں کسی دوسرے امام و
محدث و مفسر و فقیہ کو ترجیح دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔" لہ

ملک صاحب! آخر قیامت ضرور آئے گی اور ہم سب نے اس روز بارگاہِ خداوندی میں یقیناً پیش ہونا ہے، وہاں آنجناب سے اسی گپ کے بارے میں پوچھا گیا تو کیا آپ علمائے اہلِ سنت و جماعت یعنی اپنے اصطلاحی بریلویوں میں سے کسی ایک بھی ذمہ دار عالم کی نشاندہی کر سکیں گے جو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحکیم و تفسیر وغیرہ کو حرفِ آخر قرار دیتا اور ان کے مقابلے میں کسی امام، مفسر، محدث اور فقیہ کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے!

ملک صاحب! یقین جانئے کہ آپ اس بلند بانگ جھوٹ شریف کے ثبوت میں ایک بھی دلیل پیش کرنے سے قاصر رہیں گے، آنجناب کا سیاسی مقصد صرف اتنا ہے کہ اہلسنت و جماعت کو بریلوی فرقہ ٹھہرایا جائے اور اس کا جاری کرنے والا مولانا احمد رضا خان بریلوی کو بتایا جائے اور بس! کاش! آپ اتنا سوچنے کی زحمت گوارا فرما لیتے کہ زبان زوری، سخن پروری، الزام تراشی اور دھاندلی سے حقائق بدل نہیں جایا کرتے، مانا کہ اس دنیائے دنی میں اندھیر ہے لیکن صبحِ قیامت میں کیا دیر ہے! اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝

ؔ احباب کی یہ شانِ حریفانہ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہر اگلتے نہیں دیکھا

لہ تعلیقاتِ مجددیہ ص ۳۳۱۔

دیوبندی، بریلوی اختلافات کے بارے میں موصوف نے اپنے تاثرات یوں قلم بند فرمائے ہیں :-

سمندر متلاطم ہے، ہوا مخالف ہے، ہم سب ایک ہی ناؤ میں سوار ہیں، ہم نے پاکستان کا دفاع کرنا ہے اور اسلام کی بھی حفاظت کرنی ہے، ہماری گردنوں پر نہایت اہم ذمہ داریاں ہیں، میرا روئے سخن دیوبندی بریلوی مناقشت کی طرف ہے، اس فتنہ کی تخم ریزی گورنمنٹ برطانیہ نے کی۔ یہ فتنہ پھلا پھولا اور خوب بڑھا چاہیئے تو یہ تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کے رخصت ہونے پر یہ فتنہ خود بخود فرو ہو جاتا مگر اس کے برعکس اس فتنہ نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ایک محاذ پر تو جمع ہونا درکنار، ایک مجلس میں بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ دونوں جماعتیں بنیادی لحاظ سے اہلِ سنت والجماعت[۱] ہیں"[۲]

اس سلسلے میں موصوف نے مزید وضاحت کی غرض سے اہلِ اسلام سے یوں اپیل بھی کی ہے :-

"جمہور اہلِ اسلام اور علمائے کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ حالات بدل چکے ہیں، گورنمنٹ برطانیہ اپنا بستر بوریا اٹھا کر رخصت ہو چکی ہے۔ یہ سب

---

۱ ملک صاحب کو چاہیئے تھا کہ اہل سنت وجماعت لکھتے یا اہل السنت والجماعت (اختر)

۲ تعلیمات مجددیہ ص ۳۲۹، ۳۳۰ -

کرشمے اسی گورنمنٹ برطانیہ کے تھے، ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے
کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے بہت کھیل کھیلے، یہ سب ایک طویل اور
دردناک داستان ہے، ہمارے بھولے بھالے بھائی اس جال میں شکار
ہوتے رہے۔ اب حکومت اہلِ اسلام کی ہے، ان غلط در غلط فتووں
سے بچو۔ یہی تقاضا ہے اسلام کا، اس وقت ہمارے ملک کا، خدا
تعالیٰ نے تم کو بھائی بھائی بنایا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تم کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا، خدا کا فرمان ہے گروہ گروہ نہ بنو،
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اہلِ اسلام سب کے سب مل کر اللہ کی مضبوط
رسی کو تھامو۔" [1]

ملک صاحب کے ان بیانات سے ان کا اپنا مقصد تو حاصل ہو رہا ہے، جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے اشاروں، کنایوں میں سب کچھ کہہ گئے، ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل باتیں مبہم ہیں جن کی وضاحت فرما دینی چاہیے تھی :-

۱۔ دیوبندی، بریلوی اختلافات میں گورنمنٹ برطانیہ نے کس طرح حصہ لیا؟

۲۔ مدلل بیان کرتے کہ کون سی جماعت گورنمنٹ کی پیدا کردہ اور سراسر بدعت کا پلندہ ہے۔

۳۔ دیوبندی جماعت کے اہلِ سنت ہونے کا کوئی ثبوت ہے۔ یا محض زبانی دعوے ہی کافی ہوا کرتا ہے؟

۴۔ اختلاف کی طویل اور دردناک داستان تاریخ کی روشنی میں اجمالی طور پر تو بیان کرتے

---

[1] تعلیماتِ مجددیہ ص ۳۴۴۔

یا تذکرہ ہی نہیں کرنا تھا ؟

۵۔ غلط در غلط فتوے کس نے جاری کئے تھے ؟ ایک آدھ فتویٰ نقل کر کے اس کی غلطیاں نکالنی تھیں !

۶۔ اللہ تعالےٰ نے تو واقعی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے، اللہ تعالےٰ کے آخری رسول نے یقیناً مسلمانوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے لیکن اپنی خانہ ساز اصطلاحیں دیکھ کر بتانا تو سہی کہ کیا موحد و مشرک کو بھی خدا نے بھائی بھائی بنایا ہے ؟ کیا فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے توحید پرستوں اور مشرکوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے ؟

۷۔ عوام کونسے غلط در غلط فتوں سے بچیں ؟

۸۔ اللہ تعالےٰ نے تو واقعی فرمایا ہے کہ گروہ گروہ نہ ہو لیکن وضاحت فرماتے کہ اس حکم کے خلاف ورزی کرنے والے کون تھے ؟ انہوں نے کب اور کیوں اس حکم کی خلاف ورزی کی ؟ کیا اس وضاحت کے نام سے کلیجہ دھڑکتا ہے ؟

سہ اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

شاید مذکورہ امور کی وضاحت کرنے سے ملک صاحب شرماتے اور ہچکچاتے ہوں گے، دریں حالات یہ دردناک فریضہ ادا کرنے کی سعادت راقم الحروف حاصل کر لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں فرقہ سازی اور گروہ بندی کا سنگِ بنیاد انگریزوں نے مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) سے رکھوایا۔ موصوف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے پوتے تھے، اس خاندانِ عالی شان کی متحدہ ہندوستان میں بلکہ بیرونِ ملک بھی شہرت تھی۔ موصوف چونکہ

منچلے، جدت پسند، آزاد منش اور مطلق العنان تھے لہذا برٹش گورنمنٹ کی نظرِ انتخاب پڑ ہی گئی اور "من تو شدم تو من شدی" والا معاملہ ہو گیا۔ مولوی عبدالحی دہلوی (المتوفی ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء) میرٹھ میں کمپنی کے ملازم تھے، معاملہ ان کی معرفت پایۂ تکمیل کو پہنچا ہوگا۔ حکومت کیطرف سے فرمائش تھی کہ اپنا خاندانی مذہب چھوڑ کر اگر محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء) کا مذہب اصلاح کے نام پر مسلمانوں میں رائج کرو گے تو منہ مانگی مراد پاؤ گے۔ اہلِ سنت کے مشہور و معروف گھرانے کا ایک نوجوان عالم جب خارجیت و نجدیت کا وعظ کہنے لگا تو ہلچل مچی، چہ میگوئیاں ہونے لگیں، دوستوں رفیقوں نے ٹوکا، استادوں اور بزرگوں نے سمجھایا تو کہیں خاموشی، کہیں ٹال مٹول، بیچوں کا کہنا سر ماتھے، لیکن پرنالہ وہیں رکھا کیونکہ اندرونِ خانہ مسلمانانِ پاک و ہند سے علیحدہ اپنا "محمدی گروہ" بنایا جا رہا تھا، مرزا حیرت دہلوی کا حیرت انگیز انکشاف ملاحظہ فرمائیے:۔

> "آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بدمعاشوں کے سرغنوں کو اپنی جادو بھری تقریر سنا کے مرید کیا اور انہیں اپنا ایسا معتقد بنایا کہ وہ اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مصلحت اس کی مقتضی تھی کہ یہ کاروائی کی جائے کیونکہ دن بدن مخالفت کی آگ بھڑکتی جاتی تھی۔" [۱]

یہ تھی مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی کے "محمدی گروہ" کی خشتِ اول، اور یہ تھے موصوف کے اعیان و انصار۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کے لاکھوں مرید اور خاندان والے کیوں مولانا کی مدد نہیں کر رہے تھے کہ انہیں بدمعاشوں کے سرغنوں سے مدد لینی

---

[۱] حیات طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۵۸۔

پڑی. گھراور باہر کی تائید وحمایت سے محرومی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ خاندانی مذہب چھوڑ کر خارجیت کے مبلغ بنے تھے، اسی سلسلے کی اگلی کڑی ملاحظہ ہو :۔

"اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ کئی برس تک پیارے شہید کے متعقدین اتنے کم رہے جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا، مگر اس ناکامی سے کسی قسم کی دل شکنی مولانا شہید کو حاصل نہ تھی"۔ [1]

اگر موصوف اپنے خاندانی مذہب پر ہوتے تو اس خاندان اور اس کی عقیدت کا دم بھرنے والے تو حد و شمار سے باہر تھے لیکن مولانا اسمٰعیل کے معتقدین کا انگلیوں پر گنا جانا یہی ظاہر کرتا ہے کہ اپنے خاندان اور خاندان کے معتقدین سے دینی رابطہ ٹوٹ چکا تھا، اس لئے اگلی کڑی ملاحظہ ہو :۔

"جب اس قسم کے وعظ ہونے لگے تو دو چار جگہ لاٹھی بھی چل گئی کیونکہ اب محمدیوں کا گروہ بھی بڑھتا جاتا تھا"۔ [2]

"محمدی گروہ" کے بارے میں موصوف کے عاشق زار و سوانح نگار مرزا حیرت دہلوی مزید یوں لکھتے ہیں :۔

"پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ ہم محمدی ہیں، چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اس ضلع میں اتنے محمدی آباد ہیں اور اس ضلع میں اتنی تعداد اسلامیوں کی ہے"۔ [3]

---

[1] حیات طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۹۷۔ [2] ایضاً ص ۹۹

[3] ایضاً ص ۲۳۸

موصوف اپنے خاندان سے مخالفت کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) لکھتے ہیں :-

"مولانا اسمٰعیل شہید موحد تھے، چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیرانِ خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔" [1]

اسی مخالفت کی کہانی تھانوی صاحب کی زبانی مزید سنئے اور خود نتیجہ اخذ کیجئے :-

شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے کہہ دیا تھا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنٰی ہوں گے من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد کیونکہ جو کوئی سنتِ متروکہ کو اختیار کرے گا، عوام میں ضرور شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے عبدالقادر صاحب سے اس کا جواب بیان کیا، اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ

---

[1] امداد المشتاق ص ۷۹۔

سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ما نحن فیہ میں سنت کا مقابل

خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے" [1]

مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے بھائی شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء) ابن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) نے تقویۃ الایمان کے رد میں "معید الایمان" کتاب لکھی اور ان کے برادر حقیقی شاہ محمد موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "حجۃ العمل فی ابطال الجہل" نامی کتاب لکھ کر تقویۃ الایمانی جہالتوں کی تردید فرمائی اور اپنے خاندانی بزرگوں کی تصانیف سے مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے معتقدات کا رد کیا۔

اس سے پیشتر یہ دونوں بھائی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے فیض یافتہ علمائے کرام نے ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں مولنا محمد اسماعیل و مولانا عبد الحی کے خلاف مجلس مناظرہ منعقد کی، یہ پاک و ہند کا پہلا سنی وہابی مناظرہ تھا۔

جب مولانا محمد اسماعیل دہلوی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے اندر کھیت رہے تو وہابیت نیم جان ہو کر رہ گئی۔ شاہ محمد اسحٰق دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) کو جانشین خاندانِ دہلی ہونے کی بنا پر باقی ماندہ جماعت کا سرگروہ بنایا گیا لیکن موصوف خاموش طبیعت اور صلح کل تھے، وہابیت کی بدنامی کا اعلانیہ دھبہ لگوانے سے پرہیز کیا لہذا ایک بورڈ مقرر کرکے سرزمین حجاز کیطرف ہجرت فرما گئے۔

---

[1] بوادر النوادر مطبوعہ دیوبند ص ۴۶۹۔

مذکور بورڈ کے صدر مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) بنائے گئے جو دہلی کالج میں شعبۂ عربی کے صدر مدرس تھے، موصوف کی زیرِ نگرانی برٹش گورنمنٹ نے بڑی رازداری کے ساتھ اینگلو انڈین علمار کی کھیپ تیار کروائی اور انہیں جلدی جلدی نئے نظامِ تعلیم میں منسلک کردیا گیا تاکہ مسلم قوم کو حکومت اپنی منشأ کے مطابق ڈھال سکے، اس سلسلے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں :-

"ان حضرات کے سرکاری اداروں میں تقرر کے لئے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کو بھی ایک قسم کی سند خیال کیا گیا اور یہ سمجھا گیا ہوگا کہ یہ حضرات دہلی کالج کے ذریعے طریقۂ تعلیم وغیرہ سے واقف ہو چکے ہیں، ورنہ اتنی آسانی سے قدیم طرز کے فارغ التحصیل علمار کو گورنمنٹ، سرکاری سکولوں، کالجوں اور محکمۂ تعلیم کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر نہیں کرسکتی تھی " ۱ے

دہلی کالج کے تربیت یافتہ حضرات کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری نے یوں وضاحت فرمائی ہے :-

"مولانا مملوک العلی کے صدر مدرس ہونے کی وجہ سے دہلی کالج کی تعلیمی سرگرمیاں یقینی آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوئی جس نے نظامِ تعلیم میں منسلک ہوکر خاطرخواہ خدمات انجام دیں مولانا محمد مظہر (مدرس آگرہ کالج) ، مولانا محمد منیر (مدرس بریلی کالج)

۱ے مولانا محمد احسن نانوتوی ، مطبوعہ کراچی ص ۲۷ ۔

مولانا محمد احسن (مدرس بنارس و دہلی کالج)، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (مدرس بریلی کالج و ڈپٹی انسپکٹر مدارس)، مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی (ڈپٹی انسپکٹر مدارس)، تو خاص ان (مولانا مملوک علی) کے اعزہ و اقارب ہیں۔"

"ان کے علاوہ شمس العلماء ڈپٹی شیخ ضیاء الدین ایل۔ ایل۔ ڈی، شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد (ف ۱۹۱۲ء) شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء)، پیرزادہ محمد حسین (سیشن جج)، خواجہ محمد شفیع (جج)، خان بہادر میر ناصر علی (ف ۵۲-۱۹۳۳ء)، مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹ء)، مولوی جعفر علی (ف ۱۳۱۴ھ) وغیرہ بہت سے ایسے حضرات ہیں جو اسی دہلی کالج کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں اور کم و بیش ان تمام حضرات نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر نمایاں خدمات انجام دیں اور گورنمنٹ نے بھی ان کی خدمات کو سراہا اور حسنِ معاملہ سے نوازا۔" [1]

جب دہلی کالج سے برٹش گورنمنٹ کی مطلوبہ کھیپ تیار ہو گئی تو اس کے کام کو وسعت دینے کی غرض سے ایک مرکز کے اسکولی اور دینی تعلیم کے علیحدہ علیحدہ دو مرکز قائم کر دیے جاتے ہیں، مشہور دیوبندی عالم، مولانا عبید اللہ سندھی (المتوفی ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:-

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی مطبوعہ کراچی ص ۱۷۷۔

"۱۸۵۷ء میں اس جماعت کی مرکزی قوت میں سلطان دہلی کی طرفداری
اور غیر جانبداری کی بنا پر ایک اختلاف رونما ہوا اور یہ جماعت دو حصوں
میں تقسیم ہو گئی۔ مولانا محمد قاسم دہلی کالج کے عربی حصہ کو دیوبند لے گئے اور سر
سید احمد خان نے کالج کے انگریزی حصہ کو علی گڑھ پہنچا دیا۔" [۱]

مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالخالق قدوسی نے ان دونوں مراکز کی انگریز دوستی کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی ہے:۔

"دل کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر علی گڑھ فریق اور دیوبندی
جماعت گورنمنٹ کے معاملہ میں قدم سے قدم ملاتے نظر آتے ہیں، دونوں
کا مقصد ملی میدان میں مسلمان قوم کو آگے بڑھانا ہے حصولِ مقصد کے لئے
انگریز سے کامل وفاداری کو دونوں ہی ذریعہ سمجھتے ہیں۔" [۲]

مدرسہ دیوبند کے معاونین و اراکین کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب یوں وضاحت فرمائی ہے:۔

"اس بنا میں خصوصیت سے حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب قدس سرہ
حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب قدس سرہ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب
قدس سرہ قابلِ ذکر ہیں جن کا ہاتھ ابتدا ہی سے تاسیسِ مدرسہ میں تھا۔ یہ
حضرات خصوصیت سے حضرت نانوتوی صاحب قدس سرہ کے دست و بازو

---

[۱] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۱۲۔

[۲] ہفت روزہ الاعتصام لاہور بابت ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶۔

رہے ہیں اور بنا۔ بعد بھی اس کی ذمہ دار مجلس کے رکنِ رکین کی حیثیت سے

مدرسہ کے تمام امور میں عملاً شریک رہے ہیں۔" [1]

بانیانِ مدرسہ میں سے مولانا محمود الحسن (المتوفی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (المتوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) پہلے بریلی کالج میں مدرس تھے۔ اس کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدرس رہے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

دوسرے بانی مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کے والد مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی ہیں۔ یہ بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدرس تھے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اہلِ ملک ان دونوں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کو "کالا پادری" کہا کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے پر ان دونوں حضرات کو الہام کیا گیا ہوگا کہ ایک اسلامی مدرسہ قائم کرو۔ ان حضرات کے بارے میں مولانا عبدالخالق قدوسی لکھتے ہیں:۔

"ایسے میں چند ایسے حضرات میدان میں آئے جن کی پوری تربیت گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں میں ہوئی تھی اور سرکاری ملازمت میں رہ کر وہ اپنے آپ کو گورنمنٹ کے وفادار ثابت کر چکے تھے۔ انہوں نے دیوبند میں ایک عربی دینی مدرسہ "دارالعلوم" کی بنیاد رکھ دی۔

اوپر کے بیان کردہ پس منظر میں دیکھا جائے تو دینی تعلیم کا یہ اہتمام گورنمنٹ انگریزی کی منشا اور پالیسی کے مطابق تھا اور چونکہ اس پہلے دینی مدرسہ کے بانی اور صدر مدرس دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور سرکاری ملازمت

---

[1] بیس بڑے مسلمان ص ۲۶۔

میں رہ کر گورنمنٹ کا مکمل اعتماد حاصل کر چکے تھے۔ نیز یہ حضرات ڈپٹی انسپکٹر
مدارس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے اس لئے قدرتاً انگریزی گورنمنٹ
نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بلکہ انگریزی ڈپلومیسی کی روشنی میں دیکھا جائے
تو کوئی بعید نہیں کہ اس مدرسہ کے قیام میں اس (حکومت) کا کسی طرح
کا ایمار شامل ہو۔" لہ

دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلا صدر مدرس جس شخص کو بنایا گیا وہ مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء) کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) تھے، پروفیسر محمد ایوب قادری یوں وضاحت کرتے ہیں :-

"جب ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو مدرسہ اسلامیہ دیوبند قائم ہوا تو مولانا
محمد یعقوب صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس وقت مولانا محمد یعقوب
سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔" لہ

مدرسہ دیوبند کے پہلے صدر مدرس برٹش گورنمنٹ میں کیا خدمات انجام دیتے تھے ملاحظہ فرمائیں :-

"مولانا مملوک العلی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی
اجمیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر بنارس، بریلی اور سہارنپور میں
ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔" سہ

لہ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور بابت ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶۔

لہ مولانا محمد احسن نانوتوی مطبوعہ کراچی ص ۱۹۲۔ سہ ایضاً ص ۳۸۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے بارے میں مولٰنا عبدالخالق قدوسی یوں لکھتے ہیں :۔

" قیامِ مدرسہ کے بعد سب سے پہلے صدر مدرس کی حیثیت سے جس شخص کا تقرر ہوا وہ مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے ۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ بزرگ بھی ۱۸۵۷ء کے وقت اسی عہدہ پر فائز تھے ۔" [1]

؎ راہزن خضرِ رہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

برٹش گورنمنٹ نے جب اپنے پروردہ علماء یعنی ڈپٹی انسپکٹروں سے یہ مدرسہ قائم کروالیا تو چند سال بعد اس کا خفیہ معائنہ کروایا گیا تاکہ دیکھا جائے کہ جس مقصد کی خاطر اس کا قیام عمل میں آیا تھا وہ حاصل بھی ہو رہا ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں :۔

" اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۔ ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمے پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ۔ اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں :۔

جو کام بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے ۔ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ

---

[1] ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور بابت ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶ ۔

ممد و معاونِ سرکار ہے۔ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن (سلیم الطبع) ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں، کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو۔ صاحب! مسلمانوں کے لئے تو اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی۔ اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پاوے تو خالی نفع سے نہیں۔ اے صاحب! سنا کرتے تھے کہ ولایتِ انگلستان میں اندھوں کا مدرسہ ہے، یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریر اقلیدس کی شکلیں کفِ دست پر ایسی ثابت کرتے ہیں کہ باید و شاید۔" [1]

گورنر کے خفیہ معتمد کا معائنہ کرنا آخر کیوں؟ انگریز افسر نے مدرسہ دیوبند، وہاں کی تعلیم اور معلموں کی تعریف کیا اس وجہ سے کی تھی کہ یہاں اسلام کی خدمت کی جارہی تھی؟ کیا انگریز خدمتِ اسلام سے خوش ہوتے تھے یا اس کے استحصال سے سکونِ قلب کا سامان پاتے تھے؟ تعریف تو اسی وجہ سے کی گئی ہوگی کہ برٹش گورنمنٹ کی جڑیں پاتال تک پہنچانے کے لئے جو کام علی گڑھ، قادیان، دہلی اور لاہور میں ہو رہا تھا۔ یہ مدرسہ بھی کمال رازداری کے ساتھ وہی کام انجام دینے میں مصروف ہے، اسی مقصد کی خاطر گورنر نے معائنہ کروایا ہوگا ورنہ کہاں ایک اسلامی مدرسہ اور کہاں حکومت کی طرف سے اس کی کارکردگی کا جائزہ؟ خود پامر کا یہ اعتراف کہ: "یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ ممد و معاونِ سرکار ہے" یار لوگوں کی تمام پادر ہوا تاویلوں کی جڑیں کاٹ دیتا ہے۔ مولانا عبدالخالق قدوسی نے اس بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے:۔

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی ص ۲۱۷۔

"۱۸۶۵ء میں بننے والے اس دینی مدرسہ نے جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا اور ہماری رائے یہی وہ خدمتِ جلیلہ ہے جسے مسٹر پامر اپنے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ یہ مدرسہ ممد و معاونِ سرکار ہے۔" [1]

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اسی طرح رجب ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں "مظاہر العلوم" کے نام سے مدرسہ دیوبند کے چھ ماہ بعد سہارنپور میں دوسرا دینی مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس کے پہلے شیخ الحدیث مولانا محمد مظہر نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) تھے۔ موصوف مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) کے شاگرد عزیز رشتہ دار اور دہلی کالج کے تربیت یافتہ تھے۔ آگرہ کالج میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ریٹائر ہونے پر انہیں بھی شاید دینی مدرسہ قائم کرنے کا الہام ہو گیا ہوگا۔ موصوف کے دستِ راست ان کے برادرِ خورد مولانا محمد منیر نانوتوی تھے جو دہلی کالج کے تعلیم یافتہ اور مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بریلی کالج میں تعلیمی خدمات سرانجام دیں اور ریٹائر ہو کر دو سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے، تیسرے بھائی مولانا محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ/ ۹۴ ۱۸ء) تھے۔ یہ بھی دہلی کالج کے پروردہ تھے جو بنارس کالج اور بریلی کالج میں تعلیمی فرائض ادا کرتے رہے یہ ہے مدرسہ دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے قیام اور قائم کرنے والوں کی مختصر تاریخی کہانی خود ان کی زبانی۔

اب ذرا اپنے دینی اور یقینی بزرگوں کے برٹش گورنمنٹ کے بارے میں چند بیانات اپنوں

---

[1] ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور بابت ۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶۔

کی زبانی ہی ملاحظہ فرما لیجئے :-

"۱۲۳۱ھ تک سر سید احمد صاحب امیر خان کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرا دی اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر لبعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی اولاد حکمرانی کرتی ہے، دینے طے پائے تھے۔ لارڈ ہیٹنگ سید احمد صاحب کے بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا، دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان لارڈ ہیٹنگ اور سید احمد صاحب، سید احمد صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا۔" [1]

سید احمد صاحب سے جہاد کی تیاری کے موقع پر کسی نے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں سے لڑنے تو جا رہے ہیں لیکن انگریزوں سے گھر بیٹھے کیوں نہیں لڑتے؟ جب کہ انھوں نے ہماری آزادی سلب کی ہوئی ہے، موصوف نے اس کا طولانی جواب دیا جس کا آخری حصہ مولانا محمد جعفر تھانیسری کے لفظوں میں یوں ہے :-

"انگریزی سرکار گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائضِ مذہبی اور عباداتِ لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں، وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم پر اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل

---

[1] حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۳۶۱۔

کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرادیں۔" [1]

تھانیسری صاحب اسی سلسلے میں مزید یوں وضاحت بھی فرمائی ہوئی ہے :-

" اس سوانح اور مکتوبات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا، وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزی سرکار اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔" [2]

برصغیر پاک و ہند میں وہابیت کا سنگ بنیاد رکھ کر اہل سنت وجماعت کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے والے مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے نظریۂ جہاد کے بارے میں سرسید احمد صاحب یوں اپنی معلومات قلمبند کرتے ہیں :-

" ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کا وعظ فرما رہے تھے اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کا وعظ کیوں نہیں کہتے؟ وہ بھی تو کافر ہیں! اس کے جواب میں

---

[1] حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۱۔

[2] ایضاً ص ۱۷۱۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں"۔ [1]

مرزا حیرت دہلوی نے اسی واقعہ کو اپنے لفظوں میں یوں بیان کیا ہے:۔

"کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے، تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتوےٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے، ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ ان پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں"۔ [2]

آج کل کے بعض نام نہاد وہابی مؤرخین سید احمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تحریکِ جہاد کا رخ انگریزوں کی طرف بغیر کسی ثبوت کے پھیر کر اپنے تاریخ چور اور انصاف کش ہونے کا ثبوت پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے بارے میں مولانا محمد اسماعیل پانی پتی نے یوں

---

[1] ہنٹر بر ہنٹر ص ۲۹۔ [2] حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۶۴۔

وضاحت کی ہے :۔

"سر سید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید، انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا بلکہ سر سید کے اس بیان کی تائید بعد کے متعدد مورخوں نے بھی کی ہے چنانچہ نواب صدیق حسن نے ترجمانِ وہابیہ مطبوعہ امرتسر کے صفحہ ۲۱، ۸۸ پر، نیز سوانح احمدی مؤلفہ محمد جعفر تھانیسری میں بیسں مقامات پر، اسی طرح حضرت شاہ اسمٰعیل کے سوانح موسوم حیاتِ طیبہ کے صفحہ ۱۸۹، ۲۹۲، ۲۹۴ پر اس خیال کو پیش کیا گیا ہے مگر حال میں بعض اصحاب نے ان حقائق کے برخلاف یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل کا اصل مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے حضرات کا یہ بیان واقعات کے مطابق نہیں اور نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے۔" [1]

ملک صاحب! بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کے بیان " اس فتنہ کی تخم ریزی گورنمنٹ برطانیہ نے کی " اور " یہ سب کرشمے گورنمنٹ برطانیہ کے تھے " کی تائید و تصدیق میں چند اور خوشنما چہروں سے نقاب کشائی کا دیانت داری کے ساتھ فریضہ ادا کروں تاکہ آج انصاف پسند اور متلاشیان حق کو، جو حق و باطل، اور کھرے کھوٹے کا امتیاز کرنے میں وقت پیش آرہی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔

---

[1] مقالات سر سید حصہ نہم مطبوعہ لاہور ص ۲۰۷۔

ہاں جو حضرات اپنے علماء کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنا کر نہ صرف ان کے عقیدت مند بلکہ پجاری بنے بیٹھے ہیں اور خدا پرستی کے نام پر فرقہ پرستی ہی کو اپنا دین وایمان بنائے رکھنے پر مصر ہیں، ان کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اور نہ ہم ان سے مخاطب ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوے جاری کیا۔ اکثر علمائے اہلِ سنت نے آپ کے فتوے کی تائید و تصدیق کی اور یہ حضرات انگریزوں کے خلاف اپنی پوری صلاحیتیں وقف کئے ہوتے تھے اس وقت سید احمد صاحب کے ایک مرید اور ان کی تحریکِ جہاد کے سرگرم کارکن یعنی مولانا محبوب علی نے کیا پارٹ ادا کیا؟ یہ سر سید احمد خان صاحب کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے :۔

"شاید اس مضمون کے پڑھنے والے اس عجیب بات کے سننے سے بھی خوش ہوں کہ مولوی محبوب علی صاحب وہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء میں باغیوں کے سرغنہ بخت خان نے عین ہنگامۂ غدر میں طلب کیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمانے میں انگریزوں پر جہاد کرنے کی نسبت ایک فتوئے پر اپنے دستخط کریں مگر مولوی محبوب علی صاف انکار کیا اور بخت خان سے کہا ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی رو سے اپنے حاکموں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور طرہ برایں یہ ہوا کہ جو ایذا بخت خان اور اس کے رفیقوں نے انگریزوں کی میموں کو دی تھی اس کی بابت بخت خان کو سخت لعنت ملامت کی۔" لہ

لہ جنتر پر جنتر مطبوعہ لاہور بار اول ۱۹۴۹ء ص ۳۲۔

سید احمد صاحبؒ کے ایک اور مرید و خلیفہ یعنی مولانا کرامت علی جون پوری نے انگریزوں کی حمایت اور مجاہدینِ آزادی کے خلاف جو فتوےٰ جاری کیا تھا اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مشہور انگریز مورخ ولیم ہنٹر نے لکھا ہے :-

" یہ بڑا ہی مبارک واقعہ ہے کہ جس ضلع (جون پور) سے ہندوستان کے سب سے بڑے مسلمان بادشاہ (اکبر) کے خلاف بغاوت کا فتوٰی شائع ہوا تھا، اس نے ایک ایسا عالم بھی پیدا کر دیا جس کا فتوےٰ انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کو سختی سے منع کرتا ہے۔" [۱]

شاہ محمد اسحٰق دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء) کے بعد مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) پر اسرار وہابی بیڑے کے امیر البحر بنے۔ یہ دہلی کالج میں شعبہ عربی کے صدر اور برٹش گورنمنٹ کے لئے مطلوبہ علماء کی کھیپ تیار کرنے پر متعین تھے۔ موصوف کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں :-

" دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپلوں کے وہ معتمد تھے۔ کالج کی رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز پرنسپل مولانا مملوک العلی پر بہت اعتماد کرتے تھے اور ہر سالانہ رپورٹ میں ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے، ایک موقع پر گورنر جنرل بہادر نے مولانا مملوک العلی کو انعام سے بھی نوازا۔ صورت یہ ہوئی کہ ۱۵ تا ۱۷ نومبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل بہادر نے دہلی میں دربار کیا۔ ۱۷ نومبر کے دربار میں ۲۷ حضرات کو انعام و

---

[۱] ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۱۷۳۔

اکرام سے نوازا۔ مولانا مملوک العلی مدرس اول کو خلعتِ سہ پارچہ مرحمت ہوا"۔ [1]

دہلی کالج کے پروردہ اور مولانا مملوک العلی کے شاگرد مولانا سمیع اللہ دہلوی کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں :۔

"۱۶ دسمبر ۱۸۸۴ء کو مولوی سمیع اللہ مصر میں انگریزوں کے استعمار کو مضبوط کرنے کی غرض سے پولٹیکل مشن پر مصر گئے اور وہاں انہوں نے جمال الدین افغانی کی تحریک کو نقصان پہنچایا۔ ان خدمات کے صلہ میں ان کو سی۔ ایم جی کا خطاب ملا"۔ [2]

مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی بھی دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ موصوف کے سوانح نگار یعنی افتخار عالم بلگرامی نے ان کا ایک بیان یوں نقل ہوا ہے :۔

"شکر ہے کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسوں کی، جن کی عملداری میں ہم کو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہے"۔ [3]

مولانا محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ) بھی دہلی کالج کے فیض یافتہ نیز مولانا مملوک علی کے شاگرد اور عزیز تھے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ بریلی کالج میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ موصوف کی شریعت میں انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کی کوشش کرنا ناجائز تھی اس سلسلے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں وضاحت فرماتے ہیں :۔

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء ص ۱۷۶۔ [2] ایضاً ص ۱۸۴۔

[3] حیاتِ نذیر مصنفہ افتخار عالم بلگرامی مطبوعہ شمسی پریس دہلی ص ۱۳۷۔

" ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو نمازِ جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔ نواب بہادر خاں کمشنر بریلی مسٹر الیگزینڈر کے بظاہر مددگار رہتے اور نواب صاحب پر کمشنر بریلی کو پورا اعتماد تھا۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز مورخ رقمطراز ہے :-
پچھلے صدی کے ..... محافظ (حافظ رحمت علی) کے پوتے خان بہادر نے کمشنر بریلی کی کوشش کی پوری پوری تائید کی اور کالج (بریلی کالج) سے منسلک ایک مولوی (مولانا محمد احسن نانوتوی) نے مسجد میں تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ شرع ہے۔" [1]

بریلی کے غیور مسلمانوں پر اس تقریر کا جو اثر ہوا وہ بھی پروفیسر محمد ایوب قادری کے لفظوں میں ملاحظہ ہو :-

" اس تقریر نے بریلی میں آگ لگادی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوالِ شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔" [2]

غیر مقلدین کے وکیل مولانا محمد حسین بٹالوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) نے انگریز کے خلاف جہاد کو خلافِ شرع بتاتے ہوئے ایک فتویٰ رسالے کی شکل میں شائع کیا۔ اس پر تمام غیر مقلد علماء کی مہریں کروائی گئیں اور اس کو پورے پاک و ہند میں مشتہر کیا گیا۔ موصوف کی اس کارگزاری کا حال نواب

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۵۰۔ [2] ایضاً ص ۵۱۔

صدیق حسن خان بھوپالی رئیس الوہابیہ کی زبانی ملاحظہ ہو :۔

" ۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدینِ لاہور بجواب وسوال ومسئلہ اور اس فتوے کے آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند، مسلمانانِ ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانے چاہیئے یا نہیں ؟ یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے اور از روئے شریعتِ اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے کہ جس نے آزادئ مذہب دی ہے، ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں "

پوری اہلِ حدیث جماعت نے اس فتوے کی جس طرح تصدیق وتائید کی وہ نواب صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو :۔

" پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعوٰے اور جواب کی تصدیق میں کل علماء ملکِ پنجاب و اطرافِ ہند کے پاس اپنے جوابی فتوٰے جوابی کو بھیج دیا اور اچھی طرح سے مشتہر کیا اور کل علماء ہند وملک پنجاب سے اس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرالیا کہ عموماً مسلمانان ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلافِ مسئلہ سنت و ایمانِ موحدین ہے اور نیز کل علماء ملک پنجاب وہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط ومہر کرکے

مولوی محمد حسین کو اس فتوےٰ میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتوے کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان و اسلام کے ہے: پھر مولوی محمد حسین نے اس بات کی استدعا کی تھی کہ وہابیانِ ملکِ ہزارہ کے نزدیک ایک عالم ایلچی بذریعہ مسلمانان ہند کے بھیجا جاوے اور وہ مع اس فتوےٰ کے جا کر اس ناسمجھ گروہ کو مطلع کر دے کہ جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کے ممنوع ہے اور نیز ان کو آگاہ کردے کہ ان کی اس نافہمی کے خونریزی و قتال وجہاد پر سخت گناہ ثابت ہے اور سب کا گناہ ان کے سر پر دارد شرعی ہے اور چونکہ از روئے شریعتِ اسلام برٹش گورنمنٹ ہند سے جہاد کرنا خلافِ طریقۂ اسلام و شریعت حقہ کے ہے۔ اس لئے ان کو خیر خواہی گورنمنٹ ہند میں برابر مستعد رہنا چاہیے۔ [۱]

مولانا محمد حسین بٹالوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) کے مذکورہ فتوے کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں:-

"مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" ۱۲۹۲ھ میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ

---

[۱] ترجمان وہابیہ مطبوعہ امرتسر ص ۱۲۰۔

سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیا گیا۔ مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا، پھر مزید مشورہ اور تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔" [1]

مشہور غیر مقلد عالم مولانا مسعود عالم ندوی نے اس سلسلے میں یہ انکشاف بھی کیا ہے:۔

"معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔" [2]

مولانا محمد حسین بٹالوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ) کو اپنے اس فتوے پر بڑا ناز تھا۔ وہ اسے اپنا عدیم النظیر کارنامہ شمار کیا کرتے تھے یعنی ان سے بڑھ کر گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی کا حق کسی ہندی عالم سے انجام نہیں دیا جا سکا تھا۔ اس امر کی وضاحت پروفیسر محمد ایوب قادری نے یوں فرمائی ہے:۔

"اگرچہ اس مضمون (منسوخیٔ جہاد) کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے خیر خواہوں نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالے میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں پائی نہیں جاتی وہ یہ ہے کہ رسالہ صرف مؤلف کا خیال نہیں رہا۔ اس گروہ (غیر مقلدین) کے عوام و خواص نے ..... اس کو پسند کیا اور اپنے اپنے آراء کا توافق ظاہر کیا۔ اس توافق رائے حاصل

---

[1] مقدمہ حیات سید احمد شہید ص ۲۵۔ [2] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مطبوعہ ۱۳۶۸ھ ص ۲۹۔

کرنے کے لئے مؤلف نے عظیم آباد پٹنہ تک ایک سفر کیا تھا جس میں لوگوں کو یہ رسالہ سنا کر اتفاق حاصل کیا اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اس رسالے کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا۔" لہ

مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۹۰۸ء) سے پہلے سرسید احمد خان نازاں تھے کہ برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہی میں انہیں پشاور سے راس کماری تک اپنا کوئی حریف نظر نہیں آتا تھا لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی نہ صرف ان کے مدمقابل بن سکے بلکہ ایک لحاظ سے گوئے سبقت لے گئے۔ مولانا اور ان کی جماعت کو خود اس بات کا احساس تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے موصوف کا ایک ایسا ہی فخریہ، معنے خیز اور قابلِ غور بیان ان کے اشاعۃ السنۃ" لاہور کی جلد ۸، شمارہ ۹ کے صفحہ ۲۶۲ سے یوں نقل کیا ہے :-

"اس گروہِ اہلِ حدیث کے خیرخواہ و وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے کی ایک بڑی اور روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیرِ حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس امر کو اپنے قوی وکیل، اشاعۃ السنہ کے ذریعہ سے جس کے نمبر ۱۰ جلد ۶ میں اس امر کا بیان ہوا ہے (اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ، رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔" لہ

لہ محمد ایوب قادری مقدمہ حیات سید احمد شہید مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ص ۲۵۔

لہ ایضاً ص ۲۷۔

یہ تو شاید ملک حسن علی صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بیان " یہ لوگ (غیر مقلدین) برٹش گورنمنٹ کے زیرِ حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں " کی تہ میں کیا نظر آرہا ہے؟ شاید یہاں کوئی الہام باقی رہ گیا ہو لہٰذا موصوف کا اس سے بھی صاف اور صریح بیان ملاحظہ فرمائیے :-

" یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں " [1]

ملک صاحب! جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریز نے بوریا بستر گول کیا اور پاکستان کے نام سے ایک نئی اسلامی حکومت صفحۂ ہستی پر نمایاں ہوئی تو مولانا محمد حسین بٹالوی اور میاں نذیر حسین دہلوی کی جماعت کے دلوں پر کیا گزری ہوگی؟ شاید اسی وجہ سے گورنمنٹ برطانیہ کے قائم کردہ فرقے قیامِ پاکستان کی رکاوٹ کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے تھے اور جب پاکستان بن گیا تو بھی کوشش رہی کہ کسی طرح حقیقت میں یہ اسلامی مملکت نہ بن جائے ورنہ ہمیں جعفرِ بنگال و صادقِ دکن کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

ملک صاحب! اس فرقہ بازی کا پاک و ہند میں سنگِ بنیاد رکھنے والے مولانا محمد اسمٰعیل

---

[1] مقدمہ حیات سید احمد شہید ص ۲۷۔

دہلوی ہیں جنہوں نے اپنی نوزائیدہ جماعت کا نام "محمدی گروہ" رکھا اور اس میں سب سے پہلے بدمعاشوں کے سرغنوں کو حصولِ برکت کی خاطر شامل کیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ اس وقت مسلمانانِ پاک و ہند نے کہنا شروع کر دیا کہ واقعی یہ لوگ "محمدی" ہیں کیونکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں۔ تنگ آ کر ان لوگوں نے خود کو "موحدین" کہنا شروع کر دیا۔ منکرینِ شانِ رسالت ہونے کی بنا پر مسلمانوں نے کہا کہ حقیقۃً یہ بیچارے بھی واقعی سکھوں کی طرح بڑے موحد ہیں۔ آخر مولانا محمد حسین بٹالوی نے برٹش گورنمنٹ سے اس جماعت کا نام "اہلحدیث" منظور و مشتہر کروا دیا اور انہیں "وہابی" کہنے سے ممانعت کر دی گئی۔ یوں ۱۸۸۸ء میں "اہل حدیث" کا نام اختیار کرنے والی جماعت کو حدیث کیطرح مسلمانوں کی قدیمی اور اصلی جماعت منوانے کے لئے چور دروازے کیطرف روانہ کر دیا گیا۔ بہرحال اس نام کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں تصریح کرتے ہیں :-

"انہوں (مولوی محمد حسین بٹالوی) نے ارکانِ جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعہ سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کی۔ اس درخواست پر سر فہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسبِ ضابطہ منظوری آ گئی کہ آئندہ "وہابی" کے بجائے "اہلحدیث" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ لفٹیننٹ گورنر پنجاب نے اس کی باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دی۔ اس طرح گورنمنٹ مدارس کیطرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲۷، گورنمنٹ بنگال کیطرف سے

۴ر مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۵۶، اور گورنمنٹ یو۔پی کی طرف سے ۲۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶۔ گورنمنٹ سی۔ پی کیطرف سے ۱۴ر جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۷۰۴ء اور گورنمنٹ بمبئی کیطرف سے ۱۴ر اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۷۳۲، اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملی۔" [1]

اب ذرا اپنے بڑے میاں یعنی شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی (المتوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کا حال ملاحظہ فرمائیے :-

"مولوی محمد حسین بٹالوی کی پوری پالیسی میں شمس العلماء شیخ الکل میاں نذیر حسین ممد و معاون بلکہ سرپرست و سرخیل رہے اور صادق پور کے بجائے مرکز قیادت دہلی اور لاہور منتقل ہو گیا۔" [2]

معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو کچھ کر رہے تھے وہ میاں نذیر حسین دہلوی کی قیادت اور ان کی ہدایات کے تحت کیا جا رہا تھا لہٰذا اس حوالے کے بعد میاں صاحب کے بارے میں مزید کچھ لکھنے اور تاریخی ثبوت پیش کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں لیکن ملک صاحب کے بیان کی چونکہ ہمیں پوری طرح تصدیق و تائید کرنی ہے لہٰذا قارئین کی مزید تشفی کے لئے علیحدہ میاں صاحب کے بارے میں کچھ عرض کر دیا جاتا ہے۔ موصوف کے سوانح نگار رقمطراز ہیں :-

"اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانۂ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتوے دیا تو میاں صاحب

---

[1] مقدمہ حیات سید احمد سعید ص ۲۶۔ [2] ایضاً ص ۲۸۔

نے نہ اس پر دستخط کیا نہ مہر، وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ بڈھا بہادر شاہی نہ تھی، وہ بے چارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔۔۔۔۔ بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے؟ ؛" [1]

۱۸۶۴ء کے مقدمہ بغاوت میں میاں صاحب بھی ماخوذ ہوئے، نتیجہ کیا نکلا؟ ملاحظہ فرمایئے:

"وہ جس طرح ۱۸۵۷ء میں مسز لیسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے اسی طرح ۶۵ - ۱۸۶۴ء کے مقدمہ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہرے۔" [2]

میاں صاحب ۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کے لئے جانا چاہتے تھے لیکن جس حرم میں جا کر جانور بھی بے خوف ہو جاتے ہیں میاں صاحب کو وہاں زبردست خطرہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ حجاز مقدس کی حکومت مبتدعین کا اس وقت تک محاسبہ کیا کرتی تھی۔ میاں صاحب۔ برٹش گورنمنٹ سے پروانہ امن حاصل کر کے خانۂ خدا کی طرف عازم ہو سکے چنانچہ اسی واقعے کو ان کے سوانح نگار نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"۱۳۰۰ھ میں جب میاں صاحب نے حج کا ارادہ مصمم کر لیا تو اس خیال

---

[1] الحیات بعد الممات مصنفہ مولانا فضل حسین بہاری مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء ص ۱۲۵

[2] ایضاً ص ۱۳۷

سے کہ مخالفین ایذاء رسانی میں کچھ کم ۔ مہ نہیں لیں گے اور یہ موقع ان کے لئے اوقاتِ مغتنمہ سے ثابت ہوگا۔ آپ نے کمشنر دہلی سے ملاقات کرکے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ و روضہ مطہرہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ کمشنر دہلی نے آپ کو ایک چھٹی مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء دی جس کی بجنسہٖ نقل معہ ترجمہ اردو ہدیۂ ناظرین ہے۔" لہ

دہلی کے سروس کمشنر و سپرنٹنڈنٹ مسٹر جے ۔ ڈی ٹریلیٹ بنگال کی چھٹی کا اردو ترجمہ سوانح نگار کے لفظوں میں یہ ہے :۔

"مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرضِ زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔" ۲ہ

حج بیت اللہ کی خاطر جانے سے پیشتر موصوف نے دوسری چھٹی مسٹر لیسنس سے حاصل کی جس کی بیوی کی جان آپ نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران بچائی تھی۔ اس چھٹی کے بارے میں سوانح نگار یوں رقمطراز ہیں :۔

"دوسری چھٹی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل مقیم جدہ کے دی جس میں آپ کی خیرخواہیٔ زمانہ غدر کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی جتا دیا تھا

لہ الحیات بعد الممات ص ۱۳۸، ۱۳۹۔ ۲ہ ایضاً ۱۴۰۔

کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور ان میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیمنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کا قونسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شر و فساد سے بچاتے رہے۔ ؎۱

مکہ مکرمہ میں جب میاں صاحب کا شدید مواخذہ ہوا تو گورنر کے سامنے آپ نے جو بیان دیا اس کا یہ حصہ قابلِ غور ہے :۔

"ہندوستان میں اس وقت انگریزی حکومت ہے۔ وہاں ہر مذہب والا آزادی کے ساتھ اپنے شعائرِ مذہب کے ادا کرنے کا مجاز ہے کوئی مسلمان نہ جمعہ سے روکا جاتا ہے نہ جماعت سے اور یہاں اسلامی سرزمین اور مسلمانوں کی حکومت میں ہم لوگ طوافِ کعبہ اور جمعہ و جماعت سے مجبور ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں (وہابیوں) کے لئے خدا کی رحمت ہے"
؎۲

کاش! میاں صاحب اور ان کے متبعین یہ سوچ لیتے کہ اسلامی حکومت ان کا مواخذہ کیوں کر رہی ہے؟ مسلمانوں کی نظروں میں خار بن کر کھٹکنا منظور رہا لیکن برٹش گورنمنٹ کی نظرِ عنایت کے مستحق ہی بنے رہے اور شمس العلماء بھی بن گئے مثلاً :۔

و شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء

؎۱ الحیات بعد الممات ص ۱۴۰ - ۱۴۱ - ؎۲ ایضاً ص ۱۶۱ - ۱۶۲ -

مطابق ۲۱ محرم ۱۳۱۵ھ بروز شنبہ کو ملا۔ لہ

اب اپنے غیر مقلدین بڑے کے سرکاری ماخذ، عالیجناب مولانا نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) کے نوابی فتوے پیش کر دینے میں آخر کیا حرج ہے! جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بارے میں موصوف فرماتے ہیں:

"آج کل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ نہیں بلکہ اکثر ارباب دول وحکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں سے اور ایمان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔" لہ

موصوف نے اس سلسلے میں اپنا عندیہ ان الفاظ میں بھی دہرایا ہے:۔

"جس کا جی چاہا، اس کو وسعت سرداری نے گھیرا وہی سرکار سے باغی ہو کر لڑنے کو کھڑے ہو گئے، اور اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا حالانکہ وہ جہاد نہ تھا، سراسر فتنہ تھا" لہ

نواب صاحب تو یہ فرما رہے ہیں، وہاں ان کی معنوی ذریت یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتی کہ ۱۸۵۷ء میں اور اس کے بعد بھی انگریزوں کے خلاف جہاد ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ موجودہ وہابی حضرات خواہ مخواہ اپنے بزرگوں کو مفسد اور فتنہ پرور ٹھہرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیجئے! موصوف کی زبانی ہی سن لیجئے کہ وہ باغی کون تھے؟

"جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسرِ عناد

لہ ترجمان وہابیہ ص ۳۰۔ لہ ایضاً ص ۴۷۔ لہ ایضاً ص ۱۲۰۔

ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہبِ حنفی تھے نہ متبعانِ سنتِ نبوی" ؎۱

شاید کسی کو یہ شبہ ہو جائے کہ وہ دیوبندی حضرات نہ ہوں حالانکہ اس وقت دیوبندی حضرات کا برصغیر پاک و ہند میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ خود مدرسہ دیوبند کا اس جنگِ آزادی کے دس سال بعد سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا۔ خیر اب ان کے اپنے اصطلاحی باغیوں کا حکم بھی موصوف کی زبانی سن ہی لینا چاہیئے، آپ فرماتے ہیں :-

"وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادگی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں، کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں" ؎۲

اب ذرا موصوف کی زبانی برٹش گورنمنٹ کی قصیدہ خوانی ملاحظہ فرمائیے تاکہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آئے :-

"غرض ان (قاضی شوکانی) کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ درستی ملک اور صفائی راہ اور رفاہِ عوام اور امنِ خلائق اور امنِ مخلوق اور راحت رسانی رعیت اور آرام دہی بریت میں حکامِ فرنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں بلکہ اکثر اوقات میں ہرگز نہیں اگرچہ ہر وقت کے ملا اور مفتی خوشامد کی راہ سے باتیں بناتے ہیں اور ہر کسی کو اچھا بتاتے ہیں مگر میری نظر میں جو راجح اور صحیح معلوم ہوا وہ لکھ دیا، قبول و ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے" ؎۳

؎۱ ترجمان وہابیہ ص ۷۴۔ ؎۲ ایضاً ص ۱۲۰۔

؎۳ ایضاً ص ۳۴۔

ے ایمان بیچنے پہ ہیں وہ سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

سرسید احمد خانصاحب (المتوفی ۱۸۹۸ء) کے خیالات برٹش گورنمنٹ کے بارے میں کیا تھے؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن موصوف کا تذکرہ نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی یوں وضاحت فرماتے ہیں:۔

"انہوں (سرسید) نے کئی موقعوں پر یہ ظاہر کیا کہ میں ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کا استحکام کچھ انگریزوں کی محبت اور ان کی ہواخواہی کی نظر سے نہیں چاہتا بلکہ صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی خیر اس کے استحکام میں سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اگر وہ اپنی حالت سے نکل سکتے ہیں تو انگلش گورنمنٹ ہی کی بدولت نکل سکتے ہیں۔" [1]

محبوب کی زبان سے محب کا ذکر ہو، اس میں جو بات ہے وہ دوسروں کے الفاظ میں کہاں؟ لیجئے سرسید احمد خان صاحب کی زبانی برٹش گورنمنٹ کی رام کہانی سن لیجئے:۔

"ہم جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدر دان گورنمنٹ نے خیرخواہ مسلمانوں کی کیسی قدر و منزلت اور عزت و آبرو کی، انعام و اکرام اور پنشن و جاگیر سے نہال کر دیا ہے۔ ترقی عہدہ اور افزائی مراتب سے سرفراز کیا ہے، پھر کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مسلمان نازاں ہوں اور

---

[1] حیاتِ جاوید ص ۶۸۳۔

اپنی گورنمنٹ کے شکر گزار اور ثنا خوان رہیں"۔ [1]

سرزمینِ پاک و ہند پر انگریزوں نے کس طرح قبضہ کیا ! تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے پر بھی یہ امر بالکل واضح ہے لیکن اس حقیقت کے برعکس موصوف کیا فرماتے تھے یہ ان کے سوانح نگار یعنی مولانا حالی کی زبانی سنئے :۔

"وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو ہندوستان کی حکومت کرنے میں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انہوں نے یہاں کی حکومت بزور حاصل کی اور نہ مکر و فریب سے ، بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اصلی معنوں میں ضرورت تھی ، سوا سی ضرورت نے ہندوستان کو ان کا محکوم بنا دیا"۔ [2]

وہابیوں کے حق میں برٹش گورنمنٹ کا قیام و استحکام کیسا ہے ؟ اس سلسلے میں موصوف کا نظریہ وہی ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی ، میاں نذیر حسین دہلوی اور مولانا نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا تھا چنانچہ وضاحت فرماتے ہیں :۔

"وہابی جس آزادیٔ مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہیں ، دوسری جگہ ان کو میسر نہیں ہے ۔ ہندوستان ان وہابیوں کے لئے دار الامن ہے"۔ [3]

مسلمانوں کی حکومت موصوف کی نظر میں کیسی تھی ، اس امر کا تذکرہ یوں فرمایا تھا :۔

"انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں خود اس فرقہ کے لئے جو وہابی

---

[1] حیاتِ جاوید ص ۱۵۷۔ [2] ایضاً ص ۱۵۷۔ [3] مقالات سرسید حصہ نہم مطبوعہ لاہور ص ۲۱۲

کہلاتا ہے، ایک رحمت ہے، جس طرح ہندوستان میں کل مذہب کے لوگوں کو کامل آزادی ہے۔ جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں ان میں بھی رعایا کو ایسی آزادیٔ مذہب ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ سلطان کی عملداری میں وہابی کا رہنا مشکل ہے۔"[1]

علامہ شبلی نعمانی (المتوفی ۱۹۱۴ء) کی نظر میں گورنمنٹ برطانیہ کیسی تھی، یہ موصوف کے لفظوں میں ہی ملاحظہ فرمائیے:-

"میں مدت العمر انگریزی گورنمنٹ کا بدخواہ نہیں رہا ہوں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں، دور ہوں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں میں نے "الندوہ" میں ایک مستقل مضمون کے ذریعے ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے۔"[2]

دیوبندی جماعت قائم ہونے پر مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) اس کے پہلے امام مقرر پائے۔ موصوف نے وہابیت کو بڑے پراسرار طریقے پر منظم کیا۔ عظمت و تقدیسِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کو داغدار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جس کی مدلل و تفصیلی تاریخی بحث ہماری تاریخی کتاب "معارفِ رضا ۱۳۹۲ھ" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا رشید احمد گنگوہی اینڈ کمپنی نے برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں کس طرح حریت پسندوں سے

---

[1] مقالات سرسید ص ۲۱۲۔ [2] محمد اکرم شیخ: شبلی نامہ ص ۲۴۵۔

مقابلہ کیا، یہ موصوف کے مرید اور مشہور دیوبندی عالم مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی زبانی سنئے :۔

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرتِ امامِ ربانی (گنگوہی صاحب) اپنے رفیقِ جانی مولانا قاسم العلوم (یعنی مولانا محمد قاسم نانوتوی)، اور طبیبِ روحانی اعلیحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے اور بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ (گنگوہی صاحب) پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔" [۱]

کہا جاتا ہے کہ گنگوہی صاحب پر بھی بغاوت کا الزام لگا چنانچہ یہی موصوف کے سوانح نگار صاحب رقمطراز ہیں :۔

"شروع ۱۲۷۶ھ نبوی / ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔" [۲]

---

[۱] تذکرۃ الرشید جلد ۱، مط، مدمیرٹھ ۱۹۰۵ء ص ۷۴، [۲] ایضاً ص ۷۳۔

موصوف کو گرفتار کر کے رازداری سے جیل میں رکھا گیا، چھان بین ہوئی تو رہا کر دئے گئے رہائی کی وجہ ملاحظہ ہو:۔

"جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے"[1]

بہرحال یہ شہادت خود ان کے نامور مرید کی سہی لیکن ذاتی بیان کے برابر اہمیت کہاں؟ لیجئے مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کا اپنا بیان پیش کیا جاتا ہے جس کے خلاف کسی کو رائے دینے کی گنجائش نہیں۔ معتقدین حضرات کان کھول کر سن لیں کہ گنگوہی صاحب بنفس نفیس فرما رہے ہیں:۔

"میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے"[2]

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور حریت پسندوں کے بارے میں دیوبندی حضرات کی رائے قیامِ پاکستان تک یہ تھی:۔

"جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علَم قائم کیا"[3]

ملک صاحب! عبارت کے تیور تو ملاحظہ ہوں: کمپنی کے امن و عافیت

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد اول مطبوعہ میرٹھ ۱۹۰۵ء ص ۷۹۔ [2] ایضاً ص ۸۰ [3] ایضاً ص ۷۳۔

کا زمانہ ـــــ اپنی گورنمنٹ ـــــ رحم دل گورنمنٹ ـــــ ، ان الفاظ کی کشش اور جذبات کی داد، کن لفظوں میں دی جائے ؟ کیا یہ ناقدری کا زمانہ نہیں ہے کہ قدر دانوں کے چلے جانے کے بعد ان حضرات کو اپنی رحم دل گورنمنٹ کے باغیوں میں نام لکھوانا پڑ رہا ہے :۔

دیوبندی حضرات کے عمدۃ الخلف ، بقیۃ السلف ، جامع المجددین ، حکیم الامت ، مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی حکومت ہو جائے تو انگریزوں سے کیسا برتاؤ کیا جائے گا ، جواب ملاحظہ ہو :۔

"ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں سے کیسا تھ کیا برتاؤ کرو گے ؟ میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے ، مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا ، اس لئے انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔" [1]

برٹش گورنمنٹ نے تھانوی صاحب کو جو آرام پہنچایا تھا اس کی ، دسمبر ۱۹۴۵ء کو علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) نے اکابر علمائے دیوبند کے سامنے ایک جھلک پیش کی تھی اور اس کی تردید کوئی نہ کر سکا ، جھلک ملاحظہ ہو :۔

" دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے ، ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے

---

[1] الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص ۶۹۷۔

جانتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔" ؎

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

تمام علمائے دیوبند گاندھی کی آندھی میں اڑ کر کانگریس کی ہمنوائی کر رہے تھے لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) اپنی ساری جماعت کے برخلاف مسلم لیگ کے ہمنوا اور قیام پاکستان کی حمایت کر رہے تھے۔ انہوں نے کانگریس کی شاخ یعنی "جمعیۃ العلمائے ہند" سے کٹ کر "جمعیۃ العلمائے اسلام" قائم کر لی تھی، یہ کیوں قائم کی؟ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (المتوفی ۱۹۶۲ء) نے ۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء کی میٹنگ میں اکابر دیوبند کی موجودگی میں عثمانی صاحب کے روبرو یوں وضاحت کی :-

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا ملاحصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں، جمعیۃ العلمائے اسلام"، حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیۃ العلماء کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان

؎ مکالمۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی ص ۱۶۔

اعلیٰ عہدیدار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم "جمعیۃ العلماء ہند" کے اقتدار کو توڑنے کے لئے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دے گی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔" [1]

اسی میٹنگ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (المتوفی ۱۹۶۲ء) نے مولانا محمد الیاس کاندھلوی (المتوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) بانی تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی:-

"اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا، پھر بند ہو گیا۔" [2]

مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۹۰۸ء) کے بارے میں یہاں لکھنا تحصیلِ حاصل ہے کیونکہ ان کا برٹش گورنمنٹ کے جملہ وفاداروں سے بازی لے جانا فریقین کے نزدیک مسلّم ہے

---

[1] مکالمۃ الصدرین مطبوعہ لاہور ص ۱۱ تا ۱۳۔ [2] ایضاً ص ۱۳۔

ملک صاحب نے تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۳۴۳ پر فرمایا ہے کہ :-

"ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے
بہت کھیل کھیلے - یہ ایک بڑی طویل اور دردناک داستان ہے "

موصوف تو شاید شرما کر جھجک گئے کہ اس داستان کے بارے میں ایک لفظ بھی ثبوت کے نام سے پیش نہ کیا لیکن وہ طویل اور دردناک داستان ہم نے اختصار کے ساتھ یہاں بیان کر کے ملک صاحب کی مشکل حل کر دی - ہم ملک صاحب اور جملہ قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزاء کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ فرمائیں - حق تعالیٰ کو قبول اور باطل سے عدول کریں - اگر آج کسی سے ناحق عقیدت یا نفرت رکھنے کی بنا پر فیصلہ کیا تو کل بروز قیامت کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کیا ہاتھ آئے گا ؟ کیونکہ وہاں یقیناً سارے فیصلے ہو کر رہیں گے -

ہم نے یہاں برٹش نوازوں اور گورنمنٹ برطانیہ کے کارندوں کی مختصر سی کہانی خود ان کی زبانی پیش کر دی ہے - اس دردناک داستان کی تفصیلات کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "معارفِ رضا" کا مطالعہ کریں جس میں اس امر کا تاریخی طور پر شافی اور عدیم النظیر بیان ہے اس میں وہابی علماء و مؤرخین کی پادر ہوا تاویلات اور مغالطے بھی تارِ عنکبوت کی طرح کمزور نظر آئیں گے ، وللہ الحمد علیٰ ذٰلک -

ملک صاحب نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ غلط در غلط فتووں سے بچیں لہٰذا یہاں چند خطرناک ترین فتووں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنے والوں کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ بے خبر مسلمان کچھ تو مصلحین و مفسدین میں تمیز کر سکیں - سید احمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل دہلوی نے برٹش گورنمنٹ کی حدود کو وسیع کرنے کی خاطر یعنی اپنی ہی عملداری کو بڑھانے کی غرض سے جہاد کے نام سے تحریک چلائی ، نواحِ پشاور میں لاؤ لشکر لے کر گئے اور جن مسلمانوں نے ساتھ نہ دیا یا متفق ہونے کے بعد ان کی گمراہی پر مطلع ہو کر کنارہ کشی اختیار کی انہیں منافق ، کافر اور مرتد قرار دیا گیا - انہیں مستحل الدم

قرار دیا۔ ان کے ننگ و ناموس پر ناپاک ہاتھ ڈالے، ان کے مال کو مالِ غنیمت شمار کیا گیا۔ دُرّانیوں کے بارے میں تحریک جہاد کے سرگرم کارکن مولانا محبوب علی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو :۔

"سکھوں سے زیادہ ان کلمہ گو کافروں پر جہاد فرض ہے۔" [1]

مسلمانوں کے بارے میں مولانا محمد اسماعیل دہلوی کا مفسدانہ اور سنسنی خیز فتوےٰ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے :۔

"اس موقع پر ذرا تامل سے کام لینا چاہیے کیونکہ یہاں دو معاملے درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا، اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلہ میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی سبب! اگرچہ کہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی یعنی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقۃ مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہلِ کتاب کے مثل جانتے ہیں۔" [2]

اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے مغلوب ہو کر موصوف نے اس سے بھی مفسدانہ فتویٰ یوں جاری کیا جسے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ادیبانہ لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے :۔

---

[1] حیات طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۲۱۸۔ [2] مکتوبات سید احمد شہید مطبوعہ کراچی ص ۲۴۱۔

"پس آپ (سید احمد صاحب) کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی۔ جو آپ کی امامت سرے سے تسلیم ہی نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کر دے وہ باغی مستحل الدم ہے اور اس کا قتل کفار کے قتل کی طرح عین جہاد اور اس کی بے عزتی تمام اہلِ فساد کی طرح خدا کی عین مرضی ہے اس لئے کہ ایسے لوگ بحکمِ احادیثِ متواترہ، کلاب النار اور ملعونین اشرار ہیں۔ اس مسئلے میں اس ضعیف کا یہی مذہب ہے اور معترضین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے نہ کہ تحریر و تقریر"[1]

اب ذرا سید احمد کی سن لیجئے۔ امیر قلات خان خاناں غلجائی کے نام خط لکھتے ہوئے اسے مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے اور بزورِ شمشیر انہیں مطیع کرنے کی یوں ہدایت کی ہے:۔

"اپنی فوج اور قبیلہ کو جمع کر کے جنابِ والا خودغزنی کے نواح میں چھاپے مارنا شروع کر دیں اور اپنے ساتھیوں میں سے بعض کو قبائل اور فوج کی کثیر تعداد کے ساتھ کابل کے اطراف مقرر فرمائیں تاکہ یہ بھی منافقین پر شبخون ماریں اس مقام کو تاخت و تاراج کر دیں اور میں بھی ادھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا اور اسی طرح پھر وہاں سے کابل جاؤں گا۔ اس طرح مردود

---

[1] سیرت سید احمد شہید جلد اول مصنفہ ابوالحسن ندوی ص ۴۸۵۔

منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں ان کے پاؤں ایسے اکھڑ جائیں گے اور ہر شخص جو اپنے خیال میں خود گرفتار ہے، بے دست و پا ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا اور ان کا باہم اتحاد و اجتماع دشوار ہو جائے گا۔" [1]

سردار امیر عالم خان باجوڑی کے نام خط لکھتے وقت سید احمد صاحب نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے:-

"صورت یہ ہے کہ منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم مقدمۃ الواجب ایک واجب معاملہ ہے اس لئے خاکسار سچے مسلمانوں کے ساتھ شہر پشاور اور قرب و جوار سے بدکردار منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا ہے۔" [2]

یار محمد خان کے معتمد و متوسل یعنی احمد خان ابن لشکر خان کو سید احمد خان صاحب نے بذریعہ خط یوں تحریص دلائی تھی :-

"اللہ نے چاہا تو اس بادشاہِ جبار اور مالکِ قہار کے دبدبہ و قوت سے ان تمام بدکردار منافقوں کی شان و شوکت آسانی سے تھوڑے ہی عرصہ میں خاک میں مل جائے گی۔ انشاء اللہ آپ اس قادرِ مطلق کی قدرت کا تماشا ملاحظہ فرمائیں اور منافقوں کے ساتھ رواداری کو پروردگارِ عالم کی خاطر اور رضا جوئی پر قربان کردیں۔ جو کچھ اس زمانہ کے سردار دنیوی فائدوں کے حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں اس سے دگنی توقع اس شہنشاہِ حقیقی سے

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید مطبوعہ کراچی ص ۴۷، ۴۸۔ [2] ایضاً ص ۱۳۵-۱۳۶۔

جو اس جہان کا خالق ہے۔ توقع رکھنی چاہیئے بارگاہِ الٰہی سے قوی امید ہے کہ اگر آپ دلجمعی کے ساتھ یکسو ہو کر دینِ متین کے معاونین میں منسلک ہو جائیں گے تو آپ کو دنیاوی فوائد بھی اس قدر حاصل ہوں گے جو وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے۔" [1]

سید احمد صاحب نے خان خاناں خلجائی رئیسِ قلات کو جہاں مادی دولت کا لالچ دکھایا۔ وہاں جھوٹے الہاموں کے چکر میں پھنسانے سے بھی غافل نہ رہے۔ چنانچہ اس کے نام خط لکھتے ہوئے تحریر کیا :۔

"پروردگارِ عالم کے کلمہ کی اشاعت کے لئے کمرِ ہمت باندھیں اور اس کے لشکر میں شامل ہو کر معرکۂ جنگ و قتال میں خود کو دھکیل دیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں بموجب کلامِ الٰہی جس کا وعدہ پکا ہے فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے اور ان اشرار و کفار منافقین کے بے شمار خزانوں، ملک و مال اور شہروں پر ضرور بالضرور قبضہ حاصل ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔ اس فقیر کو بارہا پردۂ غیب سے وارد ہونیوالی روحانی باتوں اور ربانی الہام کے ذریعہ جہاد کے نافذ کرنے اور کفر و فساد کے دفعیہ کے لئے صاف اور صریح اشاروں کے ساتھ مامور کیا گیا ہے اور فتح و کامرانی کی سچی بشارتوں کی خبر دی گئی ہے۔" [2]

فولاد جنگ بہادر کو خط لکھتے ہوئے سید صاحب نے یوں الہامی بشارت سنائی تھی :۔

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۴۱۔ [2] ایضاً ص ۴۹۔ ۵۰۔

"غیبی اشاروں اور بشارتوں کے بموجب جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، جس کی اس فقیر کو بشارت دی گئی ہے عنقریب فتح و نصرت ظہور پذیر ہو گی اور بے شمار خزانے ذلیل و خوار کافروں کے شہروں سے لے کر دریائے ستلج تک نیک لوگوں کے قبضہ میں آجائیں گے۔" [1]

ان بانکے مجاہدوں نے مسلمانوں کے خلاف بیسیوں لڑائیاں لڑیں، خوب ان کے خون سے ہولی کھیلی اور مسلمانوں کو کافر و مرتد شمار کرتے ہوئے ان کے مغلوب ہو جانے کی صورت میں، ہاتھ آنے والے مال کو مالِ غنیمت شمار کرتے رہے۔ خادی خان کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کے بعد مولانا محمد اسماعیل دہلوی نے یہ بیان جاری کیا:-

"موصوف (سید صاحب) نے اس کو کیفرِ کردار کو پہنچایا اور اس کا مال تقسیم کر دیا بلکہ اس کے ہتھیاروں اور گھوڑوں کو بھی ضرورت کیوقت استعمال فرمایا اور اس کے دوسرے مال کو ضبط کر کے مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔" [2]

یار محمد خان، اس کے ساتھیوں اور ان کے مال و جان کے بارے میں ان حضرات کا چنگیزی فتوٰے یہ ہے:-

"یار محمد خان بلاشک و شبہ اس معاملہ میں ظلم و تعدی کا رہبر تھا، ایسے رہبر کا قتل اور اس کا مال ضبط کرنا بلکہ اس ظالم رہبر کی فوج کا قتل

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۱۲ - ۲۱۳ - [2] ایضاً ص ۲۴۴ -

عام اور اس کی فوج کے تمام مال پر ہر قسم کا تصرف کرنا، یعنی اس کی فروخت اور تقسیم حسب شرع جائز ہے"۔ [1]

کرم کوشیاں ہیں ستم کاریاں ہیں
بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

مسلمانوں کے مال اور جان کو ان حضرات نے کس نظر سے دیکھا؟ اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک پیش کر دی ہے۔ اگر ان حضرات کی سیاہ کاریوں کے بے شمار کارنامے دیکھنے ہوں تو ہماری کتاب "معارفِ رضا" کا مطالعہ کیجئے جس میں جملہ متبدعین کی اصلی صورتیں پیش کر دی گئی ہیں۔ اب ان حضرات کے اخلاقی کارنامے ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں مرزا حیرت دہلوی یوں لکھتے ہیں:-

"سید صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا جو شرع محمدی کے موافق عملدرآمد کریں مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے بڑھ گئی تھیں۔ وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پہ دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں، مجاہدین میں سے کسی نے انہیں پکڑا اور مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا لیا"۔ [2]

یہ ہے شریعتِ محمدیہ پر عمل، کہ باقی عمر حرام کاری میں گزاری جا رہی ہے، نکاح ہو نہ ہو لیکن عیاشی اور عیش پرستی تو جہاد کے پردے میں ہو جاتی تھی۔ | اب بیوگان کے بارے میں

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید مطبوعہ کراچی ص ۲۴۵۔ [2] حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۲۴۲۔

اسمٰعیلی شریعت ملاحظہ ہو :۔

"یہ محض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت رانڈ ہو کے عدت کی مدت گزر جانے پر بے خاوند بیٹھی رہے، اس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا، خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔" [1]

شاید کوئی وہابی صاحب ناراض ہونے لگیں کہ یہ بعض لوگوں کی حرکتیں تھیں اسے اسمٰعیلی شریعت کیوں کہا گیا ہے؟! ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنی اینگلو انڈین سپریم کورٹ کا فیصلہ ملاحظہ فرمالیں :۔

"بد قسمتی سے ایک نیا گل کھلا، گل کیا کھلا گویا غازیوں یا مجاہدوں کی زندگی کے شیرازے کو اس نے پراگندہ کر دیا۔ باہم یہاں کے کل عمال نے جن کی تعداد ہزار سے بھی بڑھی ہوئی تھی ایک فتویٰ مرتب کیا اور اسے پوشیدہ مولوی اسمٰعیل کی خدمت میں بھیج دیا۔ فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ بیوہ کا نکاح ثانی فرض ہے یا نہیں! مولانا شہید کیا واقف تھے کہ ملک پشاور میں یہ آگ پھیل رہی ہے اور اس وقت میں اس فتویٰ کی اشاعت سخت غضبناک ہوگی۔ آپ نے سادہ طور پر اس پر اپنی مہر کر دی اور سید صاحب کی بھی اس پر مہر ہو گئی اور پھر وہ فتویٰ قاضی شہر پشاور سید مظہر علی صاحب غازی کو بھیج دیا گیا۔ انہوں نے اس فتویٰ کی اشاعت ہی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور

---

[1] حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۲۴۲

میں جتنی رانڈیں ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضرور ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں
بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگادی جائے گی۔" ؎۱

کیوں صاحب! شرم وحیا کے نام کی کوئی چیز کسی کے پلے تھی تو نہیں؟ کیا یہ دین و دیانت ہے کہ مسلمانوں کے ننگ و ناموس سے چار دن کی سکھ شاہی میں یوں کھیلا گیا۔ کیا غضب الٰہی کو اپنی بدچلنی، اسلام دشمنی اور دین فروشی سے اپنے اوپر واجب کرنے کی بھرپور کوشش نہیں کی جارہی تھی؟ "بھلا سادہ طور پر مہر کرنا"، "سید صاحب کی مہر کا ہی ہو جانا" کیسے بھولے بھالے فقرے ہیں۔ ان سے دین و دیانت اور تقویٰ و طہارت کے تقاضے کیسے پورے کئے جارہے ہیں۔ علاوہ بریں مسلمانوں کے گھروں کو آگ نہ لگاتے تو اور وہاں گئے کس لئے تھے! ہاں ذرا عام مجاہدین کا طرز عمل بھی دیکھ لیا جائے:۔

"ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو مگر مجاہد صاحب
زور دے رہے ہیں، نہیں! ہونا چاہیے۔ آخر ماں باپ اپنی لڑکی کو حوالہ
مجاہد کرتے تھے اور ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔" ؎۲

کیا فرماتے ہیں اہلحدیث، دیوبندی اور جماعت اسلامی قسم کے علماء کہ مذکورہ جبری نکاح یعنی بغیر عورت کی رضامندی کے درست تھے۔ اگر واقعی یہ نکاح واقع ہو گئے تھے تو اس کی صحت کے دلائل کیا ہیں! بصورت دیگر یہ حضرات ساری عمر عیش پرستی اور زناکاری میں مبتلا رہے ہیں یا نہیں؟ ایسے نکاحوں سے پیدا ہونے والے وہابیوں کے حلالی ہونے کے دلائل بھی اگر واضح فرما دیئے جائیں تو اچھا ہے تاکہ آج بھی کتنے ہی بدمعاشوں کو سہولت ہو جائے اور وہ آپ کی ترقی دارین کے لئے دست بدعا ہیں۔ اب ذرا قافلہ سالار لشکر کا غیرت مندانہ اعلان ملاحظہ فرمایا جائے:۔

؎۱ حیات طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۲۴۳، ۲۴۴۔ ؎۲ ایضاً ص ۲۴۲۔

" آپ (سید صاحب) نے ایک فرمان جاری کیا کہ جتنی کنواری لڑکیاں ہیں وہ سب ہمارے لفٹیننٹ کی خدمت میں مجاہدین کے لئے حاضر کی جائیں۔ اگر ان کی شادی بارہ دن میں نہ کر دی گئی۔ قوم کی قوم اس اعلان سے بھڑک اٹھی "[1]

ہیں ستارے کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا

مسلمانوں کی جانوں، مالوں اور ننگ و ناموس کے ساتھ شرمناک کھیل کھیلنے کی المناک داستان کی جھلک قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اب ان کے بانکے برطانوی مجاہدین کی جہانداری و جہانبانی بھی ملاحظہ ہو کہ قدرت نے چند روز کے لئے ایک علاقے پر تسلط دیا تو مسلمانوں پر کیسی قیامت ڈھاتے رہے۔

" ایک ایک چھوٹے ضلعے، قصبہ اور گاؤں میں ایک ایک عامل سید صاحب کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ وہ بے چارہ جہانداری کیا خاک کر سکتا۔ الٹے سیدھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بیچارے غریب کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اف نہ کر سکتے تھے۔ کھانا، پینا، بیٹھنا اٹھنا، شادی بیاہ کرنا، سب کچھ ان پر حرام ہو گیا تھا، نہ کوئی منتظم تھا، نہ کوئی درو رس تھا۔ معمولی باتوں پر کفر کا فتوے ہو جانا کچھ بات ہی نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذرا کسی کی لبیں بڑھی ہوئی دیکھیں، اس کے لب کتروا دئے۔ ٹخنوں کے نیچے تہ بند دیکھی، ٹخنہ اڑا دیا "

تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی، انتظامِ سلطنت ان مسجد کے

---

[1] حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۲۴۷۔

ملانوں کے ہاتھ میں تھا جن کا جلیس سوائے مسجد کے دیوار و رسن کے کبھی کچھ
نہ رہا تھا اور اب ان کو منتظمِ امورِ سلطنت بنا دیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا
کہ ان پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ پبلک ان کی اپیل اعلیٰ حکام کے آگے پیش کرے
ان ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیا جاتا تھا کہ
جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابلِ تنسیخ اور ترمیم نہیں
ہے۔ کیسا ہی پیچیدہ مقدمہ ہوتا تھا اس کی گھڑی بھر بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی
نہ اس پر غور کیا جاتا تھا، بس ملّاں جی کے سامنے گیا اور انہوں نے جھٹ
سے فیصلہ دے دیا، کون جھک جھک کرے اور کون تحقیق کی تکلیف
برداشت کرے! سید صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گزر
رہی تھیں مگر وہاں کچھ بھی پرسش نہ ہوتی تھی۔" [1]

ملک صاحب! کیا ان سے بڑھ کر ظالمانہ نمونے آپ نے کہیں دیکھے یا سنے ہیں! ذرا اس حکمرانی کے تیور اور طور طریق بغور ملاحظہ فرمائیے اور اپنے مجاہدین کو دل کھول کر داد دے لیجئے کیونکہ جب سارے وہابی حضرات انہیں صحابہ کرام کا نمونہ منوانے پر تلے ہوئے ہیں تو آپ ہی کب پیچھے رہیں گے۔ آخر ایسا کرنے پر کونسا کوئی منہ پکڑ سکتا ہے؟ رہی دیانت و انصاف کی بات تو یہ صاف سیدھی بات ہے کہ انصاف پر آنے سے وہابیت ہاتھوں سے جاتی ہے جن بدنما چہروں کو اتنی مدت سے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہ بنا کر یوسفِ ثانی منوانے کی مہم چلائی ہوئی ہے ان کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جائے گا اور ایسا کرنے سے آئینۂ دل ٹوٹ جائے گا۔"

---

[1] حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور ص ۲۴۳۔

وہابی حضرات میں سے ایک جناب ابوالاعلیٰ مودودی ہیں جو مفکر و محقق تک بتائے جاتے ہیں ، موصوف کی خاصیت یہ ہے کہ کسی کی بات بغیر ذاتی تحقیق کے ماننے کے روادار نہیں ہوتے ۔ قارئین کرام نے احقر کی گزشتہ معروضات تو ملاحظہ فرمالیں ۔ اب ذرا مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیقاتِ عالیہ بھی ملاحظہ فرمالیں :۔

" ان (سید صاحب اینڈ کمپنی) کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا ، انہوں نے ٹھیک اسی طرح کی حکومت قائم کی جس کو "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ " کہا گیا ہے ۔ وہی فقیرانہ امارت ، وہی مساوات ، وہی شوریٰ ، وہی عدل ، وہی انصاف ، وہی حدودِ شرعیہ ، وہی مال کو حق کے ساتھ لینا اور حق کے مطابق صرف کرنا ، وہی مظلوم کی حمایت اگرچہ مظلوم ہو اور ظالم کی مخالفت اگرچہ قوی ہو ، وہی خدا سے ڈر کر حکومت کرنا اور اخلاقِ صالحہ کی بنیاد پر سیاست چلانا ، غرض ہر پہلو میں انہوں نے اس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا جو صدیق و فاروق نے کی تھی "۔ [1]

بھلا کون سے وہابی صاحب ہوں گے جن کا دل مودودی صاحب کی نادر تحقیقات پر قربان ہونا نہ چاہتا ہو گا ۔ بھلا ان گپّوں کے خالص ہونے میں کسی منصف مزاج کو کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے ؟ کیا ہی اچھا ہو کہ عالیجناب مودودی صاحب اور اس بارے میں ان کے ہمنواؤں کو ملک صاحب یہ شعر سنا دیں ۔

خار کو گل اور گل کو خار جو چاہے کرے
تو نے جو چاہا کیا اے یار جو چاہے کرے

---

[1] تجدید و احیائے دین مصنفہ مودودی صاحب بار ہشتم ص ۱۱۶ ، ۱۱۷ ۔

ملک صاحب! واقعی ان غلط در غلط فتووں اور ایسے فتوے دینے والوں اور انہیں درست سمجھنے والوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے اور جو ایسے حضرات کی محبت و عقیدت کا آج بھی دم بھرے اس کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ باری تعالیٰ شانہ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

ملک صاحب لکھتے ہیں :۔

"مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان تمام دیوبندی بزرگواروں اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا انہیں مرتد قرار دیا، انہیں کشتنی اور گردن زنی قرار دیا، اپنے رسالوں اور فتوں میں ایسے گندے عقیدے جو بالکل منافی اسلام ہیں اور جن کی نقل سے روحِ ایمانی لرزتی ہے ان کی طرف منسوب کئے، تا زیست احمد رضا خان صاحب کا یہ مشن جاری رہا۔" ؎۱

ملک صاحب! یہ مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ اور علمائے دیوبند کا ذاتی یا گھریلو مسئلہ نہیں بلکہ شریعتِ مطہرہ کا معاملہ ہے، عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کا مرحلہ ہے، علمائے دیوبند کی جن عبارتوں پر تکفیر کی گئی تھی اگر وہ عبارتیں تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ کتب و رسائل میں موجود نہ ہوں تو آپ مولانا احمد رضا خان پر الزام عائد کر سکتے تھے لیکن جب وہ عبارتیں اسیطرح ان تصانیف میں موجود، ان کا کفریہ ہونا ثابت، ان میں کسی عبارت کے اندر ایک بھی اسلامی پہلو ثابت کرنے سے وہ مصنفین اور ان کے سارے حمایتی عاجز رہے، دریں حالات آنجناب کے

؎۱ تعلیماتِ مجددیہ مطبوعہ چٹان پریس لاہور ص ۱۳۱۔

ارشاد کے مطابق یہی تو کہا جائے گا کہ واقعی ان علماء دیوبند کے عقائد گندے، منافیِ اسلام اور روحِ ایمان کو لرزانے والے تھے۔

ملک صاحب! ایسے کھرے مسلمانوں سے کیا کہا جا سکتا ہے جو اپنے بعض مولویوں کی عقیدت میں گرفتار ہو کر اللہ اور اللہ کے آخری رسول کا دامن چھوڑ دیتے ہیں لیکن ان علماء کی عقیدت و محبت میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے۔ یہی تو وہ مرحلہ ہے جسے قرآن کریم نے اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ، کہا ہے۔

ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ ان علماء نے باری تعالے شانہ کو بالفعل کاذب کہا۔ شیطانِ لعین کو نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے "اَعلَم اور اوسع علماً" ٹھہرایا۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلحاظِ زمانہ آخری نبی ہونے سے انکار کر کے تیرہ سو سال بعد مرتبی کے نام سے نئی خاتمیت گھڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے راستہ ہموار کیا نیز سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علومِ کثیرہ، عظیمہ، وافرہ، مختصہ کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علوم جیسا بتایا۔ اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان کہلانے والا عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کو نظر انداز کر کے، خدا و رسول کا ساتھ چھوڑ کر ان کے بدگویوں کی عقیدت ومحبت کا دم بھرتا پھرے تو اس کی مرضی، لیکن علماء کو "اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ" بنانا کیا اس کے سوا اور کوئی چیز ہے؟ کیا ایسا کرنے کے بعد بھی اللہ اور رسول اللہ پر ایمان رکھنے کا دعوےٰ برقرار ہی رہتا ہے؟ بہتان بندی اور الزام تراشی کو بالائے طاق رکھ کر ان عبارتوں پر آج بھی ٹھنڈے دل سے افہام وتفہیم کے طور پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اگر اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے زیادتی کی ہے تو ہمیں سمجھا دیجئے ورنہ خود سمجھ جائیے۔

آگے ملک صاحب نے یوں الزام تراشی کی ہے:۔

تکفیر کے فتووں کے لئے چونکہ فقہائے احناف اور عقائد و کلام کے ائمہ کے اصول و قواعد اور ضابطے مولانا احمد رضا خان صاحب کا ساتھ نہیں دیتے اس لئے تکفیر کی عمومی اشاعت کے لئے اور اس کے حلقے کو وسیع کرنے کے لئے خود قواعد وضع کئے۔" [۱]

ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ملک صاحب کے اس بیان میں ایک فیصد بھی صداقت نہیں ہے۔ فاضل بریلوی قدس سرہ نے فقہائے احناف و اکابر اہلسنت اور ائمہ عقائد و کلام کے بیان فرمودہ اصول و قواعد اور ضابطوں سے سرمو انحراف یا تجاوز نہیں کیا۔ ایسی کوئی بے ضابطگی یا حدود شرعیہ سے ادنیٰ تجاوز و انحراف کیا گیا ہوتا تو وہ مصنفین اور ان کے حلقہ بگوش مناظرین اس کا انکشاف کرتے ہوئے کبھی ملک صاحب کی طرح نہ شرماتے، لیکن آج تک ایسی کوئی ایک خامی بھی کسی سے ثابت نہیں کی جا سکی ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ

ملک صاحب نے اس سلسلے میں اپنا فیصلہ یوں سنایا ہے:-

"الغرض مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان مجاہدینِ ملت اور ان عاشقانِ رسول کو اپنے قلم و دہان سے سخت سے سخت اور سنگین سے سنگین سزا فتووں کی صورت میں، جو ان کے امکان میں تھی، دی۔" [۲]

ملک صاحب! ان مصنفین کی وہ کفریہ عبارات تا حال ان کی تصانیف میں موجود ہیں۔ وہ کتابیں عبرانی یا لاطینی زبان میں نہیں ہیں کہ پاک و ہند میں کوئی ان کا مفہوم نہ سمجھ سکا، صاف اردو کی عبارتیں ہیں معانی و مطالب بالکل واضح ہیں، خدا اور رسول کی شان میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں جنکی

---

[۱] تعلیماتِ مجددیہ مطبوعہ لاہور ص ۳۳۲۔ [۲] ایضاً ص ۳۳۳۔

آج تک کھلے کافروں کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کے مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول نے خود کفریہ عبارتیں لکھی ہیں، خود ان کی نشر و اشاعت کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ برٹش گورنمنٹ کے اشارے اور وظائف کے تحت کیا تھا۔ فاضلِ بریلوی قدس سرہ کا کام تو صرف اتنا ہے کہ ازراہِ خیر خواہی مسلمانوں کو بروقت آگاہ کر دیا تھا کہ فلاں فلاں حضرات نے اپنی فلاں فلاں تصانیف میں انتہائی گندی، غیر اسلامی اور ایمان کے منافی عبارتیں لکھی اور شائع کی ہیں وہ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کو یکسر فراموش کر چکے، خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے یکسر عاری ہو کر خود کو دائرۂ اسلام سے باہر لے گئے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی کسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اسی راستے پہ لگانے میں کوشاں ہیں، کیا ازراہِ خیر خواہی مسلمانوں کو خدا اور رسول کے گستاخوں سے خبردار کرنا جرم ہے؟

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک چور مجرم نہیں ہوتا بلکہ قصور وار وہ ہے، جو چور کی نشاندہی کر کے اس کے چور ہونے کے مکمل اور متعدد ثبوت فراہم کر دے اور دوسروں کو اس چور سے خبردار رہنے کی تلقین کرے۔ اگر ملک صاحب کے نزدیک تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ اور حفظ الایمان کے مصنفین بھی مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول ہیں تو ہم باری تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہمیں اور سارے مسلمانوں کو اس قسم کے مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول کے شر سے محفوظ و مامون رکھے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

سطورِ بالا سے قارئینِ کرام پر واضح ہو چکا ہو گا کہ " تعلیماتِ مجددیہ "، کتاب کی تصنیف سے ملک حسن علی صاحب کا مقصد حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ کی تعلیمات اور وہابیت میں اپنی فنکاری سے یگانگت دکھانا اور موجودہ اہلسنت و جماعت کو حضرتِ شیخِ مجدد علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے منحرف ٹھہرانا تھا۔

اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے مولانا **محمد سعید احمد** نقشبندی مجددی مدظلہٗ کو جنہوں نے مذکورہ کتاب کے زہریلے جراثیم کی روک تھام کا بندوبست کیا یعنی کتاب " مسلکِ امامِ ربانی " لکھ کر مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت کو مبتدعینِ زمانہ کے شر سے محفوظ رکھنے کی سعی فرمائی۔ اس دوسرے ایڈیشن میں کافی اضافہ کر کے حضرتِ امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو بخوبی نمایاں کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کے راستے پر قائم رکھے، اسی پر ہمارا خاتمہ ہو، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہی ہمارا حشر و نشر فرمائے، آمین یا الٰہ العالمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ - وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ہ

- خاکپائے علماء :- **عبدالحکیم خان** اختر شاہجہانپوری مجددی مظہری لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولانا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اما بعد یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق ڈالنا بُری بات ہے۔ لیکن سب سے بدتر بُرائی یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کو گمراہ اور بدعقیدہ بنایا جائے۔ کیونکہ عملی کوتاہی توبہ کے بغیر معاف ہو سکتی ہے۔ اور عملی بگاڑ سے انسان دولت ایمان سے بھی محروم نہیں ہوتا۔ لیکن بدعقیدگی پھیلانا، عقائد صحیحہ میں شکوک و شبہات ڈالنا، قرآن و حدیث کے نام پر سلف صالحین اور بزرگان دین سے بدراہ اور منحرف کرنا نہایت ہی بُرا ہے۔ اس سے ملت اسلامیہ میں فساد عظیم برپا ہوتا ہے۔ اور اتحاد اسلامی پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسی بنا پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اُن لوگوں کی تلخ لہجہ میں مذمت کی گئی ہے جو لوگوں کے ایمان تباہ کرتے ہیں اور کفر و گمراہی کے مبلغ ہیں۔

اس وقت مسلمانوں میں پیدا شدہ بیسیوں گمراہ فرقوں کے مذہبی رہنما جو کردار ادا کر رہے ہیں وہ نظر انصاف سے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

کوئی تو نفسِ اسلام کو ہی ابلیسی حجت بازیوں کے ذریعہ فرسودہ مذہب قرار دے کر دہریت اور سوشلزم کے جراثیم پھیلا رہا ہے۔ کچھ شریر ذہنیت کے لوگ بعض ضعیف حدیثوں کو سامنے رکھ کر انکارِ حدیث کا فتنہ پھیلانے میں سرگرم ہیں۔ بعض نادان جو "طفلانِ بے خرد ناشستہ رد" کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں خواہی نخواہی ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی اجتہادی اور فقہی کوششوں پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ بعض بدطینت حُبِ صحابہ کی آڑ لے کر آلِ رسول کی توہین و تذلیل میں مصروف ہیں۔ یزید پلید علیہ ما علیہ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں اور لوگوں میں آلِ رسول علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض و عداوت کی تخم ریزی کر رہے ہیں۔

اور ابتدائے اسلام سے ایک فرقہ ایسا بھی چلا آ رہا ہے جو حُبِ اہلِ بیت کا مدعی بن کر صحابۂ رسول علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے نادان لوگوں کو برگشتہ کر رہا ہے اور (معاذ اللہ) انہیں کافر، منافق، حریص، بیدین، غاصب اور خائن جیسی مغلظ گالیاں دے دے کر اپنی آخرت تباہ اور دینِ اسلام کی عظمت و وقعت کو ملیامیٹ کر رہا ہے۔

ایک فرقہ اور ہے جو نبیوں اور ولیوں کا ازلی دشمن ہے۔ اس فرقہ کی تمام تر کوششیں مقبولانِ خداوندی کو عطا شدہ کمالات اور فضائل و مناقب کے انکار اور تردید و تضحیک پر مرکوز ہیں۔ اس فرقہ کے مذہبی پیشوا کمال عیاری سے سنی حنفی بن کر، نقشبندی اور چشتی قادری کہلا کر پیری مریدی کا چکر چلا کر، ولایت و بزرگی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے گستاخانہ عقائد کے زہریلے اثرات پھیلا رہے ہیں۔ یہ لوگ توحید کے علمبردار بن کر ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے اولیاء کرام اور

بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کی عقیدت و عظمت ختم کردی جائے، اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی جائے کہ:۔

"وہ پاک لوگ بھی ہماری ہی طرح بے بس، بے طاقت اور معمولی درجے کے انسان تھے، ان کے لیے کسی قسم کے اختیار و تصرف وغیرہ کو تسلیم کرنا ازروئے قرآن و حدیث شرک و بدعت اور دین اسلام کے سراسر خلاف ہے"

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے متعلق یہ بدعقیدگی اور نفرت بڑی جرأت اور بے باکی کے ساتھ پھیلائی جارہی ہے۔ اور یہ سب کچھ توحیدِ خالص کے نام پر کیا جارہا ہے۔ بعض شر پسند اور فتنہ پرور لوگوں نے تو اس ناپاک مہم کو اپنی زندگی کا مقصدِ وحید اور نصب العین بنا رکھا ہے۔ اور یہاں تک جرأت کرنے پر اُتر آئے ہیں کہ بزرگوں سے بدظن کرنے کی خاطر آیات و احادیث کے معانی و مطلب کو بگاڑ کر پیش کررہے ہیں۔ اور اس طرح کی جھوٹی باتیں پھیلا رہے ہیں کہ اولیاءِ سابقین خود فرما گئے ہیں کہ:۔

"ہم کسی قوت و طاقت کے مالک نہیں، بلکہ ہم تو عاجزِ محض اور بے اختیار ہیں"

منکرینِ شانِ اولیاء اللہ کا یہ فتنہ اور مقبولانِ حق کے خلاف ان کا یہ پراپیگنڈا روز بروز بڑھتا ہی جارہا ہے، اور اس فتنے کے علمبردار ایک جامع منصوبے اور تنظیم کے تحت سرگرمِ عمل ہیں۔ اہلِ اسلام کی اکثریت چونکہ دینی تعلیم سے بے بہرہ ہے اور صحیح اسلامی عقیدوں سے پورے طور پر واقف نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ ان کے پراپیگنڈے کی وجہ سے شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو متزلزل کر لیتے ہیں۔ اور بدعقیدگی کے تاریک گڑھے میں جا گرتے ہیں۔

وجہ تالیف:

ہادیٔ شریعت، رہبر طریقت و حقیقت سیدی و سندی جناب صاحبزادہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف و خلف الرشید عمدۃ العارفین، سراج السالکین آقائی و مولائی و مرشدی حضرت قبلہ سید نور الحسن شاہ صاحب قدس سرہ خلیفہ مُجاز قطبِ زمان مجددِ عصر حضرتِ اعلیٰ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہٗ کا وجود مبارک ملت اسلامیہ کے لیے بسا غنیمت ہے۔ حضور قبلہ اس زندقہ و الحاد کے تاریک دور میں دینِ اسلام کی ترقی، تعلیمات قرآنی کی نشر و اشاعت اور اولیاء کرام کے حقانی مشن کی تبلیغ و ترویج کا زبردست جذبہ اور تڑپ رکھتے ہیں۔ خلوت و جلوت، سفر و حضر ہر حالت میں اس امر کی تلقین و تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دین کی حفاظت و نگہبانی، احیائے سنت اور بزرگانِ دین کے عقائد و معمولات کی اشاعت کے لیے زندگی وقف رہنی چاہیے۔ اور اسی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دینا چاہیے۔ کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا و خوشنودی ہے۔

آج جبکہ مدعیانِ علم و فقر اور خانقاہی حلقوں کی اکثریت نے دین کو جلب زر اور حصول دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور اپنی شہرت، اور نمائش کے طور پر ہی عموماً سب کچھ ہو رہا ہے۔ اور شریعت کی پاسداری اور احیاء سنت کا جذبہ مفقود ہے، حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم خالص حصول رضائے الٰہی کے لیے احیاءِ سنت، ترقی و تبلیغ و اشاعت دین میں مصروف ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے سواد بد عتی لوگوں کی ریشہ دوانیوں، امت مسلمہ میں پیدا ہونے والی بد عقیدگی کے ہولناک سیلاب کی تباہ کاریوں کا بروقت احساس کرتے ہوئے فساد عقائد سے بچاؤ کی خاطر فرمایا کہ اس فتنے کا انسداد بہت ضروری ہے۔ اور اس سے غفلت ناقابل فراموش غلطی ہے اور فرائض دینی کی بجا آوری میں بہت بڑی کوتاہی ہے۔ چنانچہ حضور قبلہ نے اس ناچیز کو حکم دیا کہ گیارہویں صدی ہجری کی مشہور و معروف مسلمہ شخصیت، عارف کامل و مکمل امام محققین رئیس مدققین، غوث صمدانی، محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات قدسی آیات سے آپ کے وہ ارشادات اور کلمات طیبات اہل سنت و جماعت کی بصیرت و اطمینان قلب کے لیے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر کے چھاپ دیے جائیں جن میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے علم شریف، بزرگان دین سے زندگی میں اور بعد از وصال استمداد و استعانت جیسے مسائل کو مجددانہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات شریف کی تخصیص و تعیین اس لیے کی گئی تاکہ موجودہ دور کے نام نہاد "موحدین" پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اس طرح کے عقائد شرک و بدعت نہیں ہیں۔ بلکہ محققین علماء و صوفیاء کی تصریحات کی رو سے قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں۔ نیز امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات مسلمہ بین الفریقین ہے۔ بلکہ غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے مخالفین حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو اپنا ہم نوا اور ہم خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنی اس

مذموم مقصد برآوری کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات شریف کے مطالب و معانی میں تحریف کرنے اور عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنی تائید میں پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور اس طرح کی حیلہ سازیوں سے عوام کو بہکاتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو بظاہر بین بین ہیں لیکن حقیقت میں دیوبندیت سے ہمنوا ہیں۔ یہ لوگ بھی مجددی کہلاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و ارادت کا دم بھرتے ہیں اور اپنی مجددیت کا زور و شور سے پرچار کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے ان کو حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ صرف اپنی پیری مریدی کو فروغ دینے اور عوام کو اپنی عقیدت کے دام میں پھانسنے کے لیے مجددی بنتے ہیں۔ اور حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کا نام لیتے ہیں۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر ضروری تھا کہ اصلی و نقلی مجددیوں میں فرق و امتیاز واضح کیا جائے اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے دکھاوے کا تعلق رکھنے والوں کی نشان دہی کی جائے تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے۔ امید ہے کہ پیش نظر رسالہ کے مطالعہ کے بعد سچ اور جھوٹ کے اندر فرق کرنے میں کوئی دِقّت محسوس نہیں ہوگی۔

چنانچہ اس رسالے کی ترتیب و تدوین کے لیے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی کے مکتوبات قدسی آیات کے ہر سہ دفتروں سے نہایت عرق ریزی اور کوشش سے متعلقہ عبارتیں جمع کی گئیں۔ اور پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے نقل کر کے "مسلک امام ربانی" کے نام سے ایک کتابی شکل میں چھاپ دی گئی ہیں۔

الحمد للہ کہ اہل اسلام نے توقع سے زیادہ اس کتاب سے دل چسپی لی ۱۹۶۶ء

میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اور سال کے اندر اندر ہی ختم ہو گیا۔ ورنہ اس فحش ناول خوانی اور ذہنی آوارگی کے زمانہ میں اسلامی کتابیں پڑھنے کا جس قدر رجحان ہے وہ سب پر عیاں ہے۔

پہلے ایڈیشن کی تالیف و ترتیب کے وقت بندہ کو بعض وجوہات کی بنا پر قدرے عجلت سے کام لینا پڑا۔ اس لیے بعض مزید ضروری حوالجات درج نہ ہو سکے نیز بعض نہایت ضروری اور اہم مسائل جو مستقل علیحدہ ابواب کی صورت میں بیان کرنے تھے رہ گئے تھے۔

علاوہ بریں ملک حسن علی صاحب جامعی غیر مقلد اپنی تالیف "تعلیمات مجددیہ" میں دانستہ طور پر جن خیانتوں کے مرتکب ہوئے تھے، ان پر صرف اجمالی تبصرہ ہو سکا۔ ان کی خیانتوں، دھاندلیوں اور تحریفات کا مکمل و مفصل نوٹس نہ لیا جا سکا۔ اس طرح پہلا ایڈیشن حسب الکمال و جامعیت کا متقاضی تھا وہ پیدا نہ ہو سکی۔ اب اِس دوسرے ایڈیشن میں اپنی دانست کے مطابق اس کی کافی حد تک تلافی کر دی گئی ہے۔ پہلے ایڈیشن میں قائم کردہ عنوانات و ابواب کے تحت بعض مزید ضروری عبارات اور حوالجات جو رہ گئے تھے با اس میں درج کر دیے گئے ہیں۔

ان مذکورہ ابواب کے ضمن میں اور بہت سے ضروری مسائل آگئے ہیں۔اس طرح مختصر طور پر مکتوبات قدسی آیات کے تقریباً تمام مضامین و مطالب اور اسرار و معارف بیان ہو گئے ہیں۔اس رسالے کا مطالعہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو مفید معلومات فراہم کرے گا۔

مخالفین حضرات جن مسائل کی بنا پر اہل سنت و جماعت کو کافر و مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں، ان میں سرفہرست درج ذیل مسائل ہیں۔

(۱) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نور ہونا۔

(۲) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب۔

(۳) کاملین اولیاء اللہ کا زندگی میں اور بعد از وصال باذن اللہ متصرف فی الامور ہونا۔

(۴) اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی ذوات مقدسہ سے ان کی زندگی میں اور بعد از وصال عون الٰہی کا مظہر جانتے ہوئے مدد طلب کرنا۔

(۵) مشکلات و مہمات میں ان کو وسیلہ جانتے ہوئے ان کی طرف رجوع کرنا۔ان کے حضور میں التجا کرنا۔

(۶) بزرگوں کے عرس منانا۔تیجے چالیسویں وغیرہ کی صورت میں اموات کو ثواب پہنچانا۔ذکر ولادت کے لیے مجلس میلاد منعقد کرنا وغیرہ۔

شیخ الشیوخ امام العارفین امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات شریف میں ان مسائل و حقائق کا اثبات فرمایا ہے۔اور انہیں اہل سنت

وجماعت کے عقائد قرار دیا ہے۔ اور نجاتِ اُخروی کو ان عقائد صائبہ پر منحصر کیا ہے۔

مخالفین میں سے اگر کوئی صاحب اس رسالہ میں حضرت مجدد صاحبؒ کی درج شدہ عبارات کا جواب دینا چاہیں تو ان کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ دیانت اور سچائی سے کام لیں۔ اور سنجیدگی اور متانت کے ساتھ پیش کردہ عبارتوں کی وضاحت فرمائیں۔ اور اگر ہم غلطی پر ہوں تو ہماری راہ نمائی فرمائیں ہم ممنون ہوں گے۔ اور صرف اس پر اکتفا نہ کیا جائے۔ کہ "ثبوت عقائد کے لیے تو قرآن وحدیث سے دلائل چاہئیں"۔ کیونکہ نقلِ عبارات سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر ایسے عقائد قرآن وحدیث کی رُو سے مشرکانہ اور مبتدعانہ ہوتے تو حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ جیسے خدارسیدہ، عالی مرتبہ بزرگ ہرگز ہرگز ان عقائد کو صحیح ودرست اور ذریعہ نجات قرار نہ دیتے۔ بلکہ جس طرح مکتوبات شریف میں جابجا شریعتِ حقّہ اور سنّتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی واتباع کی تاکید وتلقین کی ہے، بالکل اُسی طرح واضح طور پر ضرور فرما جاتے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور ماننا۔ آپ کے لیے علم غیب تسلیم کرنا۔ انبیاء اور اولیاء کرام سے مدد ونصرت طلب کرنا شرک وکفر اور بدعت وضلالت ہے۔ جیسا کہ مخالفین کا عقیدہ ہے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کے بالکل برعکس حضرت مجدد قدس سرہ نے تینوں دفتروں میں جابجا اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ آپ بے مثل بشر ہیں۔ اور یہ بشریت آپ کی نورانی ذات کے لیے صرف لباس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وسعت علم کی یہ شان ہے کہ آپ امت کے حالات سے ایک لمحہ کے لیے بھی بے خبر نہیں۔ جیسا کہ نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہوگا۔

اہل تحقیق کا اس اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص متقی اور پرہیزگار نہ ہو وہ ہرگز

درجہ ولایت نہیں پا سکتا، قرآن کریم میں صاف فرمایا:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۝	یعنی اللہ تعالےٰ کے ولی صرف پرہیز گار لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔

دوسرے مقام پر اولیائے کرام کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے قرآن کریم میں وارد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝	یعنی ولی صرف وہ لوگ ہیں جو ایماندار ہونے کے ساتھ ساتھ متقی اور پرہیزگار بھی ہوتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ کے مطابق تقویٰ اور پرہیز گاری کی صفت سے خالی انسان جب ولایت کے درجہ کو نہیں پا سکتا، تو بدعت وضلالت سے آلودہ اور شرکیہ عقائد کا علمبردار انسان کس طرح ولی، بزرگ اور عارف باللہ بن سکتا ہے، حالانکہ تمام اولیاء اللہ کی کتابیں ان عقائد و مسائل سے پُر ہیں جن کو منکرین شانِ اولیاء اللہ شرک و بدعت کہتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے صراط مستقیم کی پہچان یہ بیان فرمائی ہے:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔	یعنی صراط مستقیم صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ وضاحت فرما دی کہ انعام یافتہ چار گروہ ہیں:

(۱) انبیاء کرام (۲) صدیقین (۳) شہید (۴) صالحین

امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لم يقتصر عليه فقال صراط الذين انعمت عليهم و هذا يدل على ان المريد لا سبيل له الى الوصول الى مقامات الهداية والمكاشفة الا اذا اقتدى بشيخ يهديه الى سواء السبيل ويجنبه عن مواقع الاغاليط والاضاليل و ذلك لان النقص غالب على الخلق وعقولهم غير وافية بادراك الحق وتميز الصواب عن الغلط فلا بد من كامل يقتدى به الناقص حتى يتقوى عقل ذلك الناقص بنور عقل ذلك الكامل فحينئذ يصل الى مدارج السعادات و

اللہ تعالیٰ نے صرف اہدنا الصراط المستقیم کے الفاظ پر کفایت نہیں کی بلکہ صراط الذین انعمت علیہم بھی ساتھ فرمایا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات ہدایت اور مکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ و رہنما کی اقتدار کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے۔ اور یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے۔ اور انکے عقول و اذہان حق تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پورے نہیں اترتے۔ تو ایسے کامل کی اقتداء ضروری ہے جو ناقص کی رہنمائی کرے تاکہ ناقص کی عقل کامل کے نور عقل سے قوت پکڑے سو ایسا ہی کرنے سے ناقص سعادتوں کے مدارج اور کمالات کی سیڑھیوں کو

معارج الکمالات۔

عبور کر سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ١۔ ص ١٤٢)

صاحب تفسیر مدارک اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فائدته التاکید والاشعار بان الصراط المستقیم تفسیره صراط المسلمین لیکون ذلك شهادة لصراط المسلمین بالاستقامة علی ابلغ وجه واکده وهم المؤمنون والانبیاء علیهم السلام۔

اس کا فائدہ ایک تو تاکید ہے۔ اور دوسرا اس بات کا اظہار ہے کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین ہے۔ تاکہ یہ مسلمانوں کے راستے کے سیدھا اور ٹھیک ہونے کی کامل اور موکد طریقہ پر شہادت اور گواہی بن جائے۔ اور وہ مومنوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ ہے۔

(مدارک ج ١۔ ص ٨)

حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی دفتر اول مکتوب ١٩٣ میں فرماتے ہیں:

و از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ زیراکہ ہر مبتدع و ضال عقائد فاسدہ خود را از کتاب و سنت اخذ میکند پس

اور وہ علوم جو کتاب و سنت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے صرف وہی علوم قابل اعتبار ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب و سنت سے اخذ کیے ہیں اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کتاب و سنت سے ہی اخذ کرتا ہے۔ لہٰذا

ہر معنی از معانی مفہومہ از ینہا معتبر نباشد۔ | ان گمراہوں کے ذہن میں آنے والے معانی معتبر نہیں ہیں۔

جو راستہ ان چار گروہوں کا بیان کردہ اور بتایا ہوا ہے، وہی صراط مستقیم ہے۔ اور راستہ سے مراد ان چار گروہوں کے عقیدے، اعمال، سیرت و معمولات ہیں۔ منکرین شانِ اولیاء اللہ جن عقائد اور خیالات کے حامل ہیں۔ اور جن کو عین اسلام قرار دے کر ان کی تبلیغ و اشاعت پر زور دیتے ہیں، ہماری درخواست ہے۔ کہ ان عقائد و خیالات کو بزرگانِ دین کی کتابوں سے ثابت کر کے دکھائیں۔ کیا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ ماننا شرک ہے؟ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے عطائی علم غیب کا ماننا مشرکانہ عقیدہ ہے؟ اور اہل اللہ سے وسیلۃً مدد و اعانت چاہنا گمراہی و ضلالت ہے؟ اگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کسی تصنیف میں ایسا تحریر فرمایا ہے تو از راہ مہربانی ہم کو بھی دکھائیے؟ اور اگر کسی بھی تصنیف میں ایسا نہیں لکھا تو بتائیے اتنے اہم اور ضروری اور بنیادی مسائل کو ان بزرگوں نے کیوں نہیں بیان کیا۔ اور کیوں نہ کہہ گئے کہ ان مشرکانہ عقیدوں سے دور رہنا۔

جب انہوں نے سنت و مستحب تک کے مسائل بیان کیے ہیں تو آخر ان عقیدوں سے خبردار رہنے کی تلقین کیوں نہ کی جن سے آدمی کا نفس ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے؟ کیا امام حسن بصری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام قشیری، امام غزالی، حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش، خواجہ اجمیری، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہیں ان عقیدوں کو مشرکانہ کہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو بتائیے .... ورنہ وجہ بتائیے کہ اس قدر ضروری مسائل

کو وہ کیوں چھوڑ گئے ؟ اور یہاں یہ تاویل بالکل لغو اور فریب ہے۔ کہ ان بزرگوں کے زمانہ میں یہ مسائل پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، کیونکہ منکرین شان اولیاء اللہ کے اکابر ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ان عقائد والوں کو مشرک و بدعتی کہا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں یہ عقائد اور ان عقائد کے حامل لوگ موجود تھے۔ جس بنا پر ان کو مشرک و بدعتی کہنا پڑا۔

اسی طرح گیارہویں صدی میں پیدا ہونے والے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بڑی شوخی اور دیدہ دلیری کے ساتھ اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی کہا۔ بلکہ اہل سنت و جماعت کا قتل جائز قرار دیا (کذا فی الشامی)۔

مقام غور ہے کہ آخر ان چند افراد کے علاوہ باقی تمام امت کے علماء، محدثین، فقہاءؒ اور صوفیائے کرام نے کیوں ایسے عقائد والوں کو مشرک و بدعتی کہنے سے خاموشی اختیار کی ؟ بلکہ اُلٹے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور عبدالوہاب نجدی وغیرہ کے رد میں کتابیں لکھیں، تعجب ہے کہ مخالفین کے نزدیک ابن تیمیہ، ابن قیم اور عبدالوہاب نجدی وغیرہ مجددین و مصلحین میں شمار ہوتے ہیں۔ حالانکہ بزرگان دین نے ان "مصلحین" کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

مخالفین اہل سنت عام طور پر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ "ہم قرآن و سنت سے اپنے عقائد ثابت کرتے ہیں۔ اور تمہارے پاس بزرگوں کے اقوال اور توہمات کے سوا کیا ہے۔ اور نصوص قطعیہ کے سامنے ان کی کیا وقعت و حقیقت ہے" اس سوال کا مختصر اور عام فہم جواب تو یہ ہے کہ کیا، وہ آیات و احادیث جن کو تم لوگ پیش کرتے ہو، بزرگان دین اور مفسرین کرام نے نہیں دیکھی تھیں ؟ یا ان آیات و احادیث کے معنی وہ نہیں سمجھ سکے ؟ اور ان کو یہ محسوس

نہ ہو سکا کہ قرآن و احادیث میں ان عقائد کو مشرکانہ اور مبتدعانہ قرار دیا گیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مخالفین کے نزدیک حجۃ الاسلام امام غزالی، حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ عبد الحق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ معاذ اللہ جاہل اور بے علم تھے۔ کہ ان کو تو سمجھ نہ سکا کہ ان آیات کے معانی یہ ہیں۔ اور زمانہ حال کے چند خشک ملاؤں پر یہ منکشف ہوا کہ قرآن مجید اور کتب حدیث میں ایسی آیات و احادیث بھی موجود ہیں۔ جن کی رو سے سوادِ اعظم شرک و بدعت سے آلودہ نظر آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدھا راستہ صرف اور صرف وہی ہے جو بزرگانِ دین اور علماء حق کا راستہ ہے اور قرآنی آیات، و احادیث مبارکہ کا صرف وہی مطلب اور ان کی صرف وہی تفسیر درست اور قابل اعتبار ہے۔ جو ان پاک بزرگوں نے کی ہے۔ صرف علم ہدایت اور حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ مولیٰ کریم کا ارشاد ہے وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے باوجود گمراہی و ضلالت میں ڈال دیا۔

لہٰذا جن عقائد کی اکابرینِ اسلام نے نشان دہی فرمائی ہے۔ ان کو اپنا عقیدہ بنانا چاہیئے۔ ان کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیئے۔ اور ان کے اطوار و احوال کو مشعل راہ بنانا سعادت عظمیٰ ہے۔ اس کے بغیر عقائد کسی صورت بھی درست اور صحیح نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ اس وقت ہر شخص قرآن بغل میں دبائے پھر رہا ہے۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا مدعی بنا ہوا ہے، اس خود سری اور ذہنی افراتفری کے دور میں ایمان بچانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔

مختصر سوانح

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ السّامی

کتاب ہٰذا میں امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے مذہب، مشرب، مسلک اور عقائد و معمولات اور اُن کی تعلیمات کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس تالیف میں یہی چیزیں پیش کرنی مطلوب تھیں، جو بحمد اللہ تعالیٰ کسی حد تک پیش کر دی گئی ہیں۔ لہٰذا ذیل میں صرف حصول برکت کے لیے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حالات نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ لکھے جا رہے ہیں۔

نسب شریف

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا نسب شریف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملحق ہوتا ہے:۔ شیخ احمد[1] بن شیخ عبدالاحد[2] بن شیخ زین العابدین[3] بن شیخ عبدالحی[4] بن شیخ محمد[5] بن شیخ حبیب اللہ[6] بن شیخ رفیع الدین[7] بن شیخ نصیر الدین[8] بن شیخ سلیمان[9] بن شیخ یوسف[10] بن شیخ اسحاق[11] بن شیخ عبداللہ[12] بن شیخ شعیب[13] بن شیخ احمد[14] بن شیخ یوسف[15] بن شیخ

[16] شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ بن شیخ [17] نصیر الدین بن شیخ [18] محمود بن شیخ [19] سلیمان بن شیخ [20] مسعود بن شیخ [21] عبداللہ الواعظ اصغر بن حضرت [22] عبداللہ الواعظ الاکبر بن شیخ [23] ابوالفتح بن شیخ [24] اسحاق بن شیخ [25] ابراہیم بن شیخ [26] ناصر بن شیخ [27] عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از علامہ نور بخش توکلی ایم۔اے ص ۱۷۲)۔

ولادتِ باسعادت

آپ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو بمقام سرہند شریف حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ کل جہاں میں ظلمت پھیل گئی ہے، سؤر بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ دریں اثنا میرے سینے سے ایک نور نکلا اور اس میں سے ایک تخت ظاہر ہوا۔ اُس تخت پہ ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ کوئی شخص بآواز بلند کہتا ہے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی تو انھوں نے بعد توجہ فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ذریعہ الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی —— چنانچہ یہ تعبیر بالکل صحیح و درست نکلی۔

تحصیل علوم

جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی عمر تعلیم حاصل کرنے کے لائق ہوئی تو آپ کو

مکتب میں داخل کیا گیا۔ اور آپ نے بہت تھوڑی مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد سے فرمائی۔ بعد ازاں سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا کمال کشمیری سے معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حدیث کی بعض کتابیں شیخ خوارزمی بردیؒ کے خلیفہ مولانا یعقوب کشمیریؒ سے پڑھ کر سند حاصل کی مولانا یعقوب نے حرمین شریفین میں پہنچکر وہاں کے بڑے بڑے محدثین سے استفادہ و استفاضہ کر کے سند حاصل کی تھی۔ ان کے علاوہ قاضی بہلول بدخشانی تلمیذ شیخ المحدثین ابن فہدی سے تفسیر واحدی مع دیگر مولفات واحدی، تفسیر بیضاوی مع دیگر مصنفات قاضی بیضاوی اور صحیح بخاری مع متعلقات ثلاثیات وغیرہ و مشکوٰۃ المصابیح و ترمذی شریف مع شمائل اور جامع صغیر و قصیدہ بردہ شریف اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت حاصل فرمائی۔ (حضرات القدس و زبدۃ المقامات)۔

غرضیکہ آپ نے سترہ برس کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے والد ماجد کے حضور ہی میں طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ مختلف دیار و امصار سے سینکڑوں طلبہ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ رات دن درس و تدریس کا مشغلہ رہتا۔ ہر وقت علوم حدیث و تفسیر کے شائقین آپ کے گرد پروانہ وار جمع رہتے۔ اسی اثنا میں آپ نے رسائل تصنیف فرمائے۔ رسالہ تہلیلیہ اثبات النبوت اور رسالہ در رد روافض اس زمانے کی یادگار ہیں۔

آگرہ کا سفر

ان دنوں آگرہ علماء و فضلا کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کے علم کا شہرہ سن کر آپ آگرہ تشریف

لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ اس عرصے میں کئی دفعہ ابوالفضل کی مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ آپ کے علم و فضل کی بے حد تعریف کیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے فلاسفہ اور ان کے علوم کی تعریف میں بے حد مبالغہ کیا جس سے علمائے دین کی توہین کا پہلو نکلتا تھا حضرت شیخ مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کو برداشت نہ کر سکے اور فرمایا کہ امام غزالی قدس سرہ العالی نے رسالہ منقذ من الضلال" میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ وہ علوم جن کے واضع فلاسفہ اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ مثلاً ہیئت، نجوم اور طب وغیرہ یہ سب کتب انبیائے سابقین سے چرائے ہوئے ہیں۔ اور ریاضی وغیرہ جو فلاسفہ کے طبع زاد ہیں ان کی دین کو کیا ضرورت ہے"؟ ——— ابوالفضل آپ کی معقول تقریر سن کر بے حد خفا ہوا اور کہنے لگا کہ امام غزالیؒ نے غلط و نامعقول کہا ہے۔ حضرت شیخ مجددؒ یہ سن کر ناراض ہو گئے اور اس کی مجلس سے اُٹھ آئے۔ اور چلتے وقت فرمایا کہ اگر تو ہم جیسے اہل علم کی صحبت کا ذوق رکھتا ہے۔ تو ایسی بے ادبانہ اور گستاخانہ باتوں سے اپنی زبان کو بند رکھو! اس کے بعد کئی روز تک آپ اس کی مجلس میں تشریف نہ لے گئے تو اس نے معافی مانگ کر آپ کو بلایا۔

ایک روز آپ ابوالفضل کے بھائی فیضی کے ہاں تشریف لے گئے وہ ان دنوں تفسیر بے نقط (سواطع الالہام) لکھ رہا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا کہ خوب موقع پر تشریف لائے ہو۔ ایک مقام درپیش ہے کہ جس کی تاویل و تفسیر حروف غیر معجمہ میں مشکل ہے۔ میں نے ہر چند دماغ سوزی کی ہے۔ مگر دل خواہ عبارت نہیں سوجھتی۔ یہ سن کر آپ نے قلم برداشتہ اس صفحہ کے مطالب و معانی بے نقط حروف میں کمال بلاغت و فصاحت میں تحریر فرما دیے۔ آپ کی یہ قدرت دیکھ فیضی حیران و ششدر رہ گیا۔ اس ایک واقعہ سے آپ کی زبردست قابلیت اور کمال فضیلت کا بخوبی پتہ

چل جاتا ہے۔

آپ کو آگرہ میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا اس لیے آپ کے والد بزرگوار باوجود کبر سنی کے طویل سفر طے کر کے آپ کو ملنے کے لیے آگرہ پہنچے اور حضرت کو اپنے ساتھ سرہند شریف واپس لے آئے۔ راستے میں بمقام تھانیسر وہاں کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی۔

سلوک طریقت

وطن پہنچکر آپ نے سلوک طریقۂ صوفیہ میں قدم رکھا اور اپنے والد نامدار کی صحبت میں رہ کر بہت سے فوائد باطنی حاصل کیے۔ چنانچہ آپ رسالہ مبداء و معاد میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس درویش کو اصل نسبتِ فردیت کہ جس سے عروجِ اخیر مخصوص ہے، اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ اور والد بزرگوار کو ایک بزرگ (شاہ کمال کیتھلیؒ) سے ہاتھ لگی تھی جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق میں مشہور تھے۔ نیز اس درویش کو عبادات نافلہ بالخصوص ادائے نماز نافلہ کی توفیق اپنے والد بزرگوار کی مدد سے ہے۔ اور والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ) سے حاصل ہوئی تھی جو اس سلسلہ میں تھے۔"

(بحوالہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از علامہ نوکلیؒ ص۱۷۶)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے حضور میں

حضرت امام ربانی کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق مدت مدید سے دامن گیر تھا۔ مگر اپنے والد ماجد کی کبر سنی کے باعث اس ارادے کو ملتوی رکھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد نے ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۷ھ کو اسّی برس کی عمر میں انتقال فرمایا تو اگلے برس ۱۰۰۸ھ میں بارادہ حج روانہ ہوئے دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے جو آپ کے محبوں میں سے تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ کی بے حد تعریف کی۔ اور اُن سے ملنے کی تاکید کی۔ چونکہ آپ کو نسبت نقشبندیہ کا شوق پہلے ہی سے تھا۔ اس لیے آپ حضرت خواجہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ اور آپ کا ارادہ و مقصد معلوم کیا۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنا مقصد سفر بیان کیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شیوہ یہ نہ تھا کہ کسی طالب کو بذات خود اپنے آپ اخذ طریقہ کا اشارہ فرمائیں۔ یا ایسے مبارک سفر سے روک کر اپنی خانقاہ میں قیام کرنے کا حکم دیں۔ مگر چونکہ اس شہباز بلند پرواز کی قابلیت و استعداد پر نظر تھی۔ اس لیے اپنی عادت کے خلاف ارشاد فرمایا:

"اگرچہ تم مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہو لیکن کم سے کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ فقراء کی صحبت میں رہو تو کیا حرج ہے۔"

حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق آپ نے ایک ہفتہ تک ٹھہرنے کا ارادہ فرما لیا۔ ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے۔ کہ حضرت خواجہ کے کشش و تصرف سے آپ پر اخذ طریقہ نقشبندیہ کا شوق غالب ہوا اور آپ نے حضرت خواجہ سے اس کا اظہار فرمایا تو حضرت خواجہ نے

فی الفور داخل طریق کر لیا۔ اور خلوت میں لے جا کر توجہ دینا شروع کی۔ چنانچہ اُسی دم آپ کا قلب منور و ذاکر ہو گیا۔ اور روز بروز ترقیات و عروجات حاصل ہوتے چلے گئے ؎

طریق نقشبندی میں فیوض خواجہ باقیؒ سے
بنا ہے سینہ گنجینہ مجدد الف ثانیؒ کا

محبوب و مراد مرشد

جس طرح سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مُراد تھے۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم کی اولادِ امجاد میں سے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج فاروقی اجودھنی رحمہ اللہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمہ اللہ کے مراد تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ پاک سے حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے مرشدِ برحق کے محبوب و مراد ہونے کا شرف حاصل ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے مرادِ مرشد ہونے کے متعلق بہت سے واقعات کتب میں درج ہیں۔ یہاں صرف ایک کا نقل کر دینا کافی ہے۔ وھو ھذا۔

قطب المحققین حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے مخدوم مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ نے ہم کو حکم دیا کہ ہندوستان جاؤ۔ وہاں یہ سلسلہ شریفہ تم سے رواج پائے گا۔ میں نے اپنے کو اس کا اہل نہ پا کر عذر کیا۔ حضرت نے استخارہ

کا حکم دیا۔ میں نے استخارہ کیا۔ اور اس میں یہ معلوم ہوا کہ ایک طوطی ایک شاخ کے سر پر بیٹھا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ طوطی اس شاخ سے اُڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو ضرور اس سفر میں مجھے کامیابیاں ہوں گی۔ بمجرد اس خیال کے طوطی اڑا اور میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی منقار کو اپنے مُنہ میں کیا۔ اور اس نے میرے منہ میں شکر ڈال دی ——— میں نے اس واقعہ کی تعبیر اس طرح لی کہ طوطی چونکہ ہندوستان کا پرندہ ہے اس لیے کوئی بزرگ ہند کے ہم سے متوسل ہوں گے۔ اور معارف و اسرار اس سے پیدا ہوں گے۔ اور ہم کو بھی اس سے فائدہ پہنچے گا ——— میں نے یہ واقعہ اور تعبیر جناب مولانا سے بیان کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہی ہے جو تم کو معلوم ہوئی ہے۔ ایک عرصہ سے بزرگانِ طریق اِس بزرگ کی تشریف فرمائی کے منتظر ہیں۔ جلدی کرو اور اس بزرگ کو پاؤ۔ اب معلوم ہوا کہ وہ بزرگ تمہارے دامن سے پرواز کرے گا"

حضرت خواجہ قدس سرہٗ (خواجہ باقی باللہ) نے ختم کلام کے بعد ہمارے حضرت قطب الاقطاب (مجدد صاحب) سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ واقعہ اور بشارت تم سے متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ کی تعبیر کے مطابق انجام کار ہوا (حضرات القدس مترجم دفتر دوم ص۲۰ و ص۲۱)۔

حضرت علامہ نور بخش توکلی ایم۔ اے مرحوم نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے کئی بار فرمایا "شیخ احمد کی سرعت سیر کا سبب یہ ہے کہ وہ محبوب و مراد ہیں"

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص۱۶۸)

مجدد الف ثانی

حضرت خواجہ بدر الدین سرہندی حضرات القدس میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو "مجددالف ثانی" بنایا۔ چنانچہ حضرت نے خود اس معاملہ کی تصریح فرمائی ہے اور ایک مکتوب میں اپنے علم اور معارفِ خاصہ کی تحریر کے بعد لکھا ہے کہ:۔

"یہ علوم مشکوٰۃِ انوار نبوت سے مقتبس ہیں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد تجدیدِ الف ثانی کے بلحاظِ تبعیت و وراثت تازہ ہوئے اور تازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا مالک "مجددالف ثانی" ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ان کے علوم و معارف کو جو ذات و صفات و افعال حق سے متعلق ہیں۔ اور احوال و مواجید و ظہورات پر مشتمل ہیں، دیکھا ہے۔ اُن پر بخوبی روشن ہے کہ یہ علوم و معارفِ اولیا کے علاوہ ہیں۔ بلکہ اُن کے علوم بہ نسبت علوم مجددیہ کے پوست ہیں۔ اور وہ مغز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔"

"واضح ہو کہ ہر صدی کے ابتدا میں ایک مجدّد گزرتا ہے مگر مجدد صدی الگ ہے اور مجدد ہزار الگ۔ جو فرق کہ سَو اور ہزار میں ہے ان کے مجددوں میں بھی وہی فرق ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ——— مجدد ہزار وہ ہے کہ جو کچھ اس مدت میں فیض اور برکتیں امتوں پر پہنچتی ہیں اُسی کے توسط سے پہنچتی ہیں۔ اگرچہ اقطاب و اوتاد اور بُدلاء و نُجبا موجود کیوں نہ رہیں[1] ——— حضرات القدس دفتر دوم ص ۴۷)"

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی نے "زبدۃ المقامات" میں تحریر فرمایا ہے:

---

[1] یہ عبارت دفتر دوم کے مکتوب چہارم کی ہے۔

"راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ میرے دل پر خطرہ گزرا کہ اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو "مجدد الف ثانی" کیا ہے۔ اعاظم علمائے وقت میں سے کسی سے اس امر کی تائید ہوتی تو بہتر تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ خطرہ میرے دل میں آپ کی خدمت میں گزرا۔ آپ نے احقر کو فرمایا کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں تصانیف عالیہ رکھتے ہیں اور اس وقت دیار ہند میں اُن کا نظیر نہیں معلوم ہوتا، مجھے آپ نے ایک مکتوب میں لکھا تھا۔ پھر آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ آپ کے فقرات مدحیہ میں سے ایک فقرہ "مجدد الف ثانی" تھا۔" مولانا عبدالحکیمؒ نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ کسی نے یہ آیت پڑھی قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے مجدد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم ذکر اخذ کی اور آپ کے مخلصین میں داخل ہوئے (زبدۃ المقامات مترجم اردو ص۱۷۸)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شان ارفع و اعلیٰ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت کے دعویٰ مجددیت اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کی زبردست تائید ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"شیخ مجدد اس دورہ کے پیش خیمہ ہیں۔ اس دورہ کے بہت سے معارف اور علوم شیخ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہیں، شیخ اس دورہ کے قطب ارشاد ہیں۔ آپ کے ہاتھوں پر بہت سے طبعی گمراہ اور بدعتی تائب ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد کی تعظیم عین مُدَوِّرِ ادوار اور مکوّنِ کائنات (یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ) کی تعظیم ہے۔ حضرت شیخ کے نعماء و برکات کا شکریہ عین ایزد متعال کا شکریہ ہے[1]۔"

---

[1] کلمات طیبات ص۱۶۲ مکتوب ہفتم بحوالہ سیرت امام ربانی مؤلفہ مولانا محمد داؤد فاروقی ص۴۲

تجدیدی کارنامے

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا جس وقت ظہور ہوا۔ اس وقت اپنے اور بیگانوں کے ہاتھوں جو دین اسلام کی درگت بن رہی تھی۔ اس کے تصور سے ہی دل کانپ جاتا ہے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس لادینی و گمراہی کے خلاف جو نادر المثال مساعی فرمائیں ان کا بیان بہت طویل ہے اور حضرت شیخ قدس سرہ کی سوانح کا بھی ایک ایسا باب ہے جس کو پڑھنے اور سمجھنے سے ہی یہ حقیقت آشکارا ہو سکتی ہے کہ آپ کا دعوئ مجددیت بالکل صحیح تھا اور جن حضرات نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی۔ انھوں نے اپنے نور بصیرت و نور ایمانی کے ذریعے عین حق کہا تھا۔ حضرت کے تجدیدی کارناموں کو اس مقام پہ بیان کرنا ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف آواز بلند کر کے بادشاہ سے ٹکر لی۔ دین الٰہی میں سود، قمار بازی اور شراب کو حلال قرار دے دیا گیا تھا۔ غسل جنابت کی فرضیت سے انکار کر دیا گیا تھا۔ داڑھی کا مذاق اڑایا جاتا اور اسلامی پردے کو ختم کرنے کا حکم صادر کیا گیا۔ زنا کے اڈے قائم کیے گئے۔ علمائے حق کی توہین و تذلیل کی جاتی۔ کفار کا اس قدر زور بڑھ گیا تھا کہ مساجد کو بلاخوف گرا دیا جاتا تھا۔ اور مسلمانوں کے مقابر و مساجد کو منہدم کر کے ان پہ مندر تعمیر کر دیے جاتے تھے۔ بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنا ضروری تھا[۱]۔ گائے اور بھینس کے گوشت کو حرام اور حرام جانوروں کے گوشت کو حلال قرار دے دیا گیا تھا۔ ابوالفضل اور فیضی کا والد ملا مبارک

۱؎ سجدہ تعظیمی کے رد میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا رسالہ "الزبدۃ الزکیہ فی حرمۃ السجود التحیہ" معروف بہ حرمت سجدہ تعظیم "لائق مطالعہ ہے۔

حنفیت کو چھوڑ کر غیر مقلد بن گیا تھا۔ اور اسی غیر مقلدیت نے اُسے اور اُس کے بیٹوں کو دشمن اسلام بنا کر جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

اکبر اور اس کو بہکانے والے علماء سُوء کے فتنوں کے علاوہ اس دور کے جاہل صوفیوں اور پیروں نے بھی کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھی تھی۔ علماء نے تبلیغ دین کا فریضہ ترک کر دیا تھا جس کے باعث مسلمانوں میں ہندؤں کی رسوم جاری ہو گئی تھیں۔ شرک و بدعت کا زور ہو گیا تھا۔ اہل حق مغلوب و گوشہ نشین تھے۔ اور بد عقیدہ و گمراہ لوگ اپنے خیالاتِ فاسدہ کی تشہیر میں آزاد تھے رافضی اور تفضیلی کھلے بندوں اپنے عقائد بد کی تبلیغ و ترویج میں مصروف تھے اور حکومت کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ عہد جہانگیری میں نورجہاں کی وجہ سے ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ چنانچہ بعض شہروں میں خطبا نے جمعہ اور عیدین کے خطبوں سے اصحابِ ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماءِ گرامی خارج کر دیے تھے۔ غرض کہ وہ کونسا فتنہ تھا جو اس وقت ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ اور وہ کونسا ظلم تھا جو دین اسلام پہ نہیں ڈھایا گیا تھا۔ مگر اس نائب رسول نے اپنی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ شاہی عتابات کو نہایت ہمت و کمال جرأت سے برداشت کیا۔ حتّٰی کہ جیل میں جا کر سنتِ یوسفی بھی ادا کی۔ بالآخر حق کا بول بالا ہوا۔ باطل کو جھکنا پڑا۔ شہنشاہ جہانگیر تائب ہوا۔ غرض کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی مساعی پیہم کے ذریعے ہندوستان میں دوبارہ سُنت کا احیا ہوا۔ کفر و ضلالت اور بدعت کے بادل چھٹ کر اسلام کا نور پھیل گیا۔

سلہ اپنے والد کے متعلق ابو الفضل لکھتا ہے کہ "واز تقلید بر کنارہ بندگی دلیں کردے (آئین اکبری)

سلہ جاہل صوفیوں کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی کا رسالہ "مقال العرفا" بڑا مفید ہے۔

تصانیف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے متعدد تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

رسالہ در ردّ رافض۔ رسالہ اثبات النبوۃ۔ رسالہ معارف لُدنیہ۔ تعلیقات عوارف المعارف۔ رسالہ مبدٔ و معاد۔ رسالہ تہلیلیہ۔ شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ رح۔ رسالہ آداب مریدین۔ رسالہ مکاشفات عینیہ۔ رسالہ حالات خواجگان نقشبندیہ۔ رسالہ علم حدیث وغیرہ۔

ان میں سے زیادہ تر رسائل چھپ چکے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں۔ جن کے وجود عنقا ہیں۔ مگر آپ کی تصانیف عالیہ میں سے سب سے اہم چیز مکتوبات شریف ہیں۔ جو علوم ظاہریہ و باطنیہ کا گنجینہ ہیں۔ شریعت و طریقت کے جملہ مسائل کا حل ان میں موجود ہے۔

مقام مکتوبات

چونکہ ہماری یہ کتاب حضرت شیخ قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف سے ماخوذ ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ خود صاحبِ مکاتیب کے ارشادات ذیل میں نقل کر دیے جائیں تاکہ قارئین کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ ان مکتوبات کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ اور ان میں کوئی بات خلاف شرع شریف درج نہیں ہوئی ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

ا۔ مطالعہ مکتوبات را لازم گیرند کہ سود مند است۔ دفتر اول مکتوب ۲۳۷	مکتوبات کا مطالعہ ضرور کرتے رہیں کیونکہ ان کا مطالعہ نفع بخش ہے۔

۲- علوم باایں ہمہ کثرت تمامہا موافق علوم شرعیہ اند سر مو مخالفت را گنجائش نیست - ایں خصوصیت علامتِ صحت علوم است حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ نوشتہ بودند کہ علوم شما ہمہ صحیح است - دفتر اول مکتوب ع۱۰۲

یہ علوم و حقائق اس کثرت کے باوجود سارے کے سارے علوم شرعیہ کے عین مطابق ہیں - ان میں بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی گنجائش نہیں یہ خصوصیت ان علوم کے صحیح اور ٹھیک ہونے کی علامت ہے ہمارے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمہارے بیان کردہ تمام علوم و معارف صحیح ہیں -

۳- اے فرزند ایں معارف کہ مسودہ یافتہ است امید است کہ از الہامات رحمانی باشند کہ اصلا شائبہ وساوس شیطانی را در انجا مجال نبود - دلیل بریں معنی دارد کہ چوں در صدد تحریر ایں شد و ملتجی بجناب قدس خداوندی جل سلطانہ گشت دید کہ گویا ملائکہ کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام از نواحی آں دفع شیطان میکردند و نمی گذاشتند کہ در حوالی آن

اے فرزند! یہ معارف جو تحریر ہیں آرہے ہیں امید ہے کہ الہامات ربانیہ سے ہوں کہ وساوس شیطانی کے شائبہ تک کی ان میں گنجائش نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ دوران تحریر جب بندہ درگاہ ایزدی جل سلطانہ میں ملتجی ہوا تو یوں محسوس ہوا کہ گویا ملائکہ کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام میرے اردگرد متعین ہیں اور ابلیس لعین کو دور

مکان بگذرد۔ دفتر اول مکتوب ۲۳۴ رکھ رہے ہیں اور اس کو میرے پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔

بعض خصائص و مراتب حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی

اگرچہ درج ذیل مقامات و مراتب بعض دیگر اخص الخواص کو بھی عطا ہوئے ہوں۔ لیکن چونکہ وہ نہایت ہی نادر و قلیل ہیں۔ اس لیے ان تمام مراتب و مقامات کا آپ کی ذات میں بیک وقت اجتماع آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

علاوہ بریں حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کو بعض ایسے کمالات بھی حاصل تھے جو اوروں سے سننے میں بھی نہیں آئے۔

(۱) خدا تعالیٰ نے آپ کو مجدد الف ثانی کیا۔ جس کا اظہار آپ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار الہام کے بعد کیا۔ جیسا کہ مکتوبات شریف میں آپ نے خود اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں آپ کو مجدّد الالف الثانی لکھا

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک ۔۔۔ سزد گر بگزرانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نو بہاری ۔۔۔ کند از لطف بر من قطرہ باری

(۲) کئی برس پہلے حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ پیر و مرشد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ سرہند شریف تشریف لائے تو خواب میں حضرت امام ربانی کے نور

کو شمع کی صورت میں دیکھا جس سے تمام عالم منور ہو رہا ہے۔

(۳) حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مخلص کو لکھا کہ شیخ احمد (مجدد صاحب) ایسا شخص ہوگا جس کی روشنی سے تمام عالم منور ہوگا۔

(۴) حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی کو حضرت کے مرشد بزرگوار نے خبر دی کہ آپ کو مرتبہ مرادیت اور محبوبیت حاصل ہوگا۔

(۵) آپ کے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ طریقہ نے دست بدست لے کر آپ کی تربیت فرمائی اور مقامات بلند تک لے جا کر خصوصی نسبتیں عطا کیں۔

(۶) دیگر اولیاء اللہ کی توجہات سے آپ میں نسبتہائے ولایت اور انوار نبوت جلوہ گر ہوئے۔ اور تمام نسبتوں سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے خود بارہا فرمایا کہ اس راہ کا کوئی کوچہ ایسا نہیں جس سے اس ناچیز کو عبور نہ کرایا گیا ہو۔

(۷) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو علم سموات سکھایا۔

(۸) حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام سے بھی آپ کو ملاقات نصیب ہوئی اور انہوں نے آپ کو حیات و ممات کی حقیقت سے آگاہ فرمایا۔

(۹) ابتدائے سلوک میں حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو علم لدنی سکھایا۔

(رسالہ مبدء و معاد)

(۱۰) خود حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مجتہد علم الکلام فرمایا۔

(آپ کا ایک مکتوب)

(۱۱) ایک دفعہ آپ حلقہ مراقبہ میں تھے۔ کہ آپ کو ندا آئی:

غفرت لك ولمن توسل	میں نے تجھے اور تیرے متوسلین
بك بواسطة او بغیر واسطة	کو چاہے وہ بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ
الی یوم القیمة۔	قیامت تک سب کو بخش دیا۔

(رسالہ مبدء و معاد)

(۱۲) ایک دفعہ آپ کو بشارت دی گئی کہ جس جنازہ میں تم شریک ہو گے وہ میت مرحوم و مغفور رہے۔

(۱۳) ایک قبرستان میں آپ نے دعا مغفرت کی تو آپ کو الہام ہوا کہ میں نے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا ہے۔

(۱۴) آپ کو بشارت دی گئی کہ جو علوم تم نے بیان و تحریر کیے ہیں وہ سب ہماری طرف سے ہیں اور بالخصوص جن علوم میں آپ کو ایک گونہ تردد تھا ان کی حقیقت آپ پر کھول دی۔

(۱۵) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی کہ کل قیامت کو تمہاری شفاعت سے کئی ہزار آدمی بخشے جائیں گے۔

(۱۶) آپ کو انوار و برکات ہفت درجہ متابعت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف فرمایا گیا۔

(مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۲۵)

(۱۷) وسواس و خناس کو محض فضل و کرم سے آپ کے سینہ پاک سے دور کر دیا گیا۔

(۱۸) شرک خفی (ریا) آپ کی عبادت سے اٹھا لیا گیا۔

(۱۹) آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی برکت سے سیدنا حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور ان کے شاگردوں تک علم و عمل میں رسوخ حاصل ہوا۔

(۲۰) آپ نے فرمایا کہ جس قدر لوگ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے یا قیامت تک داخل ہوں گے بواسطہ یا بغیر واسطہ مرد ہوں یا عورتیں سب مجھے دکھائے گئے۔ حتیٰ کہ ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بھی مجھے بتلایا گیا اگر چاہوں تو بیان کر سکتا ہوں۔

(۲۱) قضائے مبرم و معلق اور اسرار محو و اثبات سے آپ کو مطلع کیا گیا۔

(۲۲) آپ کو علمائے راسخین میں کیا گیا۔ اور متشابہات قرآنی کے اسرار مقطعات کلام ربانی کے رموز سے بھی آپ کو مطلع اور واقف کیا گیا

(۲۳) آپ کو قطبیت ارشاد و قطبیت افراد کا جامع کیا گیا اور یہ نادر ترین مرتبہ ہے۔

(رسالہ مبدء و معاد)

(۲۴) خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو قدرت و تصرف کا وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ آپ طالب کو ایک ولایت و مقام سے فوق ولایت و مقام پر پہنچا دیتے تھے۔

(۲۵) خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے آپ کی دنیا کو آخرت کر دیا یعنی تمتعات دنیویہ فانیہ کو آپ کے حق میں حکم آخرت میں کر دیا گیا۔

(۲۶) آپ کو حقیقت قرآن و حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کے اسرار پر انوار سے

حصہ وافر عطا کیا گیا۔

(۲۷) آپ پر ولایت ثلاثہ صغریٰ و کبریٰ یعنی ولایت اولیاء۔ ولایت انبیاء اور ولایت ملائکہ منکشف کر دی گئی۔

(کما ہو مصرح فی المکتوبات)۔

(۲۸) خدا تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم خصوصی سے آپ کو خزینہ رحمت بنایا۔

(۲۹) آپ کو بتایا گیا کہ آپ سے لے کر حضرت امام مہدی تک اور کوئی ان کمالات سے موصوف نہ ہو گا۔

(۳۰) آپ کو اہل حق کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنایا گیا۔

(۳۱) آپ کا کلام حق سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مقام آپ کو بہ تبعیت متابعت و وراثت حاصل ہوا ہے۔

(۳۲) خدا تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ قیومیت عطا فرمایا جو عالم کے لیے قیام کا باعث ہے۔

(مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۲۹)۔

(۳۳) آپ نے فرمایا ہمارا خاصہ قیامت تک ہماری اولاد میں باقی رہے گا۔

(۳۴) خدا تعالیٰ نے اپنے وصل سے بھی آپ کو حصہ وحظ عطا فرمایا۔

گر بگویم شرح آں بے حد شود
مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

عارف ذی علم آپ کے مکتوبات شریف پڑھے۔ تو وہ ضرور آپ کے خصائص و مناقب پر یقین کرے گا۔ اذعان و قبول شرط ہے۔ اور اس گفتگو سے مقصود خدا تعالیٰ

کی نعمت کا اظہار ہے۔ نیز تاکہ طالبان طریقت کو ترغیب ہو۔ دوسروں پہ تفضیل جتانا مقصود نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب ان فضائل و مناقب کی حامل ہستی سے تجدید و احیاءِ دین کا جو کام لینا تھا لے لیا تو ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو اس بزرگ ترین ہستی کو اپنی طرف بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اس قبہ مبارک میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پہ تعمیر کروایا تھا (قبہ شکن غور فرمائیں) دفن کیے گئے۔

قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ وافاض علینا فتوحہٗ

تاریخ وصال وارث الرسول اور آیت اَلَآ اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ

کرامت:

جب غسال نے آپ کو غسل کے لیے تختہ پہ لٹایا تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ بطریق نماز باندھے ہوئے تھے۔ بائیں ہاتھ پہ دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور چھنگلیا حلقہ کیے ہوئے تھے۔ حالانکہ بعد از انتقال آپ کے ہاتھ دراز کر دیے گئے تھے۔ تختہ پہ لٹاتے وقت آپ نے تبسم فرمایا اور دیر تک متبسم رہے۔ غسال نے آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ کر کے بائیں کروٹ پہ لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پہ لٹا کر بائیں جانب غسل دیا جب غسل شریف مکمل ہو چکا تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ کے دونوں دست مبارک حسب سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالت

نماز کی طرح بندھ گئے۔ کفن شریف پہناتے وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ آخر حضرت خواجہ محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مرضی یہی ہے کہ آپ کے دست مبارک اسی طرح رہنے دیے جائیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(زبدۃ المقامات)

مصنفہ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی

خلیفہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ

درستئ عقائد

عقیدے کی صحت و درستی قبولیت اعمال کے لیے شرط لازم ہے۔ عقیدہ بنیاد و اساس ہے۔ اور اعمال اس کی فرع اور شاخیں ہیں۔ عقیدہ ٹھیک نہ ہو تو اعمال حسنہ چاہے کتنے ہی زیادہ اور کیسے ہی اخلاص کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ نہ ان کی قبولیت ہے اور نہ ان کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ اور نہ ان پہ ثواب مل سکتا ہے۔ یہودیوں کے درویش اور عیسائیوں کے راہب چونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں۔ اور از راہ حسد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت، اور فضائل و کمالات جو تورات و انجیل میں مذکور ہے اسے چھپاتے ہیں۔ اور اس میں تحریف کرتے ہیں۔ اس لیے دوسرے کفار و مشرکین کی طرح یہ بھی آتش دوزخ میں جلیں گے اور ابدالآباد تک عذاب میں رہیں گے۔

قرآن مجید میں وارد ہے:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورا

یعنی کفار و بے دینوں کے اعمال کو ہم آخرت میں ذرہ بے مقدار کی طرح اڑا کر نیست و نابود کر دیں گے۔

قرآن حکیم میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہم ان کے اعمال کا وہی حشر کریں گے جو تیز آندھی راکھ کے ڈھیر کا کرتی ہے۔

ایک تیسری جگہ فرمایا گیا فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا۔ یعنی بے دینوں کے اعمال کا ہمارے ہاں کوئی وزن نہیں۔ اور ان کی کوئی وقعت نہیں۔ وجہ وہی ہے کہ ان کی بدعقیدگی اور بے دینی رنگ لائے گی۔ اور فساد عقیدہ کی شقاوت انہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ درستی عقیدہ کی اس اہمیت کو واضح کرنے کے لیے قرآن حکیم میں جہاں بھی اعمال صالحہ کا ذکر آیا ہے۔ اُس سے پہلے ایمان اور عقیدے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ اس امر کو الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت کے بار بار تکرار سے ظاہر فرمایا۔ بہتیرے نصاریٰ ایسے ہیں جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات میں کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔ مگر جبکہ آپ پر ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ یہ محض ظاہری تعظیم ہے۔ پھر جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو۔ عمر بھر عبادت میں گزارے سب بیکار ہے۔

ہر شے کی آزمائش میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں واقعی ہونی چاہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ حقیقی اور واقعی مومن بننے کے لیے دو باتیں درکار ہیں۔ حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور تمام چیزوں سے زیادہ حضور علیہ السلام سے محبت اس بات کی آزمائش کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ جن لوگوں سے تم کو عقیدت و محبت ہو جیسے ماں باپ۔ پیر استاد۔ اولاد بھائی۔ دوست و احباب۔ مولوی۔ حافظ۔ مفتی واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد جب وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کریں تو فوراً تمہارے دلوں سے ان کی عظمت ان کی محبت بالکل نکل جائے۔ اور ان کی محبت و عقیدت کا تمہارے دلوں میں نام و نشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جائے۔ دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دے۔ ان کی صورت ان کے نام سے بھی نفرت کرے ان سے کسی رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس و لحاظ نہ کرے۔

قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ	اے نبی تم فرما دو کہ اے لوگو اگر تمہارے
اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ	باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی
اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ	تمہاری بیبیاں تمہارا کنبہ تمہاری
وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا	کمائی کے مال اور وہ سوداگری
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا	جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ
وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ	ہے اور تمہاری پسند کے مکان
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ	ہیں سے کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ
رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ	اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ	میں کوشش کرنے سے زیادہ
بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي	محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

تم نہ پاؤ گے انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دلوں میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی۔ چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا۔ اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔ اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں۔ سنتے ہو اللہ والے ہی مراد

کو پہنچتے ہیں۔

اس آیۂ مبارکہ میں صاف فرمایا کہ بدعقیدہ لوگوں سے مسلمان دوستی نہیں کرے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جو ان سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہو گا۔ پھر اس حکم کی عمومیت بیان فرمائی کہ باپ بیٹے بھائی عزیز سب کو گنایا۔ یعنی کوئی کیسا ہی صاحب عظمت ہو کیسا ہی محبوب الطبع ہو بے دین اور بدعقیدہ ہو جانے کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا۔ اس میں انشاء اللہ حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔ کیونکہ اللہ کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں جنت میں لے جائے گا جہاں نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا تعالیٰ کا گروہ کہلاؤ گے خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے۔ بلکہ وہم و گمان سے کروڑوں درجہ زیادہ۔

(۶) اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گا اور تم اللہ سے راضی۔

بدعقیدہ لوگوں کو دوست نہ بناؤ

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اے ایمان والو اپنے باپ اپنے

آبَآءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں۔ اور تم میں جو ان سے رفاقت رکھے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ۔

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

(۳) تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ۔

تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

(۴) لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

تمہارے رشتے اور تمہارے بچے کچھ نفع نہ دیں گے۔ قیامت کے دن۔ اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

(۵) وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

جو تم میں ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے۔

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

صرف علم ذریعۂ نجات نہیں

جب بدعقیدہ اور گستاخ لوگوں سے الگ رہنے کی تلقین کی جاتی ہے تو بعض لوگوں کو شبہ لاحق ہوتا ہے۔ کہ یہ بے ادب لوگ بھی تو بڑے بڑے مولوی ہیں۔ مولویوں کو کیونکہ بُرا جانیں لیکن قرآن مجید کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ صرف علم ہدایت کا سبب نہیں بن سکتا۔ اصل چیز توفیق ایزدی ہے۔ اور اس کا فضل و کرم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً

بھلا دیکھو تو اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ اور اللہ نے علم ہوتے ہوئے اسے گمراہی میں ڈال دیا۔ اور اس کے کان

اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا

(۲) مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ۔

وہ لوگ جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (علم کے مطابق عمل نہ کیا) اُن کا حال اس گدھے کا سا ہے۔ جس پر کتابیں لدی ہوں کیا بُری مثال ہے ان کی جنہوں نے خدا کی

آیتیں جھٹلائیں۔

(۳) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ۔

اُنہیں پڑھ کر سنا اس کی خبر جسے ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا وہ اُن سے نکل گیا۔ تو شیطان اُس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہ ہو گیا۔

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ ہدایت علم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ تو گمراہ عالموں کی مذمت میں قرآنی آیات تھیں۔ احادیث کا تو شمار ہی نہیں۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں وارد ہے۔ کہ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے گمراہ عالموں کو پکڑ بس گے۔ یہ کہیں گے کیا ہمیں بت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو۔ جواب ملے گا:

لیس من یعلم کمن لا یعلم — یعنی جاننے والے اور انجان برابر نہیں۔

عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے اور نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث نہیں شیطان کا وارث ہے۔ اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہو گی۔ علم اس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت اور پادری بھی بڑے بڑے عالم ہیں۔ شیطان کیا کم عالم ہے۔ پھر کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرنے کو تیار ہے۔

اہل قبلہ سے مراد

بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ احادیث میں اہل قبلہ کو کافر کہنے سے

روکا گیا ہے۔ حالانکہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں۔ صرف نماز میں قبلہ کی طرف منہ کر لینے والے مراد نہیں ہیں۔ ورنہ منافقین خارج از اسلام نہ ہوتے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف منیف فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق اور حادث مانے یا ان کے قدیم جاننے میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

ایما مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت امراتہ	جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے۔ یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے۔ یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر ہے۔ اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المواقف لا یکفر اھل القبلۃ الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ او المجمع علیہ کاستحلال	یعنی مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا مگر جب ضروریات دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں۔ جیسے حرام کو حلال

المحرمات فلا یخفی ان المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ ..... وھذا ھو المراد بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک مسلم۔

جاننا۔ اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہل قبلہ کی تکفیر روا نہیں۔ اس سے نرا قبلہ کی طرف منہ کرنا مراد نہیں ...... اور اُس حدیث سے بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری سی نماز پڑھے۔ اور قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

یعنی جبکہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ اور کوئی بات منافی ایمان نہ کرے۔

شرح فقہ اکبر میں ہی دوسرے مقام پر ہے:

اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین۔

یعنی جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات میں موافق ہیں۔

امام عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق شرح اصول حسامی میں فرماتے ہیں:

لان الامۃ لیست عبارۃ عن المصلین الی القبلۃ

اس لیے کہ امت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں

بل عن المؤمنین۔ بلکہ مسلمان کا نام ہے۔

ردالمختار میں ہے:

لاخلاف فی کفر المخالف	یعنی ضروریات اسلام سے کسی چیز میں
فی ضروریات الاسلام وان	خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔
کان من اھل القبلۃ المواظب	اگرچہ اہل قبلہ سے ہو۔ اور
طول عمرہ علی الطاعات	عمر بھر طاعات میں بسر کرے۔

اصول عقائد اور فقہ کی کتابیں ان تصریحات سے مالا مال ہیں۔ مختصر یہ کہ عقیدے کی درستی تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اور اسی پر نجات آخرت کا دارومدار ہے۔ افسوس کہ ہمارے سادہ لوح مسلمان عقائد کی درستی کی طرف دھیان نہیں دیتے، بلکہ ہر بدعقیدہ اور بدمذہب کی باتیں سننے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے، اور روکنے پر کہہ دیتے ہیں "مولوی صاحب تنگ نظری ٹھیک نہیں، دوسروں کی باتیں سننے سے کیا ہو جاتا ہے" لیکن اس رواداری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ رفتہ رفتہ بدعقیدگی اور بدمذہبی کا شکار ہو جاتے ہیں اور عقائد صحیحہ کی دولت وسعادت سے محروم ہو کر اپنی آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔ اگر اہل سنت وجماعت کے عقائد کے علاوہ دوسرے فرقوں میں بھی سچائی کا نام ونشان ہوتا تو حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ اس معاملہ میں بار بار تاکید نہ فرماتے، حالانکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے ارشادات مبارکہ میں بار بار تاکید وتلقین فرمائی ہے کہ اہل سنت

وجماعت کے عقائد کے علاوہ دوسرے فرقوں کے عقائد ہرگز ہرگز اختیار نہ کرتا۔ کیونکہ آخرت میں نجات صرف اور صرف اہل سنت وجماعت کے طریقہ پر چلنے والوں کو نصیب ہوگی۔

اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی چند ایک عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:۔

---

(۱) بمقتضائی آرائے صائبۃ اہل سنت وجماعت کہ فرقہ ناجیہ اند نجات بے اتباع این بزرگواراں متصور نیست۔ و اگر سر مو مخالفت است خطر در خطر است۔ این سخن بکشف صحیح والہام صریح نیز بہ یقین پیوستہ است احتمال تخلف نہ ندارد۔

دفتر اول مکتوب ۵۹

اپنے عقائد اہل سنت وجماعت کے عقیدوں کے مطابق رکھنا ضروری ہے، کیونکہ صرف یہی فرقہ قیامت کے روز نجات پائے گا اور ان کے عقیدوں کی پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے اگر ایک بال برابر بھی ان کے عقائد سے مخالفت واقع ہوگئی تو پھر خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور یہ بات بالکل صحیح کشف اور روشن الہام کے ذریعہ بھی یقیناً ثابت ہو چکی ہے اس میں غلطی کا امکان نہیں۔

---

(۲) نخستین ضروریات برارباب

ہر عاقل بالغ پر سب سے پہلے یہ ضروری

تکلیف تصحیح عقائد است بر وفق
آراءِ علماءِ اہل سنت و جماعت
(شکر اللہ سعیہم) کہ نجات اخروی
وابستہ باتباعِ آراء صواب نمائی
این بزرگواران است، و فرقہ ناجیہ
ہم ایشانند و ایشانند کہ بر طریق سرور
و اصحابِ آن سرور اند صلوٰت اللہ
و تسلیماتہ علیہ و علیہم اجمعین، و
از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد
اند ہماں معتبر اند کہ این بزرگواران
از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ
زیرا کہ ہر مبتدع و ضال عقائد
فاسدہ خود را از کتاب و سنت
اخذ میکنید پس ہر معنی از معانی
مفہومہ ازینہا معتبر نباشد۔
دفتر اول مکتوب ۱۹۳

ہے کہ اپنے عقیدے کو علمائے اہل سنت و
جماعت کے بیان کردہ عقیدوں کے
مطابق و موافق کرے (اللہ تعالیٰ ان
کی کوششوں کو قبول فرمائے) کیونکہ
آخرت میں نجات انہی بزرگوں کے
بیان کردہ عقیدوں کی پیروی میں ہے،
اس روز نجات صرف انہی بزرگوں کے
پیروکاروں کو نصیب ہو گی۔ اور صرف
اہل سنت و جماعت ہی وہ گروہ ہے
جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
صحابہ کرام کے طریقہ مستقیمہ پر قائم ہے۔
قرآن مجید اور حدیث مبارک سے اخذ
کردہ صرف وہی مطالب اور علوم
اور عقائد قابل اعتبار و اعتماد ہیں
جو ان علمائے حق نے بیان کیے اور
سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بد عقیدہ
اور گمراہ شخص بھی اپنے عقائد
فاسدہ قرآن مجید اور حدیث نبوی
سے ہی ثابت کرتا ہے۔ لہذا ہر شخص

کے بیان کردہ معنے لائق اعتبار نہیں ہو سکتے۔

اسی مکتوب میں ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:

(۳) اگر عیاذاً باللہ سبحانہٗ در مسئلہ از مسائل اعتقادیہ ضروریہ خلل رفت از دولتِ نجاتِ اخروی محروم است ...... پس عمدہ کار تصحیح عقائد است۔

از خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ منقول است کہ اگر تمام احوال و مواجید را بما دہند و حقیقت ما را بعقائد اہل سنت و جماعت متحلی نہ سازند جز خرابی ہیچ نمیدانم، و اگر تمام خرابیہا را بر ما جمع کنند و حقیقت ما را بعقائد اہل سنت و جماعت بنوازند ہیچ باکے نداریم۔

اگر معاذ اللہ ایک بھی ضروری عقیدے میں خلل پڑ گیا تو نجات اخروی کی دولت سے محروم ہو گیا ....پس سب سے اہم اور عمدہ کام عقیدے کی صحت اور درستی ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ اگر صوفیوں کے وجد و حال کی تمام کیفیتیں ہم کو دے دی جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ زینت نہ بخشیں تو یہ بہت ہی خرابی ہوگی اور اگر تمام برائیاں ہم پر جمع کر دی جائیں لیکن ہماری حقیقت اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ مزین و آراستہ

رہے تو کچھ غم نہیں۔

---

(۴) فرض نخستین بر عقلا تصحیح عقائد است بموجب آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کہ فرقہ ناجیہ اند۔ دفتر اول مکتوب ۲۶۶

ہر ذی عقل پر سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد اہل سنت و جماعت کے اعتقادات کے مطابق و موافق رکھے کیونکہ آخرت میں نجات پانے والا صرف یہی گروہ ہے (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم)۔

عقائد کی درستی اور ان کی اصلاح کے متعلق مذکورہ بالا چار اقتباسات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اس کے علاوہ مکتوبات میں جا بجا حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ العزیز نے عقائد کی درستی کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔

اقتباس ۱:

میں حضرت شیخ مجدد صاحب رضی اللہ عنہ نے بالکل کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ آخرت میں نجات صرف اسی شخص کو نصیب ہوگی جو سنی العقیدہ ہوگا۔ خدانخواستہ اگر بال برابر بھی عقیدے میں فرق نکلا تو پھر عذاب دوزخ سے بچنا ناممکن ہے اور خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور کشف و الہام کے ذریعہ بھی یہ بات پایہ یقین کو پہنچ چکی ہے اور اس میں غلطی کا امکان و احتمال نہیں۔

اقتباس ۷:-

میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اسی مسئلے کو پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور ایک نہایت ہی خطرناک فتنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اے سادہ لوح مسلمانو! تمہارے سامنے ہر بد عقیدہ اور بدمذہب قرآن و حدیث ہاتھ میں لیے آئے گا۔ اور قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونے کا شور مچا کر تم کو بدراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن تم اس بات کو مت بھولنا کہ قرآن و حدیث کا صرف وہی معنی اور صرف وہی تعبیر و تفسیر درست اور حق ہے جو علماء اہل سنت و جماعت نے بیان کی ہے۔

مکتوبات شریف کے چند دوسرے مقامات میں بد عقیدہ لوگوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں "محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات کو سچا جانتے اور کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہو گا"

جلد اول مکتوب ۲۶۶

"جب تک خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا و رسول کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی"

جلد اول مکتوب ۲۶۶

"میری نظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت و عداوت رکھنے کے برابر اس کو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں ہے"

جلد اول مکتوب ۲۶۶

"حضور اقدس علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کی علامت یہ ہے

کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔"

جلد اول مکتوب ۱۲۵

سنی مسلمان اگر امام ربانی قدس سرہٗ کے اس بیان کردہ نکتے کو ذہن نشین کرلیں۔ تو موجودہ دور کے تمام اعتقادی فتنوں سے محفوظ رہیں۔ ہمارے سادہ لوح مسلمان یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن و حدیث کا نام تو محض گمراہی کے جال میں پھنسانے کے لیے لیا جاتا ہے۔

دین اور ایمان کی حفاظت کا یہ ایسا عمدہ ترین نسخہ ہے کہ اس کو عمل میں رکھنے والا شخص کبھی بھی گمراہی کے مرض کا شکار نہیں ہو سکتا۔ نبیوں اور ولیوں کے گستاخ صرف اسی وقت اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہوتے ہیں جب نادان لوگ ان کے قریب جاتے ہیں ۔ اور ان کی باتوں کو شوق و رغبت سے سنتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس عبارت میں جس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ قرآن حکیم میں بھی صراحتہً مذکور ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم ہ صراط الذین انعمت علیھم ۔ اس آیۃ مبارکہ میں الصراط المستقیم کی تفسیر صراط الذین انعمت علیھم سے کی گئی ہے۔ یعنی سیدھا راستہ صرف وہ ہے جو اللہ تعالٰی کے انعام یافتہ اور برگزیدہ لوگوں کا راستہ ہے۔

اگر قرآن و حدیث کی ہر تفسیر و تشریح اور تاویل معتبر ہوتی تو صرف اھدنا الصراط المستقیم کے الفاظ ہی کافی تھے "صراط الذین انعمت علیھم" کے الفاظ بڑھانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ آج کل بد اعتقادی اور فساد مذہبی کا جو عظیم سیلاب اُٹھ رہا ہے اور ہر طرف

خودسری و الحاد کا دور دورہ ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں نے اس اصول کو نظر انداز کر دیا ہے، جو حفاظتِ ایمان کے لیے قرآن کریم اور بزرگان دین نے بتایا اور بیان فرمایا ہے۔

اقتباس ۳ و ۴ :-

کا لبِ لباب اور خلاصہ بھی یہی ہے کہ ہر عاقل بالغ مرد و عورت پر پہلا فرض عقائد کی درستی اور اصلاح ہے کیونکہ نجات اُخروی اسی پر موقوف ہے۔ پھر خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا ارشاد بھی خاص طور پر قابل مطالعہ ہے کہ آپ نے درستی عقائد کو کس قدر اہمیت دی ہے اس سے زیادہ کسی امر کی تاکید و تلقین کیا ہو سکتی ہے۔

مسئلہ بشریّت و نورُ

بے ادب گروہ کی کج روی کے باعث یہ مسئلہ بھی اختلاف کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ اور آپ کی بشریت بے مثل ہے۔ اور جن وانس و ملائکہ میں سے کوئی بھی اوصاف کمال میں آپ کا مثیل و شریک نہیں۔ اور آپ کی بشریت اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ ملائکہ کی نورانیت اس بشریت کی گرد کو بھی نہیں پا سکتی۔ اور بشریت بمنزلہ لباس ہے۔ اور باطن ظاہر سے قطعاً جدا ہے۔ اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی بلندی اور حقیقت کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

لیکن "منکرین نور" اس امر کے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری ہی مثل بشر ہیں۔ اور آپ کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرنی چاہیے (تقویۃ ایمان) غلام خانی فرقہ کے لوگ تو اس عقیدے کو نہایت زور و شور سے پھیلا رہے ہیں۔ اور اس کو عین اسلام مطابق قرآن و حدیث ثابت کرنے میں کوشاں ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کو اس عقیدے کی بنا پر بھی مشرک و بدعتی کی گالی سے نوازتے پھر رہے ہیں۔

مخالفین سنی عوام کو دھوکا دینے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ "تمہارے مولوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف نور ہی مانتے ہیں اور بشریت کا بالکل انکار کرتے ہیں۔

حالانکہ بشریت نور سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو جو نور ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو جو بشر ہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا اے سنیو تم حضور کو نور مان کر حضور کی شان گھٹاتے ہو۔ اس لیے بے ادب تم ہو ہم بے ادب نہیں۔"

مخالفین کی یہ گفتگو سراسر دھوکے پر مبنی ہے۔ کیونکہ اہل سنت وجماعت بشریت انبیاء کے ہرگز منکر نہیں۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ اپنی ہی طرح جاننا اور کہنا اور اس کا پرچار کرنا رسائل وکتب کے ذریعہ اس کی تشہیر کرنا یہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اور مخالفین یہی کچھ کرتے ہیں اور ان کے اکابر بھی یہی کچھ کرتے آئے ہیں۔

اس رسالہ میں چونکہ امام ربانی قدس سرہٗ کا عقیدہ ومسلک اور نقطہ نظر پیش کرنا مقصود ہے۔ اس لیے یہاں ہم حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند فیصلہ کن اور واضح عبارتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید وحدیث مبارک سے دلائل کی طرف نہیں جاتے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت کے فرمودات قرآن وحدیث ہی کے ترجمان ہیں۔

---

(۱) باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلقِ سائرِ افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جاننا چاہیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ جہاں کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپکی پیدائش

باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللہِ[1] و دیگراں را ایں دولت میسر شدہ است۔

اور آپ کا وجود النور مناسبت و مشابہت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جسم عنصری رکھنے کے نور حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا "میں اللہ کے نُور سے پیدا ہوا ہوں" اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

چند سطر بعد فرماتے ہیں :-

(۲) و بکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آں سرور علیہ السلام ناشی از امکان است کہ بصفات اضافیہ تعلق دارد نہ امکانیکہ در سائر ممکنات عالم کائن است۔

اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو حق تعالیٰ کی صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے اس امکان سے پیدا نہیں ہوئے جو باقی کائنات عالم میں پایا جاتا ہے۔

---

[1] صاحب تشئید المبانی نے کہا ہے کہ اس حدیث مبارک کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اس طرح ذکر کیا ہے۔ انا من نور اللہ والمؤمنون من نوری ۱۲ مرتب عفی عنہ

و ہر چند بدقت نظر صحیفۂ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ مے آید، وجود آں سرور علیہ السلام در آنجا مشہود نمیگردد چوں وجود آنسرور علیہ السلام از عالم ممکنات نباشد بلکہ فوقِ این باشد ناچار او را سایہ نبود۔ و نیز در عالم شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف است و چوں لطیف تر از روئے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اور کتنی ہی باریک نظر سے صحیفۂ ممکنات کا مطالعہ کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود انور اس میں سے معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند و ارفع امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس بنا پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں تو آپ کے جسم مبارک کے لیے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

دو تین سطریں چھوڑ کر فرماتے ہیں:۔

نورے ہست کہ در نشاءِ عنصری بعد از انصباب از اصلاب بارحام

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک

متکثرہ بمقتضای حکم و مصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ است و مسمی بمحمد و احمد شدہ۔

دفتر سوم مکتوب ع۱۰۰

پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے۔ دنیا میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اور محمد و احمد کے مبارک ناموں سے موسوم ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سوال ذکر کرتے ہوئے یہ حدیث مبارک نقل فرماتے ہیں۔

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

"سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔"

عبارت ۱۰ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مختلف

ع۵ اس حدیث کو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب میں نقل فرمایا، اور محاضرہ الاوائل میں فرمایا کہ "حدیث اول ماخلق نوری" سند کے اعتبار سے حسن حدیث ہے۔ اور شیخ محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات میں اس حدیث کو نقل فرمایا اور محدث عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے جابر تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔"

طریقوں سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

افرادِ انسانی میں سے کوئی فرد اور کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ذرہ برابر بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ وجود عنصری رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیساکہ حدیث مبارک میں وارد ہو چکا ہے۔ کہ خلقت من نور اللہ اور نور الٰہی سے پیدا ہونے کی سعادت کسی اور فرد بشر کو نصیب نہیں ہوئی۔ مخالفین کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہادی ہونے کے اعتبار سے نور ہیں۔ اور ان الفاظ پر بہت شور مچاتے ہیں۔ کہ "حضور اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں" ان کو چاہیے کہ نظر انصاف سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ کو غور سے دیکھیں کہ "از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ"

اسی عبارت کے دوسرے پیرے میں فرماتے ہیں:

بالکل صریح اور واضح کشف سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اس امکان سے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ جس سے دوسری مخلوقات پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ آپ اس امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں پایا جاتا ہے۔ اس عبارت میں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے صاف ہی فرمادیا ہے کہ آپ اس امکان سے ہی منزہ اور معرا ہیں جو ممکنات عالم میں موجود ہے "بشر مثلکم" کی رٹ لگانے والے حضرات اگر تعصب کی عینک اتار کر امام ربانی کی یہ عبارت دیکھیں تو کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

تیسرے پیرے میں فرماتے ہیں۔ کتنے ہی غور اور نظر بصیرت سے ممکنات عالم کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے آپ کی ذات مقدس اس سے ورا اور فائق ہے اسی

بنا پر آپ کے وجود مبارک اور جسم مقدس کا سایہ نہیں تھا۔ اور اس بنا پر بھی سایہ نہیں تھا۔ کہ آپ سے زیادہ لطیف چیز دنیا میں کوئی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ سایہ صاحب سایہ سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔

اس عبارت کے آخر میں اس مسئلے کو بالکل کھول کر بیان کر دیا ہے کہ آپ نور ہیں مگر حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے بشکل انسان جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اور محمد و احمد کے مبارک ناموں سے موسوم ہوئے ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)۔

عبارت ۲ میں مجدد صاحب قدس سرہٗ نے مشہور حدیث نقل فرمائی ہے مخالفین اس حدیث کو موضوع کہہ دیا کرتے ہیں۔ اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو مجدد صاحب قدس سرہٗ ہرگز اس کو نقل نہ فرماتے۔ مزید تسلی کے لیے ہم نے اس حدیث کی تخریج و تحقیق گذشتہ حاشیہ میں پیش کر دی ہے۔

---

(۳) محجوبان کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند و صاحب دولتان کہ ورا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوان رسالت و رحمت عالمیان دانستند و از سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہل

جن محجوبوں نے جناب محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے لوگوں کی طرح خیال کیا وہ آپ کی ذات کے منکر ہو گئے اور جن صاحب قسمت لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور رحمت کائنات جانا اور دوسرے لوگوں سے ممتاز اور ارفع جانا وہ

نجات آمدند۔
دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

دولت ایمان سے مشرف اور اہل نجات میں سے ہوگئے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں۔ اور عام لوگوں جیسا ہی خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کفار مکہ کی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات عالیہ کے معترف نہیں ہو سکتے۔ اور وہ سعادت مند لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے "بشر" "بشر" کا وظیفہ نہیں کرتے بلکہ آپ کو معزز رسول اور رحمت عالمین کی صفت کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ وہی دولت ایمان اور روحانی برکات سے مشرف ہوتے ہیں اور آخرت میں فلاح و نجات پائیں گے۔

---

(۴) یکے از حکمتہائے اظہار ایں قسم اسرار آں ست کہ کوتہ نظری کاملے را بوجود ایں نوع آرزوہائے بیرونی ناقص نہ انگارد و از برکات او محروم نماند۔ سبب حرمان کفار از دولت تصدیق انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات وجود ایں قسم صفات بودہ است

کاملین و عارفین کے اسرار و معارف اور کمالات و تصرفات کے اظہار میں من جملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ کم نظر لوگ ان کی دنیوی اور ظاہری آرزوں اور ضرورتوں کو دیکھ کر ان کو ناقص نہ سمجھ لیں۔ اور اس طرح ان کی برکات سے محروم نہ رہ جائیں کفار جو انبیاء کرام

دریں بزرگواراں فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا۔

دفتر سوم مکتوب ع ۲۷

علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر ایمان لانے کی دولت وسعادت سے محروم رہے اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کی نظر انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر پڑی فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا تو کہہ اُٹھے کیا بشر ہمیں ہدایت دینے آئے ہیں۔ تو کافر ہو گئے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء کرام کے کمالات اور ان کی کرامات بیان کرنی چاہیں تاکہ لوگ ان کو ان کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر نظر کر کے اپنی طرح ناقص تصور نہ کر لیں۔ اور ان کی برکات سے محروم نہ رہ جائیں۔ کیونکہ کفار کے دولت ایمان سے محروم رہنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ظاہر حال کو دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ بشر ہم کو ہدایت دینے آئے ہیں۔ تو ایمان لانے کے بجائے کافر ہو گئے۔

مطلب یہ ہوا کہ کاملین کو اپنی طرح خیال کرنا ہی گمراہی وضلالت کی بنیادی اینٹ ہے۔ اسی سے انسان ان کی بے ادبی اور ان کے انکار تک پہنچتا ہے۔

---

(۵) چنانکہ کفار انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات در رنگ سائر بشر دانستہ

جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کو دوسرے

از کمالات نبوت انکار نمودہ اند
اعاذنا اللہ سبحانہ عن انکار ھؤلاء الاکابر
دفتر اول مکتوب [۱]۲۰۱

لوگوں کی طرح جانا اور کمالات نبوت کے
منکر ہو گئے (اللہ تعالیٰ ان اکابر بزرگان
دین کے انکار سے محفوظ رکھے)۔

اس عبارت میں بھی امام ربانی قدس سرہٗ نے اسی غلطی کا دوبارہ ذکر کیا ہے جس میں مبتلا ہو کر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرح اور اپنی مثل سمجھنا۔

---

(۶) لَوْلَاہُ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ
سُبْحَانَہُ الْخَلْقَ وَلَمَا
اَظْهَرَ الرَّبُوْبِيَّةَ وَكَانَ
نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ
وَالطِّيْنِ
(دفتر دوم۔ مکتوب [۱]۱۲)

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو
اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی
نہ فرماتا۔ اور آپ نبی تھے دراں حالیکہ
آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی
کی حالت میں تھے۔

---

[۱] اشارہ ہے اس حدیث مبارک کی طرف جسے دیلمی نے مسند فردوس میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے باین الفاظ روایت کیا ہے یقول اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لولاک لما خلقت الدنیا ولولاک لما خلقت الجنۃ ترجمہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم ہے اگر تو نہ ہوتا میں دنیا کو پیدا نہ کرتا اور اگر تو نہ ہوتا میں جنت کو پیدا نہ کرتا۔ اور مواہب لدنیہ میں بھی ابن طغربک کی جانب منسوب کرتے ہوئے ان الفاظ سے اس کو لایا گیا ہے لولاہ ما خلقتک۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

اس عبارت کا مدعا یہ ہے کہ کائنات وجود میں آئی ہی صرف حضور علیہ السلام کے طفیل اور واسطہ سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری مقصود نہ ہوتی تو کائنات عدم کے پردوں میں مستور رہتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت ہی ظاہر نہ فرماتا اور حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ تیار نہیں ہوا تھا۔ اور یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ بشریت حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے شروع ہوئی۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت پہلے اپنے نورانی وجود سے موجود تھے۔

(حواشی صفحہ سابقہ) یعنی آدم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم تجھے پیدا نہ کرتا ولا! رضا ولا سماء اور نہ زمین اور نہ آسمان کو یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد صاحب مواہب نے فرمایا اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ان اٰدم علیہ السّلام رأیٰ اسم محمد مکتوبا علی العرش وان اللہ تعالیٰ قال لاٰدم لولا محمد ما خلقتک آدم علیہ السلام نے عرش پر حضور علیہ السلام کا اسم مبارک لکھا ہوا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے نہ پیدا کرتا۔ علامہ زرقانی نے کہا ہے کہ ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ عیسیٰ اٰمن بمحمد وامر امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولا الجنۃ ولا النار۔ الحدیث اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اور علامہ البلقینی نے اپنے فتاویٰ میں بھی اس حدیث کو برقرار رکھا ہے اور ایسی روایت میں عقل و قیاس کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اور محدث دیلمی کے نزدیک یہ حدیث (باقی بر صفحہ آئندہ)

(۷) ظاہر و صورتِ عارفِ کامل را بہ
صفاتِ بشریت واگذشتہ اند تا حجاب
کمالاتِ او گردد و ابتلاء و آزمائش
پیدا گنند و محق و مبطل ممتزج بود و این
ظاہر و صورت عارفِ کامل را نسبت
بہ باطن و حقیقت او در رنگ
جامہ یکتا تصور باید نمود و نسبت بہ
شخص لابسِ آں جامہ و معلوم
است کہ جامہ را نسبت باں شخص

عارف کامل کی صورت اور اس کے ظاہر
کو (اس دنیا) میں بشری صفات پر چھوڑ دیا
گیا ہے تاکہ انکی بشری صفات انکے کمالات
کا پردہ بنی رہیں۔ اور تاکہ اس طرح لوگوں
کے امتحان و آزمائش کی صورت پیدا ہو۔
اور حق پرستوں اور باطل پرستوں میں خلط
باقی اور موجود رہے لیکن در حقیقت عارف
کامل کی صورت اور اس کے ظاہر کو اس کے
باطن اور اس کی حقیقت کے ساتھ بالکل

(بقیہ حواشی صفحہ سابقہ) مرفوعاً بایں الفاظ منقول ہے۔ اتانی جبرئیل فقال ان اللہ تعالٰی یقول لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار تمام صوفیاء کرام اور علماء کرام کے نزدیک اس حدیث مبارک کے معنی کی صحت اور اس کے مضمون کے مطابق واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے (علامہ محمد مراد مکی رحمہ اللہ) مذکورہ حدیث مبارک کی تائید قرآن کریم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کیونکہ اس ارشاد مبارک میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ربوبیت مقدسہ کو کاف خطاب کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ یہ اضافت اور نسبت دلالت کرتی ہے کہ خلقت آدم کی علت غائی حضور علیہ السلام کی ذات مبارک ہے۔ فافہم فانہ دقیق ینکشف لک بالتامل الصادق ان شاء اللہ تعالٰی

(ماخوذ از حواشی مکتوبات) از مولانا نور احمد امرتسری

چہ ندر زاست، ہم چنیں است
قدرِ صورت نظر بحقیقتِ اوست ایں
صورتِ عارف را بے بصراں در
رنگِ کوہ مے انگارند و مثلِ صورِ بے
حقائق خود خیال مے کنند لاجرم
در مقامِ انکار مے آیند۔ و حرماں
کسب مے نمایند۔

دفتر دوم مکتوب ۴۳

وہی نسبت ہے جو کپڑے کو پہننے والے
کے ساتھ ہوتی ہے اور لباس کو پہننے
والے کے ساتھ جو نسبت ہے وہ ظاہر
ہے۔ ٹھیک اسی طرح عارف کامل کی صورت
اور اس کے ظاہر کو اس کی اصل حقیقت
کے ساتھ نسبت ہے مگر اندھے لوگ
عارف کامل کے صرف ظاہر کو دیکھ کر
اس کو خالی تصور کرتے ہیں۔ اور اپنی
طرح ان کو بھی بے حقیقت صورتیں
خیال کر بیٹھتے ہیں اور اس حقیقت نا
شناسی کے باعث ان کے کمالات کے
منکر ہو کر اس کے فیوض سے محروم رہ
جاتے ہیں۔

اس عبارت میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ایک بہت بڑی غلط فہمی کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں مبتلا ہو کر لوگ کاملین کے متعلق گمراہی اور بے ادبی اور انکار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے کمالات و تصرفات تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور وہ غلط فہمی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کامل بندوں کو حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر اس عالم دنیا میں عام لوگوں کے رنگ روپ میں رکھا ہے۔ اور ان کو بھی دنیوی حاجتوں

اور ضرورتوں کا پابند بنایا ہے۔ اور بظاہر ان کے لیے بھی وہی علائق و مشاغل پیدا کر دیے ہیں۔ جن میں عام لوگ بلکہ کفار و مشرکین بھی شریک ہیں۔ تاکہ حقیقت شناس لوگوں اور باطل پرستوں کے درمیان میدانِ آزمائش قائم ہو۔ کہ کون صرف ان کے ظاہر اور ان کی خورش و پوشش پر نظر کر کے ان کا منکر اور بے ادب بنتا ہے۔ اور ان پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ اور ان کے حق میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے۔ اور کون اصل حقیقت پر نظر ڈال کر ان کی نیازمندی اور ان کی عظمت و عقیدت کا پٹہ گلے میں ڈال کر ان سے فیضیاب ہونے کی آرزو کرتا ہے۔ اور آزمائش و امتحان کا میدان یوں قائم کیا گیا ہے کہ عارف کامل کا ظاہر حال بالکل عوام کی طرح رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے آگے لباس سے زیادہ نسبت نہیں رکھتا۔ تو جن اندھوں کی نظر صرف ان کے ظاہر پر ہی رُک جاتی ہے وہ عارف کامل کو بھی اپنی طرح خالی، بے معنی اور بے حقیقت خیال کر کے اس کے کمالات کا انکار کرتے ہیں۔ اور بے ادبی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سنی العقیدہ علماءِ کرام عارفین اور کاملین کے متعلق بالکل عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور لوگوں کو ان کے ادب و احترام کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر مخالفین اس عقیدہ کی بنا پر بھی اہل سنت و جماعت کو اپنے غیظ و غضب اور سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ فی الحقیقت اگر یہ عقیدہ مشرکانہ اور غیر اسلامی ہوتا تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ العزیز اس قدر تکرار اور صراحت سے اس کو ہرگز ہرگز بیان نہ فرماتے۔

---

(۸) مانند ظاہر او کہ ز باطن بمراحل جدا افتادہ است و از آخرت — جیسے عارف کامل کا ظاہر، کہ باطن سے بمراحل (کئی منزل) جدا اور دور ہے

بدنیا آمدہ است داختلاط بمردم پیدا کردہ لحصول المناسبۃ المشروطۃ فی الافادۃ و الاستفادۃ تا حقوق عباد معطل نشود و طریق افادہ و استفادہ مسدود نگردد۔

دفتر دوم مکتوب ۳۸

اور گویا وہ کامل آخرت سے دنیا میں آیا ہوا ہے۔ اور اس نے لوگوں سے میل جول پیدا کر رکھا ہے تاکہ وہ مناسبت اور تعلق اور ربط پیدا ہو جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے عارف کامل کا ظاہر اسی غرض و حکمت کی بنا پر لوگوں کے مشابہ ہوتا ہے تاکہ بندوں کے حقوق ضائع اور معطل نہ ہوں اور افادہ و استفادہ کا راستہ بند نہ ہو۔

اس عبارت میں بھی اسی امر کا اعادہ کیا گیا ہے۔ کہ کاملین کو خورش و پوشش اور دیگر عوارض دنیوی میں صرف اسی لیے عوام کی مانند رکھا گیا ہے کہ ان کے مابین ایک گونہ مناسبت و مشابہت اور ربط پیدا اور قائم ہو اور ربط کے ذریعہ لوگ کاملین سے تصفیہ اور تزکیہ کا فائدہ حاصل کر سکیں۔ ورنہ فی الحقیقت کاملین کا باطن ان کے ظاہر سے منزلوں جدا اور الگ ہے۔

ناظرین کرام! مسئلہ نور و بشریت پر مکتوبات شریف کی صرف آٹھ عبارتیں ہدیہ قارئین ہیں۔ اگر دل میں امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی سچی

عقیدت وعظمت اور خلوص دل سے آپ کی تحقیق اور آپ کے ارشادات پر یقین و ایمان ہو تو اس مسئلہ کی اصل حقیقت و نوعیت اور اختلاف کا بالکل ٹھیک فیصلہ کرنے کے لیے یہ عبارتیں کافی وشافی ہیں۔ مخالفین جس قدر بھی اس مسئلہ پر مختلف قسم کے سوالات کرتے ہیں۔ مثلاً۔ اگر حضور نور تھے تو کھانا کیوں کھاتے تھے" "آپ کی بیویاں کیوں تھیں" "آپ بول وبراز کیوں کرتے تھے"؟ "آپ کی اولاد کیوں تھی"؟ وغیرہ وغیرہ ان کا جواب بھی حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی ان عبارتوں میں بطریق احسن موجود ہے۔ ایک زبردست صاحب تحقیق کامل بزرگ اور مجدد زمانہ کی اس قدر روشن اور واضح تصریحات کو پڑھ کر اور دیکھ کر پھر شک وشبہ کو اپنے دل میں جگہ دینا بلاشبہ شقاوت وبدبختی کی علامت ہے

وسیلہ و استمداد

آج کل یہ مسئلہ بھی خصوصیت سے معرکۃ الآرا مسائل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جن وجوہ کی بنا پر اہل سنت وجماعت کے لیے مشرک و بدعتی کی گالی تجویز ہو چکی ہے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ مسئلہ بھی ہے۔

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام (علی الانبیاء اولاً وعلی الاولیاء ثانیاً الصلوات والتسلیمات) کے وسیلہ سے رب تعالیٰ کے حضور میں دعا کرنا، اپنی حاجات چاہنا اور دینی و دنیوی مشکلات و مہمات میں کاملین کو ذریعہ اور واسطہ جانتے ہوئے ان سے مدد طلب کرنا بالکل جائز و درست ہے۔ شرک و بدعت نہیں۔

ہم اس مسئلہ پر بھی حسب دستور سابق چند ایک بالکل جلی اور روشن عبارتیں مکتوبات شریف سے قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال سے واقفیت اور آگاہی حاصل ہو۔ اور یہ بات سامنے آ جائے کہ حق پر کون ہے۔ اور شرک و بدعت کا فتویٰ کہاں تک درست ہے۔

---

(۱) اے برادر حضرت امیر چونکہ — اے برادر! حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ

حامل بارِ ولایت محمدی اند علی
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ،
تربیت مقام اقطاب و ابدال
و اوتاد کہ از اولیاء عزلت اند و جانب
کمالاتِ ولایت در ایشاں غالب
است، مفوض بامداد و اعانت
آنحضرت است۔ سر قطب
الاقطاب کہ قطب مدار است
زیر قدم اوست۔ قطب مدار
بحمایت و رعایت او مہم خود را
سر انجام مے نماید و از عہدہ
مداریت بر مے آید۔ حضرت
فاطمہ و امامین نیز درین مقام
با حضرت امیر رضی اللہ علیہم
شریک اند۔

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

تعالیٰ وجہہ چونکہ ولایت محمدی علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے حامل ہیں
اس لیے زمانے کے قطب، ابدال،
اوتاد جو تارک دنیا اولیاء ہیں۔ اور
جن پر ولایت کا رنگ غالب ہے۔
ان سب کی تربیت حضرت علی مرتضٰے
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد و اعانت
کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب جس
کو قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ اس کا
سر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
قدم مبارک کے نیچے ہے۔ اور قطب
مدار آپ کی حمایت و رعایت سے
اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتا ہے۔ اور
اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے۔ اور اس
معاملہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا، اور آپ
کے دونوں صاحبزادے سیدنا امام حسن
اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

فوائد و مطالب:

(۱) قطب، ابدال، اوتاد وغیرہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور ہر بزرگ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں انجام دینے میں مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد و اعانت کے محتاج ہیں۔

(۲) اس تربیت اور مدد دینے میں سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے لخت جگر سیدنا حضرت امام حسن و سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک ہیں۔

(۳) ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے کام اور بہت سی مہمات اپنے کامل اولیاء کے سپرد کر رکھی ہیں۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ دائماً اور ہمہ وقت اولیاء امت کے حالات و مدارج کی طرف رہتی ہے۔ ورنہ تربیت کیسی۔

(۵) تمام دنیا کے اقطاب، ابدال اور اوتاد وغیرہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کی نظر کے نیچے ہیں اور آپ کے علم میں ہیں ورنہ جس کا علم نہ ہو اس کی مدد و اعانت کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ استمداد کے منکر ان فوائد و مطالب کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ امام ربانی قدس سرہٗ کا نام مبارک منافقانہ تو نہیں لے رہے۔ کیونکہ منکرین کے نزدیک تو یہ عقائد سراسر شرک ہیں۔

---

(۲) ازیں قبیل است مددہائے کہ از روحانیت اکابر قدس اللہ	اسی قبیلہ سے اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ کی امداد و اعانت ہے۔ رجوع

تعالیٰ اسرارہم کہ مناسب افعال اجسام است کاھلاك الاعداء ونصرۃ الاحباء بوجوہ مختلفۃ والخاءِ شتیٰ	جسمانی امداد کی طرح اثر دکھاتی ہے۔ جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا۔ اور دوستوں کی مدد کرنا مختلف وجوہ اور مختلف طریقوں سے

دفتر اول مکتوب ۲۳۹

فوائد و مطالب:

(۱) اکابر اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ بلا شبہ مدد فرماتی ہیں۔ دشمنوں کو اپنے تصرف اور روحانی قوت سے ہلاک کرتی ہیں۔ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی مدد ونصرت فرماتی ہیں۔

(۲) ان کی یہ مدد و نصرت اس طرح اثر دکھاتی ہے کہ گویا وہ اپنے اجسام ظاہرہ کے ساتھ مدد و اعانت فرما رہے ہیں۔

مافوق الاسباب اور تحت الاسباب کا حیلہ تراشنے والوں کو چاہیے کہ اس اس عبارت کا بغور مطالعہ فرمائیں اور خانہ ساز توحید سے توبہ کریں اور عقیدہ استمداد کو قبول کریں۔

---

(۳) بہر حال رشتۂ محبت این طائفہ را از دست نہ بدہ والتجاء تضرع بایں قوم شعار خود سازد و منتظر	بہر صورت گروہ اولیاء اللہ کے ساتھ اپنا رشتۂ محبت قائم رکھے اور اس پاکیزہ گروہ کے حضور التجاء تضرع کو

باشد کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بتوسل محبتِ ایں طائفہ محبت خود مشرف سازد و بتمام بجانب خود بکشد۔	عادت اور اپنا طریقہ بنائے۔ اور اس بات کا منتظر رہے کہ حق تعالیٰ و سُبحانہٗ اس مقدس گروہ کے ساتھ محبت کے وسیلہ سے اپنی محبت عطا فرمائے اور پورے طور پر اپنی ذات کی طرف کھینچ لے۔
دفتر اول مکتوب ۳۷	

فوائد و مطالب:

(۱) اولیاء کرام کی محبت، عظمت اور عقیدت سے اپنے دل کو منور رکھے۔

(۲) اولیاء کرام کے حضور میں التجاء و تضرع کو اپنی عادت اور دستور بنائے۔

(۳) اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی محبت و عقیدت اور عظمت کو رب تعالیٰ کی محبت و عظمت کے حاصل ہونے کا ذریعہ اور واسطہ جانے۔

اس کے برعکس مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ولی نہ ذرہ برابر نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ وہ بالکل بے اختیار و بے بس اور مجبور ہوتا ہے اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا ان کا یہ عقیدہ صاف بتاتا ہے کہ مخالفین اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی کے عقائد میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اور محض فریب عوام کی خاطر حضرت شیخ قدس سرہٗ کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

---

(۴) حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ . حضرت خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار

قدس سرہ نے باوجود ظاہری پیر (یعقوب چرخی) رکھنے کے چونکہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی روحانیت سے مدد حاصل کی ہے اس لیے ان کو بھی اویسی کہا جاتا ہے اور اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے ظاہری پیر (میر سید کلال) رکھنے کے باوجود چونکہ کئی طرح کی امداد خواجہ عبدالخالق غجدانی کی روحانیت سے حاصل کی ہے۔ اس لیے یہ بھی اویسی کہلائے۔	باوجود پیر ظاہر چونکہ امداد سے از روحانیت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ یافتہ بودند۔ اویسی مے گفتند وہم چنین حضرت خواجہ نقشبند باوجود پیر ظاہر چونکہ مدد ہا از روحانیت حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہما یافتہ بودند اویسی بودند۔ دفتر ثالث مکتوب ۱۲۱

فوائد و مطالب:

(۱) حضرت خواجہ خواجگان شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ خورد خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ظاہری پیر و مرشد رکھنے کے باوجود وصال یافتہ بزرگوں سے روحانی مدد حاصل کرتے رہے اور اسی بنا پر اویسی النسبۃ کہلائے۔

(۲) مخالفین کا یہ عقیدہ کہ وفات یافتہ بزرگ کچھ نفع نہیں دے سکتے بالکل بے اصل اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے عقائد کے خلاف ہے۔ بلکہ مخالفین کے نزدیک حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ عقیدہ شرک و کفر ہے۔ شاید حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ

علیہ ایاک نستعین کا معنی و مطلب نہیں جانتے تھے۔ اور زمانہ حال کے چند بے لگام ملاؤں پر اس کے صحیح معانی منکشف ہوئے ہیں فالی اللہ المشتکیٰ

---

(۵) و درویشانے کہ قدم راسخ در شریعت دارند و از عالم حقیقت نیک شناسا اند از ایشاں ہمتے باید طلب نمود و مددے باید جُست تا عنایت حق سبحانہ از دریچہ ایشاں ظاہر شدہ تمام بجانب جناب قدس خود تعالیٰ جذب نماید۔
دفتر اول مکتوب ۸۷

اور وہ درویش جن کے قدم شریعت میں پختہ ہیں۔ اور جو عالم حقیقت کے اچھے واقف ہیں۔ ان کی دعاؤں کا طالب ہونا چاہیے۔ اور ان سے مدد لینی چاہیے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان بزرگوں کے دریچہ سے ظاہر ہو کر ذات واحد کی طرف پوری کشش پیدا ہو جائے۔

اس عبارت میں بھی تین باتیں مذکور ہیں:

(۱) شریعت حقہ پر چلنے والے اور حقیقت شناس بزرگوں سے دعا کرانی چاہیے۔

(۲) ان سے مدد لینی چاہیے۔

(۳) ان دو باتوں کی وجہ سے حق تعالیٰ کی عنایت و مہربانی بندہ کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور حق تعالیٰ کی طرف جذب کامل اور کشش تام نصیب ہوگی۔

---

(۶) می دانی کہ پیر کیست؟ پیر آنکس

تجھے معلوم ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر کی

است کہ از و طریق وصول بجناب قدس خداوندی جلشانہ استفادہ نمائی و مددہا و اعانت ہا دریں طریق یابی۔

دفتر اول مکتوب ۱۹۰

وہ ذات ہے جس سے تجھ کو ذات حق تعالیٰ تک وصول کا راستہ ملتا ہے۔ اور طرح طرح کی مدد و اعانت اس راہ میں اس سے تجھ کو ملتی ہے۔

عبارت ہذا کا مطلب بالکل واضح ہے۔ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

---

(۷) حضرت قبلہ گاہی ام (خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہٗ) مے فرمودند کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ در بعضے رسائل خود نوشتہ اند کہ در قضائے عـــہ مُبرم ہیچ کس را مجال نیست کہ تبدیل بدہد مگر مرا۔

دفتر اول مکتوب ۲۱۷

میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے کہ حضور غوث پاک قدس سرہٗ نے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا ہے۔ کہ تقدیر مبرم تبدیل کرنے کی طاقت و مجال کسی کو نہیں۔ مگر میں اس کو بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔

عـــہ جاننا چاہیے کہ قضائے معلق دو قسم ہے :۔

(۱) وہ جس کی تعلیق لوح محفوظ میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ اور ملائکہ کو بھی اس تعلیق کا علم ہے۔

(۲) وہ جو صرف علم الٰہی میں معلق ہے۔ لوح محفوظ میں اس کی تعلیق کا ذکر نہیں۔ بلکہ لوح (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں قضائے مبرم کو بھی تبدیل کرنے کی طاقت و ہمت رکھتا ہوں۔

حضور غوث اعظم، حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم تو عارف کامل ہیں اور اس قدر قوت روحانی کا دعویٰ و عقیدہ رکھتے ہیں مگر افسوس کہ مخالفین کے بعض غالی سرغنے یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ ولی و بزرگ کچھ طاقت و قوت نہیں رکھتے۔ اور ان میں ذرہ برابر ما فوق الاسباب طاقت ماننا شرک خالص ہے۔ ھداھم اللہ تعالیٰ الی سواء الصراط۔

---

(۸) و مجدد آنست کہ ہر چہ دراں مدت	اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ میں
از فیوض بامتاں برسد بتوسط او	جس قدر فیوض امتیوں کو پہنچتے ہیں۔
برسا اگرچہ اقطاب و اوتادِ آں	اس کے ذریعہ اور واسطہ سے پہنچتے
وقت بوند و بدلاء و نجباء باشد۔	ہیں۔ اگرچہ وہ فیض لینے والے قطب
دفتر دوم مکتوب ۴	وا وتاد ہوں یا ابدال و نجبار ہوں۔

عبارت مذکورہ کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اور مسئلہ "وسیلۂ بزرگان" کی زوردار تائید ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) محفوظ میں قضائے مبرم کی طرح ہے اس دوسری قسم میں بھی تبدیلی کا امکان ہے۔ اور حضور غوث پاک قدس سرہٗ کا ارشاد بھی قضائے معلق کی اس دوسری قسم سے متعلق ہے۔ ورنہ حقیقۃً قضائے مبرم میں تصرف و تبدیلی عقلاً و شرعاً محال ہے کما لا یخفی۔

(۹) جائزاست کہ حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارواح مجردہ را قدرتے بدہد کہ افعال اجسام صادر نمایداز یں قبیل است آنچہ بعضے از کبراء از افعال شاقہ خود خبر دادہ اند کہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاولہ صادر شدہ بودند، آں صدور افعال از ارواح مجردہ ایشاں بودہ۔

دفتر دوم مکتوب ۲۸

اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم سے مجرد روحوں کو ایسی قدرت و طاقت مرحمت فرمائے جس کے ذریعہ افعال جسمانی کی طرح ان کی روحوں سے افعال صادر ہوں۔ اور اسی قبیلہ سے ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ کے افعال شاقہ کے متعلق وہ خبریں جن کو ان کی ارواح نے ان کے ظاہری اجسام پیدا ہونے سے زمانہ دراز پہلے صادر کیا ہے۔ ان کا صدور ان کی روحوں کا کرشمہ ہے۔

اس عبارت میں دو امر وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اور انبیاء اور اولیاء کی روحوں کو مافوق الاسباب قدرت کا دیا جانا اور عطا ہونا درست اور جائز ہے۔ اور اولیاء کرام وغیرہ اپنی ولادت مبارکہ سے ہزاروں برس قبل اس عالم دنیا میں حیرت انگیز افعال صادر کرنے پہ قدرت رکھتے ہیں۔

(۲) چونکہ اپنی ولادت مقدسہ سے ہزاروں برس قبل بھی کاملین حیرتِ انگیز افعال اس دنیا میں ظاہر کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اس بنا پر بعض اہل اللہ نے جو اس

قسم کے افعال سے اپنے متعلق خبر دی ہے وہ بالکل درست اور حقیقت کے مطابق ہے جیسے حضرت بابا آب ریزہ قدس سرہٗ کا یہ فرمانا کہ جب اللہ تعالےٰ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی خاک مبارک کو گوندھ رہا تھا۔ تو میں اس وقت بحکم ربی اس میں پانی ڈالنے کی ڈیوٹی ادا کر رہا تھا۔ کما صرح بھذہ الواقعۃ حضرت الشیخ المجدد قدس سرہ فی مکتوباتہ الشریفۃ۔

مخالفین اس قسم کے واقعات اور اس طرح کی حکایات کا استہزاء اور مذاق اڑانے کے عادی ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ ایسی باتیں بے اصل نہیں جیسا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔

مسئلہ توسل اور استمداد عن اہل القبور کے موضوع پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے:

(۱۰) این حالت تا مدتے کشید	یہ حالت ایک مدت تک رہی۔ پھر
اتفاقاً دریں وقت گذر بر مزار	اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار مبارک
عزیزے افتاد در این معاملہ آں	کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا،
عزیز را ممد و معاون خود کرد در	اور اس معاملہ میں اس مدفون ولی اللہ
درین اثنا عنایتِ خداوندی	سے میں نے مدد و اعانت طلب کی۔
جلشانہ در رسید و حقیقت معاملہ	چنانچہ اس دوران اللہ جلشانہ، کی
کما ینبغی وانمود۔ و روحانیت	عنایت شامل حال ہوگئی۔ اور معاملہ
حضرتِ رسالت خاتمیت علیہ و	کی حقیقت پورے طور پر منکشف
علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت	ہو گئی۔ اور عین اس وقت حضور

عالمیان است درین وقت حضور ارزانی فرمود و تسلی خاطر حزین نمود ر دفتر اول مکتوب ۲۲۰	خاتم المرسلین رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح مبارک بھی تشریف لائی۔ اور میرے دل غمگین کو تسلی دی۔

یہ عبارت زیر بحث مسئلہ پر جس قدر واضح اور ظاہر ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ اس عبارت میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ صاف فرماتے ہیں کہ میں ایک معاملہ میں مدت تک رکا رہا آخر ایک بزرگ کے مزار شریف پر حاضری کا موقعہ نصیب ہوا اس مدفون بزرگ سے مدد واعانت طلب کی تو اللہ تعالٰے نے معاملہ کی حقیقت پورے طور پر ظاہر فرمادی اور اسی دوران نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پر فتوح بھی مجھ کو تسلی دینے کے لیے تشریف لائی۔

---

(۱۱) و آنچہ معتقد فقیر است آنست کہ غوث غیر قطب مدار است بلکہ ممد و معاون روزگار اوست قطب مدار در بعضے امور مدد از وے میخواہد و در نصب مناصب مقام ابدال نیز اورا دخل است و قطب را باعتبار اعوان و انصار او قطب الاقطاب	جس چیز کا فقیر معتقد ہے یہ ہے کہ غوث قطب مدار کے علاوہ ہے۔ غوث کا کام قطب مدار کی مدد و معاونت ہے۔ قطب مدار بعض کاموں میں غوث سے مدد طلب کرتا ہے اور غوث کو ابدال کے عہدے عطا کرنے میں بھی دخل ہے۔ اور قطب کو اپنے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب

نیز گویند۔ — بھی کہتے ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۲۵۶

فوائد مطالب:

(۱) غوث اور قطب مدار دو الگ الگ روحانی شخصیتیں ہیں۔

(۲) غوث کا کام قطب مدار کی مدد و اعانت ہے۔

(۳) جن اولیاء اللہ کو ابدال کا منصب و مرتبہ عطا کیا جاتا ہے اس عطا میں غوث کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اور قطب مدار کو بعض اعتبارات کے لحاظ سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔

---

(۱۲) اتفاقاً امروز در حلقہ بامدادے بینیم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا و علیہما الصلوات و التسلیمات بصورت روحانیاں حاضر شدند و تلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ ما از ارواحیم حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ارواح مارا قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام

آج اتفاقاً صبح حلقہ مراقبہ کے دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا و علیہما الصلوت والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف لائے۔ اور اس ملاقات روحانی میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم مقام ارواح میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارواح کو قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے۔ ہم لوگ

متمثل شده کار ہائے کہ از اجسام
بوقوع مے آمد ازان ارواح ما
صدور مے یابد از حرکات و
سکنات جسمانی و طاعات و
عبادات جسدی

دفتر دوم مکتوب ٢٨٢

سے بصورت اجسام متمثل ہو کر وہ کار ہائے
نمایاں انجام دیتے ہیں۔ جو دوسرے
اجسام سے انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ
ہم اسی طرح حرکات و سکنات کرتے
ہیں جس طرح جسم والے کرتے ہیں اور
ہم اسی طرح طاعات و عبادات بجا
لاتے ہیں جس طرح ظاہری بدن کے
ساتھ لوگ بجالاتے ہیں۔

فوائد و مطالب:

(١) ایک دفعہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کی ملاقات کے لیے حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام صبح کے وقت تشریف لائے۔

(٢) اس ملاقات کے دوران حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہماری ارواح کو حق تعالیٰ نے ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ ہماری روحیں بھی وہی کام کرتی ہیں جو دوسروں کے اجسام کرتے ہیں چنانچہ ہم اسی طرح چلتے پھرتے اور بیٹھتے اٹھتے ہیں جس طرح جسم کے ساتھ لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اور ہم اسی طرح طاعات و عبادات بجالاتے ہیں جس طرح جسمانی طور پر لوگ بجالاتے ہیں۔

---

(١٣) ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ

جبکہ جنات بتقدیر خداوندی یہ طاقت

دین قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح کُمّل را اگر این قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر۔

ازیں قبیل آنچہ بعضے اولیاء نقل میکنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر میگردند وافعال متبائنہ بوقوع مے آرند۔ اینجا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند و متشکل باشکال متبائنہ۔

وہمچنیں عزیزیکہ مثلاً در ہندوستان توطن دارد و ازاں دیار نہ برآمدہ است جمعے از حضرت مکہ معظمہ مے آیند ومیگویند کہ آں عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم وچناں

رکھتے ہیں کہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب عجیب کام کر لیتے ہیں۔ ارواح کاملین کو اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ طاقت و قدرت مل جائے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اور کسی دوسرے جسم میں منتقل ہو کر افعال صادر کرنے کی کیا حاجت ہے۔ (رد تناسخ)۔

چنانچہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں وہ واقعات جو بعض اولیاء اللہ سے منقول ہیں۔ کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات کے اندر موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔ اور مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ ایسے وقت ان کے لطائف اجساد کی صورت میں متجسد ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس عزیز (بزرگ) کا واقعہ ہے جس کا وطن ہندوستان ہے اور وہ

وچنین درمیان ماد آں عزیزہ گذشتہ است و جمعے دیگر نقل میکنند کہ ما اورا در رُوم دیدہ ایم۔ و جمعے دیگر در بغداد دیدہ اند۔ این ہمہ تشکل لطائف آن عزیز است۔ باشکال مختلفہ و گاہ ہست کہ آن عزیز را ازان تشکلات اطلاع نبود ...... و ہم چنیں ارباب[1] حاجات از اعزۂ احیاء و اموات و مخاوف و مہالک مدد ہا طلب مینمایند و مے بینند کہ صُورِ آن اعزۂ حاضر

کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گیا لیکن اس کے باوجود ایک جماعت مکہ معظمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے آپ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور آپ سے یہ یہ باتیں ہوئی ہیں۔ اور ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے آپ کو روم میں دیکھا ہے۔ اور ایک تیسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے تو بغداد شریف میں آپ کو دیکھا ہے۔

در حقیقت یہ سب اس عزیز (بزرگ) کے لطائف ہیں جو مختلف اشکال میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس عزیز کو ان تشکلات کی اطلاع نہیں ہوتی ...... اسی طرح حاجت مند

؎ حاشیہ قولہ ارباب حاجات الخ حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ بحال معتقدان خود مصروف

یعنی حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتقدین کے حال میں

(باقی بر صفحہ آیندہ)

شدہ و دفع بلیہ از بنہا نمودہ است۔ گاہ ہست کہ آن اعزہ را از دفع آن بلیہ اطلاع بودہ وگاہ نبودہ۔ این نیز تشکل لطائف آن اعزہ است و این تشکل گاہ در عالم شہادت بودہ وگاہ در عالم مثال چنانچہ در یک شب ہزار کس آنسرور را علیہ

لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے بلائیں دفع کرتی ہیں۔ بعض اوقات ان بزرگوں کو دفع بلیات کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی یہ بھی درحقیقت ان بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں۔ اور یہ تشکل

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

است مغلاں در صحراء یا در وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں مے شود درین باب حکایات بسیار است بیان آن با طالت میرساند۔

مصروف رہتے ہیں مغل لوگ جنگلات میں اور سوتے وقت اپنا سامان اور گھوڑے وغیرہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی مدد وحمایت میں دے دیتے ہیں۔ تو غیبی تائیدیں ان کے ہمراہ ہو جاتی ہیں۔ اس باب میں بہت حکایات مروی ہیں جن کا بیان بہت لمبا ہے۔

وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام بصور
مختلفہ در خواب مے بینند و
استفادہ ہامے خواہند ایں
ہمہ تشکل صفات ولطائف
اوست علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ
والسلام بصورتہائے مثالی۔
ہم چنین مریدان از
صور مثالی پیران استفادہ
ہامے خواہند وحل مشکلات
می بفرمایند۔

دفتر دوم مکتوب ۵۸

کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور
کبھی عالم مثال میں۔
چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ
ہزار آدمی ایک ہی رات میں خواب کے
اندر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور بہت
سے فائدے اور برکات حاصل کرتے ہیں۔
یہ بھی درحقیقت آپ کی صفات اور آپ کے
لطائف کی شکلیں ہوتی ہیں جو مثالی صورتوں
میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔
اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی
صورتوں سے کئی طرح کے فائدے حاصل
کرتے ہیں۔ اور وہ پیران کی مشکلات
حل کرتے ہیں۔

فوائد و مطالب:

(۱) جب جنات بتقدیر خداوندی مختلف شکلیں اختیار کر کے عجیب وغریب کام انجام دے سکتے ہیں تو کامل بندوں کے لیے ایسی عطائی قدرت مان لینے میں کیا تعجب ہے۔

(۲) کاملین کے لیے ایسی عطائی قوت و طاقت تسلیم کرنا بالکل درست اور امر واقع ہے۔

(۳) چنانچہ متعدد اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد مقامات میں موجود اور حاضر ہو کر مختلف امور انجام دیتے ہیں۔ دراصل یہ ان کے لطائف ہوتے ہیں جو متجسد ہو جاتے ہیں۔

(۴) اسی طرح ایک بزرگ اپنے ملک ہندوستان میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی دوسرے ملک نہیں گیا ہوتا مگر کچھ لوگ مکہ معظمہ سے آکر کہتے ہیں ہم نے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور وہاں آپ سے یہ باتیں ہوتی رہی ہیں۔

کچھ دوسرے لوگ آکر یہ خبر دیتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بلاد روم میں دیکھا ہے۔ اور تیسری جماعت آکر کہتی ہے آپ کو تو ہم نے بغداد شریف میں دیکھا ہے۔

(۵) اسی طرح حاجت مند لوگ خوف اور ہلاکت کے وقت زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے مدد طلب کرتے ہیں تو فوراً ان اولیاء اللہ کی صورتیں حاضر ہو کر ان کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرتی ہیں۔ دراصل یہ بھی ان کے لطائف متشکل ہو کر تشریف لاتے ہیں۔

(۶) حضور نبی اکرم علیہ السلام کو ایک ہی رات میں خواب کے اندر ہزار آدمی دیکھتے ہیں۔

(۷) نیز مریلہ اپنے پیروں کو مثالی صورتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور وہ پیران کی مشکلات حل کرتے ہیں۔

(۱۴۷) وآن امانت بزعم این حقیر
قیومیت جمیع اشیاء
است بر سبیل نیابت که
مخصوص بکُمّل افراد انسان
ست - یعنی معاملۂ انسان
کامل تا بجائے میرسد کہ اورا
قیوّم جمیع اشیاء بحکم خلافت
میسازند - و ہمہ را افاضہ
وجود و بقاو سائر کمالات
ظاہری و باطنی بتوسط او
میرسانند اگر ملک ست باو
متوسل است و اگر جن و
انس ست باو متشبث و
فی الحقیقت توجہ جمیع اشیاء
بجانب اوست و ہمہ نگراں
او بند این معنی را دانند
یا نہ -

دفتر دوم مکتوب ۴۷

اس حقیر کے خیال میں امانت سے مراد تمام
اشیاء کی قیومیت ہے - جو حق تعالیٰ کی
نیابت کے طور پر نوع انسانی کے کامل
افراد کے ساتھ مخصوص ہے - یعنی
انسان کا معاملہ کمال و ترقی اس حد
کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ
کی خلافت کے اعتبار سے تمام
اشیاء کا قیوم بنا دیا جاتا ہے -
چنانچہ سب کو وجود بقا اور تمام
کمالات ظاہری و باطنی ان کے
واسطے اور وسیلے سے ملتے ہیں -
فرشتے بھی اسی کو وسیلہ بناتے ہیں
اور جن و انس بھی اسی کے دامن کو
تھامتے ہیں - فی الحقیقت تمام
چیزوں کی توجہ اس کی طرف ہوتی ہے
اور سب اسی کی طرف دیکھتے ہیں چاہے
اس بات کو جانیں یا نہ جانیں -

فوائد و مطالب:

(۱) کاملین اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت کا درجہ بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲) چنانچہ تمام اشیاء کو وجود، بقا اور تمام ظاہری و باطنی کمالات ان کی وساطت اور ان کے طفیل عطا ہوتے ہیں۔

(۳) تمام ملائکہ اور جنات و انسان ان کا وسیلہ پکڑتے ، اور ان کا دامن تھامتے ہیں۔

(۴) تمام چیزیں انہیں کی جانب توجہ کرتی ہیں۔ اور ان کی محتاج ہوتی ہیں۔

قارئین کرام۔ وسیلہ و استمداد کے موضوع پر مکتوبات شریف سے یہ چودہ اقتباس اور ان سے اخذ شدہ فوائد آپ کے سامنے ہیں۔ اب آپ حضرات خود ہی انصاف کریں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی کے افکار و نظریات سے کس گروہ کے عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔ اہل سنت و جماعت بریلوی حضرات کی یا غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات کی جو اس عقیدہ کو خالص مشرکانہ عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ اور پھر فریب عوام کے لیے حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنا ہمنوا ظاہر کرتے ہیں۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عقیدہ اپنے مکتوبات میں جا بجا بیان کیا ہے۔ جو انصاف پسند طبائع کو دیکھنے سے صاف واضح ہے تعصب و عناد سے سارے مکتوبات کا مطالعہ کر لیا جائے تو بھی بے سود ہے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان خطوط میں جو آپ نے اپنے پیر و مرشد شیخ الشیوخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو لکھے ہیں جا بجا آپ کو پیر دستگیر کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔

نیز آپ نے دفتر اول حصہ پنجم کے ص ۱۵۹ پر فرمایا ہے :

وطلب پیر راہ بین و راہ نما کہ وسیلہ تواند شد نیز مامور شرعی است قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔	راہ بین اور راہنما پیر کی تلاش جو وسیلہ بن سکے کا بھی شرعاً حکم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو! اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

(سورۃ مائدہ پارہ لایحب اللہ)

اس مسئلے کی تائید و حمایت میں مکتوبات شریف سے اور بھی بہت سی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ مقصود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی صراحت و وضاحت ہے اس لیے صرف مذکورہ اقتباسات پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ یھدی الیٰ سبیل الرشاد۔

مسئلہ علم غیب

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا مسئلہ بھی آج کل نہایت اختلافی و نزاعی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اور مخالفین ھداھم اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی تکفیر المسلمین کی بنیاد بنا رکھا ہے۔ اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے پہلے اہل سنت کے عقیدے کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

سو اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں اس امر کے قائل ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کائنات کی اشیاء ہر وقت اس طرح ظاہر اور روشن ہیں جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی۔ اور اس طرح کا انکشاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے زندگیٔ مبارک میں بھی تھا اور بعد از وصال بھی بدستور موجود ہے۔

ہاں کسی وقت اگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبارک دنیا کی جانب مبذول نہ ہو۔ اور اس وجہ سے کوئی واقعہ مستور رہے۔ تو یہ امرِ دیگر ہے۔ حضور

عہ عدم توجہ کے باعث بعض امور کا وقتی طور پر استحضار نہ ہونا اور اس کا منافی علم نہ ہونا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے شمائم امدادیہ میں لکھا ہے۔ یاد رہے کہ یہ حاجی صاحب مذکور مولوی رشید گنگوہی مولوی محمد قاسم نانوتوی اور دیگر علماء دیوبند کے پیر و مرشد ہیں۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہی عقیدہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اقوال علمائے مفسرین و محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ، اور تصریحات صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں وارد ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔	اے نبی اللہ تعالےٰ نے وہ تمام کچھ آپ کو سکھادیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

حدیث میں وارد ہے:

فتجلّٰی لی کل شی	اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ہر چیز روشن کردی۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

فعلمت مشارق الارض ومغاربھا۔	پس نے زمین کے مشارق و مغارب جان لیے۔

اس کے علاوہ بیسیوں احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

اس رسالہ میں چونکہ صرف حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس کا نکتۂ نظر اور عقیدہ مبارکہ پیش کرنا مقصود ہے۔ اس لئے مزید آیات و احادیث پیش کرنے کے بجائے۔ مکتوبات شریف کی چند ایک واضح عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ یہاں یہ امر خاص طور پر ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اکثر و بیشتر اوقات یہ انکشاف علمی ثابت رہتا ہے۔ اور بہت ہی کم اوقات ایسے آتے ہیں جب توجہ نہ ہونے کے باعث حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے کوئی واقعہ مستور اور پوشیدہ رہتا ہو۔ اور عدم توجہ کی بنا پر کسی امر کے مخفی ہونے کو عدم علم قرار دینا محض جہالت ہے۔ اس کے برعکس مخالفین جب دلائل اثبات سے تنگ آ جاتے ہیں تو وقتی طور پر صرف اس قدر مان لیتے ہیں کہ یہاں بعض اوقات اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اپنے نبی کو کسی واقعہ کی خبر دے دیتا ہے۔ اور وقتی طور پر نبی کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ یعنی مخالفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہیں ہوتا بس عارضی طور پر کسی وقت کسی واقعہ کی اطلاع مل جاتی ہے۔ یہ ہے مخالفین کا عقیدہ جو ان کی کتابوں، ان کے روزمرہ کے بیانات اور ان کی تقاریر سے ظاہر ہے۔

اب اس مسئلہ پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کے مبارک ارشادات سنیے :۔

(۱) حدیث تنام عیناى ولا ینام قلبی — حدیث تنام عیناى ولا ینام قلبی جو

لــه فی مسند ابی داؤد قال یعنی ابو داؤد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظا یعنی من ان یخرج منه شیٔ ولم یعقل وقالت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عیناى ولا ینام قلبی ۔ انتھٰی

مسند ابو داؤد میں یہ روایت موجود ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا کہ حضور اس سے محفوظ تھے۔ کہ نیند کی حالت میں کوئی چیز خارج ہو اور آپ کو معلوم نہ ہو سکے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

از مرتب رسالہ عفی عنہ۔

کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست۔ بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریانِ احوالِ خویش و امت خویش لہٰذا النوم در حقِ آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقضِ طہارت نگشت۔ و چوں نبی در رنگ شبان است در محافظتِ امتِ خود غفلت شایانِ منصبِ نبوت او نباشد۔

دفتر اول مکتوب ۹۹

آپ نے تحریر کی ہے۔ اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ اس حدیث میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ آپ اپنے اور اُمت کے حالات سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے نیند آپ کے وضو کو نہیں توڑتی تھی۔ اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی نگہداشت اور محافظت میں "شبان" (بکریوں کے ریوڑ کے رکھوالے) کی مانند ہیں، اس لیے ادنیٰ سی غفلت بھی آپ کے منصب نبوت کے شایان نہیں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق اہل سنت و جماعت جو عقیدہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ نے عبارت مذکورہ میں اس عقیدے کی بالکل صاف الفاظ میں تصدیق و تائید کی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے یہ الفاظ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام "اپنے اور اپنی امت کے حالات سے کسی وقت بھی غافل نہیں"......

"اور ادنیٰ اسی غفلت بھی منصبِ نبوت کے شایاں نہیں"، خاص طور پر قابلِ لحاظ اور لائق غور ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ مخالفینِ اہلِ سنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر آن اور ہر وقت حضورِ علمی کو قطعاً مشرکانہ عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ اور کسی طرح بھی اس کو درست نہیں جانتے۔

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ اپنا ایک مشاہدہ نقل فرماتے ہیں:

---

(۲) باز عروج واقع شد مقامات مشائخ عظام و ائمہ اہل بیت و خلفاء راشدین و مقام خاصہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم و علیہم و بارک وہم چنیں مقامات سائر انبیاء و رسل علی التفاوت و مقامات ملائکہ اعلیٰ فوق محدد مشہود گشت۔

دفتر اول مکتوب اول

دوبارہ پھر عروج روحانی حاصل ہوا جس میں درج ذیل حضرات کے مقامات و مراتب کا مشاہدہ حاصل ہوا (۱) مشائخ عظام اور ائمہ اہل بیت کے مقامات کا مشاہدہ، خلفائے راشدین کے مقامات کا مشاہدہ۔ حضور علیہ السلام کے مقام خصوصی کا مشاہدہ۔ اسی طرح انبیاء کرام اور رسل عظام کے مقامات کا علیحدہ علیحدہ اور ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کے مقامات کا مشاہدہ حاصل ہوا۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے

اولیاء، انبیاءِ کرام و رسل و ملائکہ ملاءِ اعلیٰ وغیرہ کے مقامات و مراتب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کائنات اور اپنی اُمت کے حالات کا مشاہدہ بطریق اولیٰ ثابت اور جائز ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا اور حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا تحریر کردہ رسالہ پسند فرمانا۔ ملاحظہ ہو مکتوبات کی عبارت:۔

(۳) بعد از تحریر آن چنان معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام با جمع کثیر از مشائخ اُمت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دستِ مبارکِ خود دارند و از کمال کرم بخشی آں را بوسہ میکنند و بہ مشائخ مے نمایند۔ کہ ایں نوع معتقدات مے باید حاصل کرد و جماعہ کہ بایں علوم مستسعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود در روبرے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ایستادہ اند و القصہ بطولہا

تحریر رسالہ کے بعد یوں معلوم ہوا کہ جناب خاتم المرسلین حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشائخ امت کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست اقدس میں پکڑا ہوا ہے اور کمال کرم سے اس کو بوسہ دے رہے ہیں اور مجلس میں حاضر مشائخ کو دکھا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اس قسم کے اعتقادات رکھنے چاہیں۔ اور میں نے اس طرح دیکھا کہ جو مشائخ یہ اعتقادات رکھتے تھے وہ دوسروں سے ممتاز اور نہایت نورانی و نادر الوجود تھے اور خدمت اقدس میں

ودر ہماں مجلس باشاعت	کھڑے تھے (پورا واقعہ بہت دراز ہے)
ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند۔	پھر اسی مجلس شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیر (مجدد صاحب) کو حکم فرمایا کہ اس واقعہ کی اشاعت کرو اور اس کو مشہور کرو۔
دفتر اول مکتوب ۲۱۶	

اس عبارت سے چند چیزیں واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کی تحریرات و تصنیفات بارگاہ رسالت میں مقبول و محبوب ہیں۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے مشائخ و اولیاء کو حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں درج شدہ اعتقادات اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از وصال مبارک اور آپ کی اُمت کے اولیاء و مشائخ اپنی مقابر مقدسہ سے باہر تشریف لے جاتے ۔ اور مجالس میں رونق افروز ہوتے ہیں۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کا حال یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے اہل تحقیق و اہل علم کی تصنیفات و تالیفات تک سے بھی باخبر ہیں۔

(۴) جو بزرگانِ کرام حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کے مسلک و معتقدات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں کی نسبت زیادہ نورانی، زیادہ مقبول اور ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

(۵) نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کو حکم فرمایا کہ اس واقعہ کی اشاعت کرو۔ نیز لوگوں میں اس کو مشہور کرو۔ اگر اس طرح کی باتیں درست اور صحیح نہ ہوتیں تو نہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کو اس طرح کے واقعات پیش آتے۔ نہ حضور علیہ السلام ان کی تشہیر کا حکم صادر فرماتے۔ اور نہ ہی حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ ان کو درج کرتے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متعلق اہل سنت کے اعتقادات کی صحت کی، اس سے زیادہ صاف اور واضح تائید و تصدیق اور کیا ہو سکتی ہے۔

---

(۶) بر سرِ مسئلہ قضاء و قدر نیز اطلاع دادند و آنرا بر نہجے اعلام فرمودند کہ بہ ہیچ وجہ بہ اصولِ ظاہرِ شریعت غرّا مخالفت لازم نیاید و از نقص ایجاب و شائبہ جبر مبرا و منزہ است، و در ظہور بمثابہ قمر لیلۃ البدر است۔	مجھے مسئلہ تقدیر پر بھی مطلع کر دیا گیا ہے۔ اور جس طرح مجھ کو اس مسئلہ کی حقیقت بتائی گئی ہے اس سے ظاہر شریعت کے ساتھ اس مسئلہ کی بالکل مخالفت لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی اس سے اللہ تعالےٰ پر کوئی شے لازم آتی ہے۔ اور نہ ہی انسان کی مجبوری کا پہلو نکلتا ہے بلکہ وہ ان دونوں سے مبرا اور منزہ ہے۔ اور اس
دفتر اول مکتوب ۱۸	

مسئلہ کی حقیقت مجھ پر اس طرح روشن
ہے جس طرح چودہویں رات کا چاند۔

سب اہل علم جانتے ہیں۔ کہ مسئلہ تقدیر یا مسئلہ قضا و قدر نہایت ہی ادق اور مشکل اور پوشیدہ مسائل میں سے ہے۔ لیکن حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کی حقیقت اس طرح روشن ہے جس طرح چودہویں رات کا چاند۔

قارئین کرام اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتیوں پر اس قسم کے مشکل ترین مسائل کی حقیقت بالکل روشن ہے۔ تو خود آپ کی وسعتِ علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ پھر یہ کس قدر افسوسناک بات ہے اور کس قدر بے ادبی ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم شریف کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے تک کا علم نہ تھا۔ اور پھر ایسے عقیدے کو ذریعہ نجات قرار دیا جائے۔ ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ ایک دوسرے مقام پر نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان فرماتے ہوئے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:۔

---

(۵) فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ — سو میں نے اولین اور آخرین کے علوم جان لیے۔

دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

یہ حدیث مبارک اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام اولین و آخرین کے علوم کے جامع ہیں۔ جب علم شریف کے متعلق حضور کا اپنا ارشاد مبارک موجود ہے تو پھر آپ کے علم شریف کا انکار کرنا کس قدر جہالت یا عناد کا مظاہرہ ہے۔

حروف مقطعات یعنی الٓمٓ۔ حٰمٓ، قٓ، نٓ، وغیرہ کے متعلق حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

ع۵ فعلمت علم الاولین الخ صاحب تشیید المبانی فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں اور امام ترمذی نے اپنے سنن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہی حدیث مبارک مشکوٰۃ میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض رواہ الدارمی مرسلا والترمذی نحوہ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لمعات میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں "پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود" عبارت از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔ (ترجمہ) یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں تھا۔ یعنی تمام جزئی و کلی علوم مجھ کو حاصل ہو چکے ہیں۔ اور میں نے تمام کا احاطہ کر لیا ہے۔ ۱۲ از مرتب رسالہ)۔

(۶) حروف مقطعات قرآنی ہمہ رموز و اشارات ست بحقائق احوال و دقائق اسرار کہ درمیان محب و محبوب کائن است لیکن کیست کہ آنرا دریابد۔
دفتر ثالث مکتوب ۳۲

حروف مقطعات قرآنی سارے کے سارے حالات کی حقیقتوں اور اسرار کی باریکیوں کے متعلق رموز واشارے ہیں جو محب (اللہ) اور محبوب (نبی علیہ السلام) کے درمیان وارد ہیں لیکن اور کون ہے جو ان کو پا سکے۔

مخالفین عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حروف مقطعات کے معانی و مطالب سے بھی ناواقف تھے۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا اس معاملہ میں جو عقیدہ ہے وہ آپ کی اس عبارت سے ظاہر اور واضح ہے قارئین کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا بیان کردہ عقیدہ رکھنا چاہیے جو ایک صاحب تحقیق عارف کامل ہیں یا مخالفین کا بیان کردہ عقیدہ جو گویا پیدا ہی اس لیے ہوئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے علم شریف اور آپ کے دیگر کمالات و فضائل کا انکار کرتے رہیں۔ عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔ اور جاہل و ضدی کے لیے دفتر بھی ناکافی

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ ایک جگہ ابلیس لعین کے متعلق لکھتے ہیں۔

---

(۷) او را از نظر ایشاں مستور

اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو لوگوں

فرمودہ است - و بر احوال او	کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے - اور
ایشاں را اطلاع ندادہ و	اس کے حالات پر لوگوں کو اطلاع
او را بر احوال ایشاں بینا گردانیدہ	کی قوت نہیں دی - مگر ابلیس کو یہ
	طاقت دی ہے کہ وہ لوگوں کے حالات
دفتر ثالث مکتوب ۱۰۳	سے بینا اور واقف رہتا ہے -

اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ ابلیس لوگوں کے حالات سے واقف اور بینا ہے - تو غور فرمایئے کہ عطائی طور پر اگر اطلاع علی حالات الناس ابلیس تک کے لیے ثابت ہے - تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے شرک و کفر ہو جائے - جو بات ابلیس تک کے لیے ثابت ہے وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنے سے کس طرح شرک ہو سکتی ہے -

مسئلہ علم غیب کے موضوع پر مکتوبات شریف کی سات عبارتیں سردست بیاں نقل کی گئی ہیں - ان عبارات کے علاوہ بھی مکتوبات میں اس مسئلے کا ثبوت متعدد مقامات سے ملتا ہے - جیسا کہ دیانتداری سے مکتوبات کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی اور پوشیدہ نہیں - یہاں ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے - کہ خاص اس نزاعی مسئلہ میں جو موجودہ وقت میں جھگڑوں - مناظروں اور فتنوں کا سبب بن چکا ہے - حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا نکتہ نظر پیش کیا جائے اور اس جھگڑے میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کو بطور حکم و ثالث سامنے لایا جائے - اور یہ بات صاف کی جائے کہ دیوبندیت و بریلویت کا نام وضع ہونے سے کئی صدیاں

قبل اہل تحقیق اس سلسلہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ سو ہمارا یہ مدعا ان مذکورہ بالا عبارات سے بالکل صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے صرف انہی عبارات پر کفایت کی ہے۔ اور باقی عبارتیں یہاں نقل نہیں کیں۔ اہل سنت و جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جس طرح کے غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بعینہ یہی عقیدہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا ہے جیسا کہ یہاں سب سے پہلی نقل کردہ عبارت سے ظاہر ہے۔ قارئین کرام عبارت ع۱ کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ امام ربانی قدس سرہ کس طرح بالکل صاف الفاظ میں یہ عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ اب بھی اگر یہی رٹ لگائی جائے کہ علم کے متعلق سنیوں کا عقیدہ مشرکانہ ہے تو یہ کس قدر ناانصافی اور تعصب اور غلط بیانی کا مظاہرہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ مخالفین و منکرین کو ہدایت دے اور ضد اور تعصب سے نجات عنایت کرے۔ فانہ ولی التوفیق وعلیہ التکلان وھو المستعان۔

تصرّفاتِ کاملین

تصرفات تصرف کی جمع ہے۔ لغت میں تصرف کے معنی ہیں کسی شے میں ردو بدل کرنا۔ لیکن صوفیائے کرام کے نزدیک جب یہ لفظ اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کے معنی ہوتے ہیں ما فوق الاسباب اور خرق عادت کسی چیز میں کسی طرح کی تبدیلی کر دینا۔ جیسے بیمار کو شفا دینا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ کسی کی مشکل حل کرنا۔ غائبانہ مدد کرنا۔

تصرف درحقیقت کرامت اور توجہ باطنی کے طور پہ کسی کام کے انجام دینے کا نام ہے۔ اور اہل اللہ کی کرامات اور توجہات قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کام اہل اللہ کی توجہ اور مدد سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ وہ صرف ظاہری اور مجازی طور پر اہل اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ فی الحقیقہ سراسر خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ مقبول بندہ اس کے ظہور کا صرف ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ جس طرح بسا اوقات بظاہر مرض دوا اور علاج سے دور ہوتا ہے۔ لیکن حقیقۃ شفا منجانب اللہ ہوتی ہے۔ یا بارش بظاہر بادلوں سے ہوتی ہے۔ مگر یہاں بھی فی الحقیقت پانی اتارنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیماروں کو شفا دیتے تھے۔ مادر زاد

اندھوں کو بینائی عطا کرتے تھے۔ مٹی سے پرندے بنا کر اور ان میں جان ڈال کر اڑاتے تھے۔ ان سب افعال کے صدور میں صرف واسطہ اور ذریعہ تھے۔ درحقیقت یہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے تھے۔ اہل سنت کے نزدیک اولیاء اللہ کے تصرفات اور مدد وغیرہ کا صرف یہی مطلب ہے۔ اور وہ انہیں صرف واسطہ اور ذریعہ تسلیم کرنے کے ہی قائل ہیں۔ وہ نہ تو اولیاء اللہ کو معاذ اللہ خدا تصور کرتے ہیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا مقابل اور شریک مانتے ہیں۔ اور نہ اس کی کسی صفت میں شریک مانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں قطعاً یقیناً وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ انہیں اللہ کے بندے، اس کی مخلوق اور اس کے محتاج ہی جانتے اور مانتے ہیں۔ بزرگان دین کو اس سے بڑھانا اور اوصاف الوہیت میں حصہ دار ماننا نہ شرعاً درست ہے اور نہ اہل سنت اس کے قائل ہیں۔

مخالفین کا یہ کہنا کہ سنی بزرگوں کو خدا مانتے ہیں اور انہیں پوجتے ہیں، بالکل بے اصل اور بے بنیاد الزام ہے۔ اس سلسلے میں اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔

مخالفین نے اولیاء کرام کے تصرفات کے انکار کے لیے اپنے پاس سے ایک اصطلاح گھڑ لی ہے۔ جسے وہ ما فوق الاسباب اور ما تحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر ان کے سامنے کوئی واقعہ یا روایت یا حدیث و تفسیر کا حوالہ پیش کیا جائے۔ تو وہ کم علم لوگوں کو یہ کہہ کر مطمئن کرتے ہیں۔ کہ یہ تو اسباب کے تحت چیز ہے اسے ہم بھی جائز اور درست کہتے ہیں۔ ما فوق الاسباب تصرف اور مدد کرنا ناجائز ہے۔ قارئین کرام یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ اصطلاح

مخالفین کی اپنی اختراع ہے۔ اور اس کی آڑ میں تصرفات سے انکار قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔

قرآن حکیم میں وارد ہے:

کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی (آصف) ما فوق الاسباب سینکڑوں میل دور سے چشم زدن میں ملکہ سبا کا تخت اٹھا لایا۔

سورۂ مریم میں وارد ہے:

کہ حضرت مریم کو کہا گیا اس کھجور کے تنے کو ہلاؤ یہ تم پر تازہ کھجوریں گرائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ یہ بھی ما فوق الاسباب بات تھی۔

سورہ کہف میں ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔	یعنی تم اصحاب کہف کو دیکھو تو بیدار گمان کرو حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔

سینکڑوں برس انسان کا بلا خورد و نوش صحیح سالم زندہ اور باقی رہنا اور آرام کی نیند سوئے رہنا قطعاً اسباب اور معمول کے خلاف ہے۔ اور انسانی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔

سورہ کہف ہی میں وارد ہے:

کہ اللہ کے ایک بندے (خضر) نے عین دریا کے درمیان لوگوں سے بھری ہوئی کشتی کے نیچے کے تختے اکھیڑ دیے۔ لیکن کشتی غرق نہ ہوئی بلکہ سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گئی۔ یہ چیز بھی اسباب سے بالاتر ہے۔

فرشتوں کا لوگوں کی حفاظت کرنا اور لوگوں کی روحیں قبض کرنا وغیرہ بھی

مافوق الاسباب ہے۔ اور ان باتوں کا انکار قرآن حکیم کی صریح آیات کا انکار ہے۔ جس کا مومن کبھی مرتکب نہیں ہو سکتا۔ مخالفین کو توحید کا ایسا ہیضہ ہو چکا ہے جس نے انہیں قرآن کا ہی منکر بنا دیا ہے۔

قرآن مجید میں اور بھی متعدد واقعات موجود ہیں جن سے اللہ کے بندوں کے لیے مافوق الاسباب اختیارات اور قوتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اور احادیث اور اقوال صحابہ کرام اور اولیاء کرام اور سلف و خلف کی تصریحات کا شمار ہی نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ہمت اور توفیق عنایت کی تو ان شاء اللہ تعالیٰ احادیث اور اقوال صحابہ کرام اور ائمہ دین کو الگ کتابی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ سر دست حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی چند عبارات ہدیۂ قارئین کرام کی جاتی ہیں:۔

---

(۱) باید دانست کہ پیران من و بخدا رہنمایان من کہ بتوسل ایشاں دریں راہ چشم واکردہ ام و بتوسط شان ازیں مقولہ لب کشادہ و در طریقت سبق الف و با از ایشاں گرفتہ ام و ملکہ مولویت از توجہ شریف شان حاصل کردہ ام اگر علم دارم طفیل ایشاں است و اگر	جاننا چاہیے کہ میرے پیر اور وصول الی اللہ میں راہ نما وہ لوگ ہیں جن کے توسل سے میں نے اس راہ سلوک میں آنکھیں کھولی ہیں۔ اور انہی کی وساطت سے میں نے اس معاملہ میں لب کشائی کی ہے۔ اور طریقت میں الف اور با کا سبق انہی سے لیا ہے۔ اور میں نے مولویت کا ملکہ انہی حضرات کی

معرفت است ہم از اثر النفحات
طریق اندراج النہایہ فی البدایۃ
ازیں بزرگواران آموختہ ام و
نسبت انجذاب بجہت قیومیت
از ایشاں اخذ و بیک نظر ایشاں
آں دیدہ ام کہ مردم را در
اربعین نہ بینند و بیک کلام
شان آں یافتہ ام کہ دیگراں
در سنین نیابند۔

دفتر دوم مکتوب ۴۲

توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔ اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کے طفیل اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی کی توجہات کا اثر ہے۔ انتہا کو ابتدا میں داخل کرنے کا طریقہ انہی سے میں نے سیکھا ہے۔ اور میں نے قیومیت کی جہت سے جذب کی نسبت انہی سے اخذ کی ہے۔ اور میں نے ان کی ایک نظر سے وہ فیض پایا ہے جو دوسروں کو چالیس چالیس روز کی چلّہ کشی سے بھی میسر نہیں آسکتا۔ میں نے ان کی گفتگو سے وہ کچھ پایا ہے جو دوسرے برسوں میں بھی حاصل نہیں کرتے۔

مقام غور ہے کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے مندرجہ بالا عبارت میں بزرگوں کے متعلق کس عقیدت کا اظہار فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ:۔

(۱) میں (یعنی مجدد صاحب) نے اس راہ سلوک و تصوف میں اپنے پیران کرام اور رہنمایان عظام کے وسیلہ جلیلہ سے آنکھیں کھولی ہیں۔

(۲) اور انہی کے صدقہ اور واسطہ سے مسائل تصوف میں لب کشائی کی ہے اور نہایت مشکل اور غامض امور کو حل کیا ہے۔

(۳) مجھ کو (مجدد صاحب کو) دینی علوم میں تبحر، کمال اور ملکہ انہی بزرگوں کی توجہ شریف سے حاصل اور نصیب ہوا ہے۔

(۴) انہی کے طفیل مجھ کو علم ملا ہے۔

(۵) اور مجھ میں معرفت بھی انہی کی توجہات کریمہ کا اثر ہے۔

(۶) قیومیت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہونے کا شرف بھی انہی کی توجہ سے نصیب ہوا ہے۔

(۷) اور مجھ کو بزرگوں کی نظر اور ان کے صرف ایک کلمہ سے حیرت انگیز فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں۔

قارئین کرام بڑی آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور سمجھ سکتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ نے اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کے متعلق جس حسنِ اعتقاد اور عمدہ عقیدت کا اظہار فرمایا ہے وہ موجودہ وقت میں صرف اہل سنت و جماعت میں پایا جاتا ہے اور انہی کا طرہ امتیاز ہے۔ اور بزرگوں سے یہ عقیدت صرف اہل سنت و جماعت میں ہی پائی جاتی ہے۔

حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالی سرہ الاقدس ایک جگہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

---

(۲) لاجرم بصحبتِ سلاطین می آپ یعنی خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ

رفتند و بتصرفِ خود ایشاں
را منقاد میساختند و بتوسلِ
ایشاں ترویج شریعت میفرمودند۔
دفتر اول مکتوب ۶۵

اللہ علیہ سلاطینِ وقت کے پاس
تشریف لے جاتے انہیں اپنے
تصرف سے اپنا مطیع بنانے اور
پھر اس طرح ان سے احکام شریعت
کی ترویج و اشاعت فرماتے۔

اس عبارت میں تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بالکل صاف طور پر تصرف کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر بزرگانِ دین کا تصرف کوئی چیز نہیں۔ اور کسی ولی میں تصرف کی قوت و طاقت ثابت کرنا شرک اور ناروا ہوتا تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ جیسے کامل بزرگ ہرگز ہرگز کسی کے لیے تصرف کی قوت تسلیم نہ کرتے۔

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے مندرجہ ذیل شعر اپنے مکتوبات شریف میں متعدد مقامات پر تحریر فرمایا ہے۔

---

(۳) بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
دفتر اول مکتوب ۱۴

حق تعالیٰ اور خاصانِ حق تعالیٰ کی
عنایات کے بغیر فرشتہ فطرت انسان
کا ورقِ قسمت کبھی سیاہ ہی رہے گا۔

اگر خاصانِ حق تعالیٰ کی عنایات کوئی شے نہیں یا خاصانِ حق تعالیٰ کی عنایات

کا معتقد ہونا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ نے اپنے مکاتیب شریفہ میں بار بار اس شعر کا کیوں تکرار کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ اس قسم کا عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت۔

ایک مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

---

(۴) فعلیکم بمتابعۃ سیدنا و مولانا و شفیع ذنوبنا و طبیب قلوبنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔	تو اے لوگو متابعت کرو ہمارے سردا، ہمارے مولا، ہمارے شفیع اور ہمارے دلوں کے طبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی۔

دفتر اول مکتوب ۷۱

اس عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طبیب قلوب فرمایا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیمار دلوں کی درستی، اصلاح اور علاج کی قوت و طاقت نہ عطا فرمائی گئی ہوتی تو آپ ہرگز طبیب قلوب نہ ہوتے۔ اور حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال نہ کرتے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

---

(۵) پرسیدہ بودند کہ پیر صاحب تدرف ... | آپ نے دریافت کیا ہے کہ کیا......

مرید مستعد را بتصرفِ خود مراتبے
که فوق از استعداد اوست
تواند رسانید یا نه؟ بلے
تواند رسانید . . . .
. . . . مثلاً مرید یکه استعداد
ولایت موسوی دارد و نہایت
قوت استعداد تا وصول بنصف
راہِ آن ولایت است پیر
صاحب تصرّف او را بتصرفِ
خود تواند باقصائے درجات
آں ولایت رسانید۔
دفتر اول مکتوب ۲۱۲

صاحب تصرف پیر اپنے ذی استعداد
مرید کو اپنے تصرف سے اس کی
استعداد سے بلند مراتب تک
لے جا سکتا ہے یا نہیں؟
اس کا جواب یہ ہے۔ ہاں
واقعی اس کو بلند مراتب پر
پہنچا سکتا ہے . . . .
. . . . . مثلاً ایک ذی استعداد
مرید ولایت موسوی کی استعداد
رکھتا ہے۔ وہ بھی نصف راہ
تک جانے کی تو اس کا صاحب
تصرف پیر اپنے تصرف سے اس
کو ولایت موسوی کے بالکل
آخری اور انتہائی مراتب تک
پہنچا سکتا ہے۔

پیر کامل کے ثبوت تصرف کے لیے یہ عبارت بالکل واضح ہے مزید تشریح
اور تفصیل کی محتاج نہیں۔

مسئلہ تصرف پر یہ عبارت بالکل واضح ہے۔ مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو بتوں کے بارے میں نازل شدہ آیات مَا یملکون من قطمیر وغیرھا کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ کا ولی کوئی طاقت اور قوت نہیں رکھتا۔ اور ساتھ ساتھ اس غلط بیانی سے بھی کام لیتے ہیں کہ یہی بزرگان دین کے عقائد ہیں۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ظلم، فریب اور کذب بیانی کا کیسا بدترین مظاہرہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

---

(۶) ایشانند کہ تربیت طالبان مربوط بہ صحبت علیہ ایشان است۔ وتکمیل ناقصان منوط بتوجہ شریف شان۔ نظر شان شافی امراض قلبیہ است۔ والتفات شان دافع علل معنویہ یک توجہ ایشاں کار صد اربعین میکند۔ ویک التفات برابر ریاضات ومجاہدات

یہ وہ بزرگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی بلند صحبت سے وابستہ ہے، اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ شریف پر موقوف ہے۔ ان بزرگوں کی نظر تمام امراض قلبی سے شفا بخشتی ہے اور ان کا التفات باطنی اور روحانی علتوں اور خرابیوں کو دفع کرتا ہے۔ ان کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام کرتی ہے۔ اور ان کا

ستین۔	ایک دفعہ التفات فرمانا برسوں
دفتر دوم مکتوب ۲۳	کے ریاضات اور مجاہدات کے
	برابر ہے۔

ایک منصف مزاج انسان یہ بیان پڑھ کر باآسانی جان سکتا ہے کہ تصرف اولیاء اللہ کا مسئلہ بالکل حق اور درست ہے۔ اور تمام سلف صالحین اور اہل تحقیق کا یہی مسلک ہے۔ لیکن نہ ماننے والوں کے لیے دفتر بھی بے کار ہیں جن لوگوں کے متعلق لا یرجعون کا فیصلہ ہو چکا ہے اور شقاوت ازلی جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے۔ وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے باوجود بھی انکار سے باز نہیں آئیں گے۔ پروردگار عالم سلف صالحین کے عقائد پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عنایت کرے۔ واللہ تعالیٰ الھادی والموفق للسداد والرشاد۔

عظمتِ اولیاءِ کرام

اطراف واکناف عالم میں جن مبارک ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا، دین حق کی اشاعت کے لیے اپنے لمحات زندگی وقف کیے، اس کی خاطر مصائب و آلام برداشت کیے۔ انسانی نفوس کا تزکیہ کیا۔ ان کو اعتقادی، روحانی اور عملی واخلاقی غلاظتوں سے پاک اور صاف کر کے حسن اخلاق، حسن عمل، حسن اعتقاد اور روحانی طہارت و پاکیزگی کا راستہ دکھایا۔ اور ایثار و قربانی کی زندہ جاوید روایات قائم کیں۔ بد قسمتی سے ایک گروہ ان مقدس ہستیوں کی عظمت و عقیدت کے نقوش لوگوں کے دلوں سے مٹانے میں مصروف اور سرگرم عمل ہے۔ یہ گروہ گاؤں گاؤں گھوم پھر کر گستاخانہ تقاریر و بیانات کے ذریعہ یہ زہر پھیلا رہا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اپنے غلیظ عقائد کی اشاعت کے لیے قرآن و حدیث کو استعمال کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں بتوں کے متعلق وارد شدہ آیات اولیاء کرام پر چسپاں کی جاتی ہیں۔ سمع، بصر، حیات، علم اور قدرت وغیرہ صفات جن کی بتوں سے نفی کی گئی ہے۔ اولیاء اللہ سے بھی ان صفات کی نفی کی جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ گلے پھاڑ پھاڑ کر کیا جاتا ہے۔ سادہ لوح مسلمان قرآن کے نام سے دھوکے میں آجاتے ہیں اور بد عقیدگی اور بے ادبی کے تاریک اور گمراہ راستے پر چل پڑتے ہیں۔

بخاری شریف باب المرتدین میں ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجی فرقہ کو بدترین مخلوق قرار دیتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ان بدبختوں نے بتوں کی آیات کو امت مرحومہ پر چسپاں کرنے کی جسارت کی ہے۔

حسب دستور سابق عظمت اولیاء کرام کے موضوع پر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ایک ارشادات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ان کا مطالعہ دین و ایمان کے لٹیروں سے ایمان بچانے کا باعث بن سکے اور خدا تعالیٰ اس گمراہی کے علمبرداروں[1] کو بھی راہ راست پر آنے کی توفیق دے۔ آمین۔

---

(۱) پس اولیاء اللہ ہر چہ میکنند برائے حق میکنند جلّ و علا نہ برائے نفس خود۔	پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں حق تعالیٰ جل و علا کے لیے کرتے ہیں۔ نہ اپنے نفس کے لیے۔
مکتوبات دفتر اول مکتوب ۵۹	

---

(۲) حمداً للہ سبحانہ کہ از فحوائے آن محبتِ فقراء و توجہ درویشان مفہوم گشت، کہ سرمایۂ سعادت است۔ لأنہم جلساءُ	الحمد للہ سبحانہ کہ آپ کے مکتوب گرامی سے فقراء کی محبت اور ان کی توجہ کا اعتقاد مفہوم ہوتا ہے۔ درویشوں کی توجہ کا اعتقاد اور

---

[1] ماخوذ از بخاری و مسلم ۱۲۔

اللہ سُبحَانَہٗ۔ وَھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقیٰ جَلِیْسُھُمْ[1] وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ۔ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ شَاْنِھِمْ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ

دفتر اول مکتوب ۲۴

ان کی محبت سرمایہ سعادت ہے کیونکہ یہ بزرگ لوگ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں۔ اور یہ حق تعالےٰ کا ذکر کرنے والی وہ مبارک قوم ہے جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر نصرت و کامیابی کے لیے فقراء و مہاجرین کے طفیل حق تعالےٰ سے دعا کیا کرتے تھے (شرح سنہ ۱۲ مشکوٰۃ) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان (اولیاء) کے متعلق ارشاد فرمایا "بہت سے پراگندہ بال، گرد آلودہ بندے ایسے ہیں جنہیں دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرماتا ہے۔

مسلم بروایت ابی ہریرہؓ ۱۲ مشکوٰۃ

---

(۳) در رضائے این بزرگواران را — ان بزرگوں کی رضا کو حق تعالیٰ سبحانہ

---

[1] یہ حدیث بخاری شریف میں ان الفاظ سے مروی ہے ھم الجلساء لا یشقٰی جلیسھم اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں ھم القوم لا یشقٰی بھم جلیسھم ۱۲

وسیلۂ رضائے حق سازند سبحانہ۔ طریق نجات وفلاح این است والسلام۔

دفتر اول، مکتوب ۲۱۸

کی رضا کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں۔ نجات اور فلاح کا طریقہ صرف یہی ہے والسلام

---

(۴) حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بہ محبت ایں طائفہ استقامت کرامت فرماید وبایشاں محشور دارد وَهُمْ قَوْمٌ لَا[۱] يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وَلَا يُحْرَمُ اَنِيْسُهُمْ وَلَا يُخَيَّبُ مَسِيْسُهُمْ وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ وَهُمْ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَمَنْ عَرَفَهُمْ

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس گروہ اولیاء کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرمائے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں۔ اور اُن سے اُنس رکھنے والا محروم نہیں۔ اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے میں نامرادی نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے جس نے ان کو

۱؎ ان الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں یہ مضامین وارد ہوئے ہیں۔

بیت۔ ہم نشینی اولیاء چوں کیمیا است — کیمیائے خود بایں خوبی کجا است

حضور غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر

یَا مَنْ یرِجَالٍ لَا یَخَافُ جَلِیْسُهُمْ! — رَیْبَ الزَّمَانِ وَلَا یَرٰی مَا یُرْهِبُ

وَجَدَ اللّٰہَ، نَظَرُھُمْ
دَوَاءٌ وَکَلَامُھُمْ شِفَاءٌ
وَصُحْبَتُھُمْ ضِیَاءٌ وَ
بِھَاءٌ، ھُمْ مَنْ رَاٰی
ظَاھِرَھُمْ خَابَ وَ
خَسِرَ وَمَنْ رَاٰی بَاطِنَھُمْ
نَجٰی وَاَفْلَحَ۔ خوش گفت آنکہ
گفت الٰہی چیست اینکہ دوستانِ
خود را کردی کہ ہر کہ ایشاں را
شناخت ترا یافت و تا ترا
نیافت ایشاں را نشناخت یعنی
شناخت ایشاں دریافت تو
از یک دیگر منفک نیستند۔
مکتوبات، دفتر ثانی مکتوب ۵۲

پہچان لیا۔ خدا کو پا لیا۔ ان کی نظر دواء
اور اُن کا کلام شفا ہے۔ اور ان
کی صحبت ضیاء اور رونق بخشتی ہے۔
جس نے ان کے ظاہر کو ہی دیکھا وہ
خائب و خاسر ہو گیا۔ اور جس نے
ان کے باطن کو دیکھا وہ نجات اور
فلاح پا گیا۔ کسی بزرگ نے کیا ہی اچھا
فرمایا ہے "اے اللہ تو نے اپنے دوستوں
کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچانا
اس نے تجھے پہچانا اور جب تجھے
نہ پہچان سکا ان کو بھی نہ پہچان سکا
یعنی ان کی شناخت اور تیری
شناخت ایک دوسرے سے جدا
نہیں ہو سکتی۔

---

(۵) حضرتِ خواجہ محمد پارسا قدس
سرہٗ نوشتہ اند کہ در افاضۂ
علوم لدنی روحانیت حضرتِ خضر[1]

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ
نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے پہنچنے میں
حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیٰ جمیع المرسلین

---

[1] خِضر: خا کے فتح اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ۔ اور ضاد کے سکون اور خا کے کسرہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

متوسط است علی نبینا و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام .... ومویدایں تخصیص است آنچہ از حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ منقول است کہ روزے برسر منبر بیانِ علوم و معارف مے نمودند دریں اثنا گذر حضرت خضر واقع شد، شیخ فرمود اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو۔ مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۵۵	الصلوٰۃ والسلام درمیان میں واسطہ اور ذریعہ ہیں .... اس تخصیص کی تائید کرتا ہے وہ واقعہ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن آپ منبر پر جلوہ افروز ہو کر علوم و معارف بیان فرما رہے تھے۔ کہ دوران وعظ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوا شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا اے اسرائیلی ادھر آ اور محمدی کا کلام سن۔

---

(۶) ایں صورت ہم چوں جامۂ	اس عارف کامل کی ظاہری صورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) دفتح سے بھی پڑھنا درست ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ یعنی خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بیٹے ہیں۔ پھر صحیح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں۔ اور دجال کے ساتھ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہاد کرنے کے زمانہ تک بقید حیات رہیں گے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں یا غیر مرسل۔ بعض نے کہا ہے کہ ولی ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ملائکہ میں سے ہیں۔ حرز ثمین ۱۲ از مرتب عفی عنہ۔

یکتا است نسبت بشخصِ
لابسِ آں جامہ۔ پس دیگراں
از حقیقتِ او چہ دریابند
و چہ فہم کنند و غیر از مماثلِ صور
و حقائقِ خود ہا چہ تصور نمایند۔
معرفتِ ایں عارف مستلزم
معرفتِ حق است سبحانہٗ
اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ
نشانِ شانست الٰہی چیست
اینکہ دوستانِ خود کردی
کہ ہر کہ ایشاں را شناخت
ترا یافت و تا ترا نیافت
ایشاں را نشناخت۔

مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۲۳۔

اس کے باطن کے اعتبار سے بالکل
اس طرح ہے جس طرح کپڑا پہننے والے
کے ساتھ کپڑے کی نسبت پس دوسرے
(عوام) اس کی یعنی عارف کی حقیقت
کو کیا پا سکتے ہیں۔ اور اس کے متعلق
کیا سمجھ سکتے ہیں اور اسے اپنی حقیقتوں
اور صورتوں کی مثل تصور کرنے کے
سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ ایسے عارف
کامل کی پہچان خدا تعالےٰ کی پہچان
کا ذریعہ ہے۔ حدیث میں وارد
ہے کہ اولیاء اللہ کی نشانی یہ ہے
کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے
الٰہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا مرتبہ
عطا کر دیا ہے۔ کہ جس نے ان کو
پہچان لیا اس نے تجھے پہچان لیا۔
اور جس کو تیری شناخت نصیب
نہ ہوئی وہ ان کی شناخت
سے بھی محروم رہا۔

(۷) بلکہ گویم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتے است از کرامات و دعوت ایشاں خلق را بحق جل سلطانہ، رحمتے است از رحمت ہائے حق جل سلطانہ، و احیائے قلوب اموات آیتے است از آیت ہائے عظمیٰ۔ ایشاں امان اہل ارض اند و غنیمتِ روزگار بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ در شانِ شاں است۔ کلام شاں دوا است و نظر شاں شفا هُمْ جُلَسَاءُ اللهِ۔ الخ

مکتوبات، دفتر ثانی مکتوب ۹۲

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود درحقیقت کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کی دعوت الی الحق رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنا ان کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ لوگ اہل زمین کے لیے باعث امن ہیں۔ اور زمانے کے لیے غنیمت۔ حدیث شریف میں ان کی شان میں یوں وارد ہے "انہی اولیاء کے طفیل بارش ہوتی ہے۔ اور انہی کے وسیلہ سے مخلوق کو رزق ملتا ہے" ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر امراض باطنہ کے لیے شفا ہے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔ الیٰ آخر الاحادیث الواردۃ فی شان الاولیاء الکرام المذکورۃ فی الصفحات السابقۃ

اولیاء اللہ کی بزرگی، عظمت، رفعت شان اور فضائل کے متعلق مکتوبات شریف کی یہ سات عبارتیں آپ کے سامنے ہیں۔ ان عبارات میں جس انداز اور جس صراحت و وضاحت سے بزرگان دین کی عظمت اور جلالتِ شان کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ کسی تشریح و توضیح اور تفصیل کا محتاج نہیں۔

مگر آج زعمی توحید کے علمبردار اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ ان کے کمالات کی کچھ اس انداز سے نفی کی جائے کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی عقیدت و ارادت کے نقوش بالکل مٹ کر رہ جائیں۔ مخالفین پر یہ کوئی جھوٹا الزام عائد نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ یہ حقیقت ہے۔ جن لوگوں نے مولوی غلام خان، مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی اور ضیاء القاسمی لائل پوری وغیرہ کی فتنہ و فساد اور گستاخی و بے ادبی سے لبریز تقریریں سنی ہیں۔ وہ یقیناً اس حقیقت کی تصدیق اور اس کا اعتراف کریں گے اور جن کو شک و شبہ ہو وہ سن کر تصدیق کر سکتے ہیں۔ اور شک دور کر سکتے ہیں۔

سب سے تعجب انگیز پہلو یہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات وقتاً فوقتاً اپنی گفتگو اور بیانات میں یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ در حقیقت اسلام کے مجدد تھے، واقعی انہوں نے اسلام کی عظیم خدمت انجام دی، اور بلاشبہ آپ صاحب تحقیق عالم، اور عارف کامل تھے۔ ایک طرف تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور دوسری طرف حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کے بیان کردہ عقائد و نظریات پر بلادریغ فتویٰ کفر و شرک لگاتے ہیں۔

گزشتہ عبارات کا خلاصہ:۔

(۱) اولیاءاللہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لیے کرتے ہیں۔

(۲) اولیاءاللہ کی عقیدت ومحبت سرمایہ سعادت ہے۔

(۳) بزرگوں کا معتقد اور ہم نشین بدبختی سے محفوظ ہے۔

(۴) بزرگوں کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔

(۵) رضائے بزرگان رضائے خدا ہے۔

(۶) بزرگوں کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔

(۷) ان کی نظر دواء ان کا کلام شفا اور ان کی صحبت ایمان کو ضیاء اور رونق بخشتی ہے۔

(۸) جس نے بزرگوں کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

(۹) بزرگوں کے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر علوم ومعارف نصیب نہیں ہو سکتے۔

(۱۰) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس وعظ میں حضرت خضر علیہ السلام شریک ہوتے تھے۔

(۱۱) لوگ اولیاءاللہ کے صرف ظاہر اجسام اور ظاہر صورتوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کے کمالات باطنی سے ناآشنا ہیں۔

(۱۲) اس دنیا میں اولیاءاللہ کا وجود بھی کرامت ہے۔

(۱۳) بزرگ اہل زمین کے لیے امن اور غنیمت ہیں۔

(۱۴) لوگوں کو بارش ورزق ان بزرگوں کے وسیلہ سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہ فرمائیں کہ اولیاء اللہ کی عقیدت و محبت سرمایہ نجات ہے۔ اور ان کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اور ان پاک لوگوں کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اور رزق اور بارش وغیرہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہ بد بخت گروہ لوگوں کے دلوں سے ان پاک ہستیوں کی عقیدت و محبت مٹاتے میں مصروف ہے۔ ان کے فضائل و مناقب کی نفی پر کمر بستہ ہے۔ اور قرآن و حدیث کے غلط معنے کر کے ان سے برگشتہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ وھو الھادی الی سبیل الرشاد۔

محبّتِ اولیاءِ کرام

اولیاء اللہ کی محبت اہل سنت و جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔ اسی محبت کی بنا پر علمائے اہل سنت اولیاء کرام کی مدح و ثنا میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ ان کے آستانوں پر حاضر ہوتے ۔ اور ان کی رضا جوئی اور خدمتگزاری کو سعادت جانتے ہیں۔ قاعدہ اور دستور ہے کہ جس سے محبت اور انست ہوتی ہے انسان اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ اور اپنے محبوب کے خلاف ادنیٰ بات بھی سننا گوارا نہیں کرتا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی نے اس موضوع پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ صرف چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ یہ محبت و وابستگی کتنی بڑی دولت و سعادت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی اہل سنت و جماعت کو ہی عطا فرمائی ہے۔ دوسرے تمام فرقے اس دولت عظمیٰ سے محروم ہیں۔

---

(۱) چہ سعادت کہ دوستانِ خدا جل و علا کسے را قبول نمایند چہ جائے آنکہ بمحبت و قربت ممتاز سازند۔	یہ کس قدر سعادت ہے کہ خدا تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول فرمالیں۔ چہ جائیکہ اس سے محبت کریں اور اپنے قرب سے سرفراز

م ۸۷ - دفتر اول

فرمائیں۔

---

(۲) محبت این طائفہ کہ متفرع بر معرفت است از اجل نعم خداوسیت جل سلطانہ ..... بغض این طائفہ سمّ قاتل است وطعن ایشان موجب حرمان ابدی ست - نجا اللہ سبحانہ وایاکم عن ہذا الابتلاء شیخ الاسلام فرمود الہی بر کرا خواہی بر اندازی اورا باما در اندازی۔

م ۱۰۶ دفتر اول

اس طائفے (اولیاء اللہ) کی محبت جو معرفت پر مبنی ہے خدا تعالےٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ اور اس گروہ سے بغض رکھنا زہر قاتل ہے۔ اور ان کی عیب جوئی ابدی محرومی کا باعث ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلا سے بچائے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اے مولیٰ کریم تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے۔ اسے ہم سے ٹکرا دیتا ہے۔

---

(۳) کناسی فقرا بہ از صدر نشینی اغنیاء است۔

م ۱۳۲ - دفتر اول

فقراء کے آستانے کی جاروب کشی دولتمندوں کے ہاں صدر نشینی سے بھی بہتر ہے۔

---

(۴) در بیان آنکہ جماعہ بید دلستانِ

اس گروہ کے بیان میں جو اولیاء اللہ

که طعن در اہل الله مے خواہند
ہجو ونکوہش آن جماعه
مجوز است بلکه مستحسن۔
م ع ۱۳۹ ۔ دفتر اول

کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ اس گروہ
کی مذمت و ہجو شرعاً جائز بلکہ
مستحسن ہے۔

---

(۵) و توجہ تام است بمربی خود
که وسیله حصول این دولت
اوست و در حضور و غیبت
رعایت وسائل این دولت
عظمیٰ را بنیک نمایند و رضائے
این بزرگواران را وسیلهٔ
رضائے حق سازند سبحانه۔
طریق نجات و فلاح این
است۔ والسلام۔
م ع ۲۱۸ دفتر اول

اپنے مربی (پیر و مرشد) کی طرف پوری
توجہ رکھنی چاہیئے کیونکہ اس دولت
(معرفت) کے حصول کا ذریعہ اور
وسیلہ یہی ہے۔ پیر و مرشد کی خدمت
میں حاضری کے وقت اور غیر حاضری
کے وقت ہر حال میں اس سے تعلق
رکھنے والی چیزوں کے آداب کی رعایت
اچھی طرح کرنی چاہیے۔ اور ان بزرگوں
کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور
وسیلہ تصور کریں۔ فلاح اور نجات
کا راستہ یہی ہے۔

---

(۶) این محبت را سرمایهٔ سعادات
دنیویه و اخرویه دانسته

اس محبت کو دنیوی اور اخروی سعادتوں
کا سرمایہ تصور کرتے ہوئے خدا تعالیٰ

از حضرتِ حق سبحانہ و تعالیٰ
ثبات و استقامت بر آن
مسالت باید نمود۔ توفیق
اتیان احکام شرعیہ نتیجہء
این محبت است و تحصیل
جمعیت باطن ثمرۂ این مودت اگر
عالم عالم ظلمات و کدورات را
در باطن بریزند و این محبت را
برپا دارند غم نباید خورد بلکہ امید
دار باید بود۔
م ۲۳۵ دفتر اول

سے اس پر مضبوطی اور استقامت کی
دعا کرتے رہیں۔ احکام شرعیہ کی بجا
آوری کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے۔
اور باطن کی جمعیت کا حصول اسی
دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر سارے جہان
کی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں ڈال
دیں۔ مگر اولیاء کرام کی محبت کا رشتہ
قائم رہے تو کچھ غم نہیں بلکہ خدا تعالیٰ
کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے۔

---

(۷) محبت درویشاں و ارتباط و الفت
با ایشاں و رغبت استماع سخنان
این طائفہ علیہ و میل باوضاع و
اطوار این طبقہ سنیہ از اجل نعم
خداوندیست جل سلطانہ و از
اعظم دُوَل او تعالیٰ۔ مخبر
صادق علیہ و علی آلہ الصلوۃ

درویشوں سے محبت اور ان کے ساتھ ربط
و الفت اور ان کے ارشادات سننے
کا شوق اور ان کے طور طریقوں کی
طرف میلان، خداوند تعالیٰ کی عظیم
نعمتوں میں سے ہے اور عظیم ترین
دولت ہے۔ مخبر صادق نبی کریم علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ انسان

والسلام المرء مع من احب۔ پس محب ایشاں با ایشان است و در حرم حریم قرب طفیلی ایشاں۔
م ع ۳۶ دفتر دوم

اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اس کو پیار ہوتا ہے۔ لہٰذا ان اولیاء اللہ کا دوست ان کے ساتھ ہے۔ اور حریم قرب میں ان کے طفیل پہنچ کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کاملین کی سچی محبت و عقیدت عطا فرمائے اور ان پاک لوگوں کے ساتھ حشر فرمائے۔ اور سعادت دارین سے مالامال فرمائے۔ آمین

مسئلہ امکانِ کذب

اس بات پر تمام اہل اسلام کا اتفاق چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک اور منزہ ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد جگہ خدا تعالیٰ کے نقائص و عیوب سے پاک اور منزہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ مگر مخالفین کے امام و پیشوا اور بقول صاحب فتاوٰی رشیدیہ "ولی اللہ" مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مصنف کتاب تقویۃ الایمان و صراط مستقیم وغیرہ اور "شہید بالاکوٹ" نے خدا تعالےٰ کی ذات پاک میں بھی عیوب و نقائص کا امکان و جواز ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مخالفین کے یہ اسماعیل شہید اپنی کتاب یک روزی میں رقمطراز ہیں :۔

عدم کذب را از کمالات حضرت	جھوٹا نہ ہونے کو حضرت حق سبحانہ
حق سبحانہ مے شمارند و اورا	کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں۔
جل شانہ بآں مدح مے کنند	اور اللہ جل شانہ کی اس سے مدح
بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں	کرتے ہیں بخلاف گونگا اور پتھر کہ ان
را کسے بعدم کذب مدح نمے کند	کی جھوٹ سے پاک ہونے پر مدح نہیں
و پر ظاہر است کہ صفت کمال	کرتے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ
ہمیں است کہ شخصے قدرت	صفت کمال یہی ہے کوئی شخص جھوٹا کلام

بہ تکلم بکلام کاذب مے دارد
بنابر رعایت مصلحت و مقتضی
حکمت تنزہ از تلوث کذب
تکلم بکلام کاذب نمے نماید
ہماں شخص ممدوح مے گردد
بسلب عیب کذب و اتصاف
بکمال صدق ...... بالجملہ
عدم تکلم بکلام کاذب ترفعاً
عن عیب الکذب و تنزھاً
عن التلوث بہ از صفات
مدح است و بنا بہ عجز از تکلم
بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات
مدائح نیست - یا مدح آں
بسیار ادون ست از مدح
اول - بلفظہ -

کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور پھر مصلحت
کی رعایت اور حکمت کے تقاضے کے
تحت جھوٹ کے شائبے سے پاک
اور منزہ رہے - جھوٹ پر قدرت
رکھنے والا شخص ہی اس مدح کے
لائق ہوتا ہے کہ اس میں کذب کا عیب
نہیں پایا جاتا اور سچائی کے کمال
سے متصف ہے ...... مختصر یہ کہ
قدرت ہوتے ہوئے کذب سے
بچنے اور اس عیب سے ملوث ہونے
سے منزہ اور پاک رہنا صفات مدح
میں سے ہے - جھوٹ پر قدرت ہی نہ
ہونے کے باعث جھوٹ نہ بولنا صفات
مدح میں سے بالکل نہیں - یا اس کی
مدح قدرت رکھنے والے کی مدح سے
بہت ہی کم درجہ ہے -

مخالفین کے "شاہ اسماعیل شہید" کی مذکورہ عبارت کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولنا اللہ تعالیٰ کے کمالات و صفات مدح میں سے ہے - اور صفت کمال اور قابل مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب د

آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے۔ نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے۔ گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم ہے کہ کذب الٰہی مقدور و ممکن ہو۔

یہ کس قدر ظلم اور گمراہی ہے کہ خود اپنی زبان سے کذب کو عیب و لوث کہتا ہے۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن بھی ٹھہراتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ وہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت رکھتا ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے کہ کہیں عیب اور لوث سے آلودہ نہ ہو جاؤں کذب سے بچتا ہے۔ دیکھو صاف اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عیب دار اور ملوث ہونا ممکن ہے۔ وہ چاہے تو ابھی عیبی اور ملوث بن جائے۔ مگر یہ امر حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لیے قصداً پرہیز کرتا ہے۔ قائل کی یہ دلیل اگر درست مان لی جائے تو پھر معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا عاجز، احمق، جاہل، اندھا، بہرا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔ کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا، مر جانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز اور ممکن ٹھہرتا ہے۔ غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمان یقین رکھتے ہیں دفعتہً سب باطل اور بے دلیل ہو جاتے ہیں۔ ایک ادنیٰ درجے کا بے علم مسلمان بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ مگر افسوس کہ علم اور تحقیق اور توحید کے یہ دعویدار اللہ تعالیٰ کے لیے بھی عیب کو جائز بلکہ جھوٹ جیسے بدترین عیب کو بھی خدا تعالیٰ کے لیے ممکن مانتے ہیں۔ "شہید بالاکوٹ" کا عقیدہ آپ نے دیکھ لیا۔

حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریف میں اس مسئلہ پر

بھی قلم اٹھایا ہے - اور مسلک اہل سنت کی وضاحت فرمائی ہے - چند ایک اقتباسات ملاحظہ فرمائیں -

---

(۱) پس گوئیا درین کریمۂ ہم خلف وعدہ منفی شد وہم خلف وعید - دفتر اول مکتوب ۱۶۶	پس گوئیا اس آیت کریمہ میں خلاف وعدہ کی بھی نفی ہو گئی - اور خلاف وعید کی بھی -
(۲) وایضاً خلف در وعید در رنگ خلف در وعدہ مستلزم کذب است ناشایانِ آنحضرت جل سلطانہٗ - دفتر اول مکتوب ۱۶۶	نیز خلف وعید بھی خلف وعدہ کی طرح مستلزم کذب واجب تعالیٰ ہے - جو اس کی ذات پاک کے ہر گز شایانِ شان نہیں -
(۳) این معنیٰ را تجویز نمودن شناعت تمام دارد - سبحان ربك رب العزة عما يصفون ٥	واجب تعالیٰ کے لیے ایسے معنیٰ کو ..... جائز قرار دینا جس سے خلاف وعدہ یا وعید لازم آئے نہایت ہی بُرا ہے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون -

---

یہ ایک ہی مقام کی تین عبارتیں ہیں - جن کا خلاصہ درج ذیل ہے -

(۱) اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلافِ وعدہ کی نفی ہے - اسی طرح خلاف وعید کی بھی نفی ہے -

(۲) واجب تعالیٰ کے لیے خلفِ وعید کو جائز ماننا اتنا ہی قبیح ہے - جتنا خلفِ

وعدہ کو جائز ماننا۔

(۳) قرآن کریم کی کسی بھی آیت یا نص کے ایسے معنی کرنا جس سے اس ذات کی طرف کذب کی نسبت لازم آئے، نہایت ہی شنیع اور ناروا ہے۔ اور وہ ذات پاک اس سے بالکل بلند و بالا ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ درستی عقیدہ کی دولت نصیب فرمائے۔ وھو الموفق للسداد والرشاد

خدا تعالیٰ کے ہر عیب اور نقص سے پاک و منزہ ہونے کا عقیدہ چونکہ اہل سنت وجماعت کے ہاں اجماعی عقیدہ ہے اس لیے اس کی تصریح صرف حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہی نہیں فرمائی بلکہ دوسرے بے شمار علماء حق نے بھی صاف صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کذب کے عیب و نقص سے قطعاً پاک و منزہ ہے۔ چنانچہ تائید اور مزید اطمینان کے طور پر چند جید علمائے اہل سنت کی تصریحات بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے۔

(۱) الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال الخ	جھوٹ باجماع علماء محال ہے کیونکہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے۔ اور عیب کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔
(۲) قد بینا فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالیٰ۔	ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل پہ کذب محال ہے۔

(شرح مقاصد بحث حسن وقبیح)

(۳) محال جهله او كذبه تعالىٰ	اللہ تعالیٰ کا جہل یا کذب دونوں محال
عن ذٰلك	ہیں برتری ہے اُسے ان سے۔

کتاب مذکور بحث تکلیف بالمحال

(۴) الكذب فى اخبار الله تعالىٰ	یعنی خبر الٰہی میں کذب تسلیم کرنے پر
فيه مفاسد لا تحصى و	بے شمار خرابیاں اور اسلام میں صاف
مطاعن فى الاسلام لا تخفىٰ	صاف عیب لازم آئیں گے۔ فلاسفہ
منها مقال الفلاسفة فى	حشر میں گفتگو کریں گے۔ ملحدین کے
المعاد و مجال الملاحدة فى	لیے اپنے جھگڑوں کی گنجائش نکلے گی۔
العناد و منها بطلان ما عليه	کفار کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا کہ
الاجماع من القطع بخلود	بالاجماع یقینی ہے۔ اس پر سے
الكفار فى النار فمع صريح	یقین اٹھ جائے گا۔ کہ اگرچہ خدا نے
اخبار الله تعالىٰ به فجواز عدم	صریح خبریں دی ہیں مگر ممکن ہے کہ
وقوع مضمون هٰذا الخبر محتمل	واقع نہ ہوں اور جب یہ امور یقیناً
ولما كان هٰذا باطلا قطعا علم ان	باطل ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ خبر الٰہی
القول بجواز الكذب فى اخبار الله تعالىٰ باطل قطعًا	میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے۔

(۵) شرحِ عقائد نسفی میں ہے:۔

كذب كلام الله تعالىٰ محال۔	کلام الٰہی کا جھوٹا ہونا محال ہے۔

(۶) طوالع الانوار کی بحث فرع متعلق مبحث کلام میں ہے۔

الكذب نقص والنقص على	جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ

اللہ تعالیٰ محال — تعالیٰ پر محال ہے۔

(۷) مواقف کی بحث کلام میں ہے:۔

انہ تعالیٰ یمتنع علیہ الکذب اتفاقاً اما عند المعتزلۃ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لا یفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال اجماعاً

یعنی اہل سنت اور معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا محال ہے۔ معتزلہ تو اس لیے محال کہتے ہیں کہ کذب بُرا ہے اور اللہ بُرا فعل نہیں کرتا۔ اور اہل سنت کے نزدیک اس سے ناممکن ہے۔ کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

(۸) مواقف وشرح مواقف کی بحث حسن وقبح میں ہے:۔

مدرک امتناع الکذب منہ تعالیٰ عندنا لیس ھو قبحہ العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحہ ان یعلم امتناعہ منہ اذلہ مدرک اخر قد تقدم

یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی کے محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے۔ رتاکہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے۔ بلکہ اس کے لیے دوسری دلیل ہے جو اوپر گزری یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں عیب محال ہے۔

(۹) اسی کتاب کی بحث معجزات میں ہے :-

قد مر فی مسئلہ الکلام من موقف الالٰھیات امتناع الکذب علیہ سبحانہٗ وتعالیٰ۔	یعنی ہم موقف الہیات کے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ہرگز ممکن نہیں۔

(۱۰) مسایرہ میں امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد فرماتے ہیں :-

یستحیل علیہ تعالٰے سمات النقص کالجھل والکذب۔	عیب کی جتنی نشانیاں ہیں جیسے جہل اور کذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔

(۱۱) شرح مسایرہ میں علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف اس کی شرح میں فرماتے ہیں :-

لاخلاف بین الاشعریۃ و غیرھم فی ان کل ما کان وصف نقص فالباری تعالیٰ منزہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص۔	یعنی اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔

(۱۲) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :-

قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ عھدہ۔ یدل علی انہ سبحانہ	اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ

منزّہٌ عن الكذب فی وعدہ ووعیدہ قال اصحابنا لان الكذب صفة نقص والنقص على الله تعالىٰ محال وقالت المعتزلة ان الكذب قبيح لانه عيب فيستحيل ان يفعلهٗ فدل علىٰ ان الكذب منه محال۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے۔ ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل کی ذات میں نقص محال ہے۔ اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری تعالیٰ سے صادر ہونا محال ہے غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا اور وہی ہے سنتا جانتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیۃ کے تحت لکھتے ہیں:۔

اعلم ان هذه الاية تدل علىٰ ان كلمة الله تعالىٰ موصوفة بصفات كثيرة

یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے۔ ان میں سے اس کا سچا ہونا ہے۔

(الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ	اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب
من صفات کلمۃ اللہ کونھا	ہے اور عیب اللہ تعالےٰ پر محال
صدقا والدلیل علیہ ان	ہے۔

الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال۔

(۱۴) یہی امام اسی مقام پر ارشاد فرماتے:۔

صحۃ الدلائل السمعیۃ	دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا
موقوفۃ علی ان الکذب	اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی
علی اللہ تعالیٰ محال	محال مانا جائے۔

(۱۵) یہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت:۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ	اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اس کی
مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ۔	اولاد ہو وہ اس سے پاک اور
	منزہ ہے۔

بعض دلائل معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں:۔

اجاب اصحابنا عنہ بان	اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب
الکذب علی اللہ تعالیٰ محال	الٰہی محال ہے۔

(۱۶) علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے شرح مقاصد میں نقل فرماتے ہیں:۔

صدق کلامہ تعالیٰ لما	خدا تعالیٰ کے کلام کا صدق جبکہ اہل
کان عندنا ازلیا امتنع	سنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا

كذبه لان ماثبت قدمه امتنع عدمه۔ — کذب محال ہوا کیونکہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

(۱۷) تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:۔

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا ۔ انكار ان يكون احد اكثر صدقا منه فانه لا يتطرق الكذب الى خبره بوجه لانه نقص وهو على الله تعالى محال۔ — اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو۔ کیونکہ اس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں۔ کیونکہ کذب عیب ہے اور عیب کا پایا جانا اللہ میں محال ہے۔

(۱۸) تفسیر مدارک شریف میں ہے:۔

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا تمييز وهو استفهام بمعنى النفى اى لا احد اصدق منه فى اخباره ووعيده لاستحالة الكذب عليه تعالى بقبحه لكونه اخبارا عن الشئى بخلاف ما هو عليه — اس آیت میں استفہام انکاری ہے۔ یعنی خبر، وعدہ اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے۔ کیونکہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے۔ کیونکہ کذب خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔

(۱۹) تفسیر ابوالسعود میں ہے:۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔ انكار لان يكون احد اصدق منه تعالى فى وعده وسائر اخباره وبيان لاستحالته كيف لا والكذب محال عليه سبحانه دون غيره ۔

آیت ہذا میں انکار ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالے سے زیادہ سچا ہو۔ وعدہ میں یا اور کسی خبر میں اور اس کے محال ہونے کا بیان ہے۔ اور محال کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب تو ممکن ہی نہیں۔ بخلاف اوروں کے۔

(۲۰) تفسیر روح البیان میں ہے:۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔ انكار لان يكون احد اكثر صدقا منه ۔ فان الكذب نقص وهو على الله محال دون غيره

اور کون شخص زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات میں۔ یہ آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے صدق میں زیادہ ہو۔ کیونکہ کذب عیب ہے اور وہ اللہ تعالے پر محال ہے۔ نہ اس کے غیر پر۔

(۲۱) شرح السنوسیہ میں ہے:۔

الكذب على الله تعالى محال لانه دناءة ۔

کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے کیونکہ وہ کمینہ پن ہے۔

(۲۲) سیف الدین ابہری کی شرح مقاصد میں ہے:۔

ممتنع عليه الكذب اتفاقا

کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ

لانه نقص والنقص على الله تعالى محال اجماعًا

عیب ہے اور ہر عیب اللہ پر بالاجماع محال ہے۔

(۲۳) شرح عقائد جلالی میں ہے:۔

الكذب نقص والنقص عليه محال فلا يكون من الممكنات ولا تشمله القدرة كسائر وجوه النقص عليه تعالى كالجهل والعجز۔

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالےٰ پر محال ہے۔ تو کذب الٰہی ممکنات میں سے نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل ہے۔ جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الٰہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت سے خارج۔

(۲۴) اسی شرح عقائد جلالی میں ہے:۔

لا يصح عليه تعالى الحركة والانتقال ولا الجهل ولا الكذب لانها نقص والنقص على الله تعالى محال۔

اللہ تعالےٰ کے لیے حرکت، انتقال جہل اور کذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں۔ اور اللہ میں عیب کا ہونا محال ہے۔

(۲۵) کنز الفوائد میں ہے:۔

قدس تعالى شانه عن الكذب شرعا وعقلا اذ هو قبيح يدرك العقل قبحه من غير توقف

اللہ تعالیٰ کی ذات کو شرع اور عقل دونوں لحاظ سے کذب سے پاک مانا گیا ہے اس لیے کہ کذب قبیح عقلی ہے۔ کہ عقل خود بھی اس کے

على شرع فيكون محالا
في حقه تعالى عقلا و
وشرعا كما حققه
ابن الهمام وغيره۔

قبح کو مانتی ہے۔ بغیر اس کے اس کا
پہنچنا شرع پر موقوف ہو۔ تو جھوٹ
بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً
ہر طرح محال ہے۔ جیسے امام ابن الہمام
وغیرہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔

(۲۶) مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر مصنفہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:۔

الکذب علیہ تعالیٰ محال

اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

(۲۷) مسلم الثبوت میں ہے:۔

المعتزلة قالوا لولا كون
الحكم عقليا لما امتنع
الكذب منه تعالى عقلا
والجواب انه نقص
فيجب تنزيهه تعالى
عنه كيف وقد مر انه
عقلي باتفاق العقلاء لان
ما ينافي الوجوب الذاتي
من جملة النقص في
حق البارى تعالى ومن

خلاصہ یہ ہے کہ معتزلہ نے اہلِ سنت
سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ
کا کذب محال نہ رہے۔ حالانکہ اسے
ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں۔
اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب
اس لیے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے
تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے
منزہ مانیں۔ اس کے عقلی ہونے پر
تمام عقلاء کا اجماع ہے۔ وجہ یہ ہے
کہ کذب الوہیت کی ضد ہے۔ اور

الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحانہٗ	جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ کے حق میں عیب ہے۔ اور اس کی
(ملخصا مع الشرح)	شان میں محال عقلی۔

(۲۸) مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

الکذب نقص لان ما ینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیۃ۔ بذلک اثبت الحکماء الذین ھم غیر متشرعین بشریعۃ فان الوجوب والکذب لا یجتمعان کما بین فی الکلام	جھوٹ بولنا عیب ہے۔ کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے۔ اسی دلیل سے وہ حکماء تک اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیونکہ خدائی اور دروغ گوئی جمع نہیں ہوسکتیں۔ جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۲۹) مولانا بحر العلوم عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ صادق قطعا لاستحالۃ الکذب ھناک	اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

(۳۰) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب "شاہ اسماعیل شہید بالاکوٹ" کے حقیقی چچا تفسیر عزیزی میں آیت فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ کے تحت فرماتے ہیں:۔

خبر او تعالیٰ کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانیست عظیم	اللہ تعالیٰ کی خبر اس کا کلام ازلی ہے۔ اور جھوٹا ہونا کلام میں نقصان عظیم ہے

کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد در	کہ ہرگز اس کی صفات تک راہ نہیں پا
حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب	سکتا۔ کیونکہ وہ تمام عیوب و نقائص
و نقائص است خلاف خبر	سے منزہ ہے۔ اور خبر کا خلاف واقع
مطلقاً نقصان محض است۔	ہونا خالص نقص و عیب ہے۔

مکتوبات شریف کے علاوہ یہ جید علمائے اہل سنت وجماعت کی پینتیس تصریحات ہیں جن میں بار بار یہی بات دہرائی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں جھوٹ کے عیب کا پایا جانا ناممکن اور محال ہے۔ لیکن اس کے برعکس مخالفین کے امام و پیشوا اور ہادی و مقتدا جناب شاہ اسماعیل صاحب یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میں اس عیب کا پایا جانا ممکن ہے صرف مصلحت کے طور پر اس سے دور رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سچا ایمان اور سچا ادب نصیب فرمائے۔

عرس کا ثبوت

کسی ولی اللہ کے وصال کے دن یا کسی دوسرے روز اس کی قبر پر یا کسی اور جگہ مسلمانوں کا جمع ہو کر اس بزرگ کے مناقب و کمالات اور سیرت و اخلاق کا تذکرہ کرنے، لوگوں کو اس کے اخلاق اور اس کی سیرت کی پیروی کی ترغیب دینے اور کوئی چیز پکا کر ایصال ثواب کرنے کا نام عرس ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک قسم کا تبلیغی اجتماع ہے۔ اور لوگ ایک ولی اللہ کی عقیدت کی بنا پر بغیر کسی دعوت و اشتہار کے جمع ہو جاتے۔ اور دین کی باتیں سن لیتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں تازگی ایمان کا سامان میسر آجاتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا "بیشک صالحین کے قصے اور حالاتِ زندگی اپنے اندر درس نصیحت و عبرت رکھتے ہیں" شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ بزرگوں کی باتیں سننے میں کوئی فائدہ ہے درآنحالیکہ ہم ان باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہاں! یہ دو فائدوں سے خالی نہیں اول یہ کہ سننے والا اگر طالب ہو تو اس کی ہمت میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ سننے والا اگر مغرور و متکبر ہو تو اس کے غرور و تکبر میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ نیک اور پاک لوگوں کے ذکر کے وقت خدا تعالیٰ

کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جب بزرگانِ دین وصال فرما جائیں اور مرشد کامل میسر نہ آئے تو ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے تاکہ دین وایمان سلامت رہے۔ آپ نے فرمایا "گذشتہ بزرگوں کے حالات و ارشادات پڑھا اور سنا کرو"

عرس ایسی ہی مجلس کا نام ہے جس میں کاملین کے حالات، ان کی سیرت پاک، ان کے ارشادات عالیہ اور ان کے نقشِ قدم پہ چلنے کا بیان اور تذکرہ ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ایماندار ایسی مبارک روح پرور، پند و نصیحت سے لبریز محفل کو حرام و بدعت کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اہل سنت و جماعت جس عرس کو جائز کہتے ہیں وہ یہی ہے۔

افسوس کہ مخالفین نے اپنی کتابوں میں جابجا مطلق عرس شریف کی مذمت کی ہے۔ اور اسے حرام و بدعت قرار دیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ "کوئی سا عرس جائز نہیں" ایسا فتویٰ بلاشبہ زیادتی اور جائز کو ناجائز بنانا ہے۔

خواہشات و منکرات، فسق و فجور، لہو و لعب اور ناچ گانے کی مجالس نہ عرس ہیں نہ ان کو عرس کا نام دینا روا اور درست ہے اور نہ ایسی مجالس شنیعہ کو اہل سنت و جماعت جائز و مستحب کہتے ہیں۔ جو شخص ان مجالس قبیحہ کو سامنے رکھ کر اصل عرس کی مذمت و تضحیک کرتا ہے۔ اور حرام و بدعت قرار دیتا ہے۔ وہ سراسر زیادتی کرتا ہے۔ اور ذکر خیر کو روکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تبلیغ دین سے لوگوں کو منحرف کرتا ہے۔

اب ہم مجدد صاحب قدس سرہٗ کا مسلک ان کے اپنے ارشادات میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فرید قدس سرہٗ کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

در ایامِ عرسِ حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ بحضرت دہلی رسید بخاطر داشت کہ در ملازمتِ علیہ نیز برسد دریں اثناء خبر کوچ منتشر گشت۔ بضرورت توقف نمودہ الخ

دفترِ اول مکتوب ۲۲۳

حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے ایام میں (فقیر) دہلی آیا ارادہ تھا کہ حضرت (شیخ فرید) کی خدمتِ عالی میں بھی حاضر ہو۔ آنے کی تیاری میں ہی تھا۔ کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہو گئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

یہ عبارت بصراحت بتا رہی ہے کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کسی بزرگ کے عرس میں شمولیت کے لیے دہلی تشریف لائے۔ عرس میں شرکت یا عرس کے لیے سفر اگر بدعت ہوتا تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ ہرگز اسے اختیار نہ فرماتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس سے منع کرتے بدعت کے متعلق حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے نظریات بالکل واضح ہیں۔ ان کے پیشِ نظر ضرور تھا۔ کہ آپ شرکتِ عرس سے شدت سے منع کرتے۔ مگر سارے مکتوبات کو چھان دیکھئے کسی بھی جگہ ممانعتِ عرس نہیں ملے گی۔ حالانکہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ

عنہ کے زمانہ میں عرسوں کا رواج تھا جیسا کہ مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔

نیز آپ کے صاحبزادے سلطان ملک ولایت۔ مالک سریر نیابت، فارس مضمار کمال۔ خازن اسرار جلال و جمال۔ آسمان ہدایت کے ستارے اور افق نیابت کے آفتاب۔ قیوم العالمین وارث انبیاء والمرسلین الشیخ محمد معصوم فاروقی النسب محمدی الحسب رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف میں شرکت کے بارے میں اپنا حال تحریر فرماتے ہیں:۔

چند روز است کہ ایں مسکین را درد تخفیف است۔ چنانچہ در مجلس عرس پیر دستگیر در ڈولی نشستہ چند ساعت حاضر شدہ بود۔

مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم
دفتر ۳ م ۶۸ ص ۱۰۸
مطبوعہ امرتسر

چند روز سے اس مسکین کو درد کا قدرے آرام ہے۔ چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر چند گھڑیوں کے لیے اپنے پیر دستگیر (مجدد صاحب) قدس سرہ کی مجلس عرس میں شرکت کی۔

عرس کا مذاق اڑانے والے اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔

حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین قدس سرہ کو لکھتے ہیں:۔

"اعراس پیراں بر سنتِ پیران بہ سماع و صفائی جاری دارند"

پیرانِ طریقت کے عرس بزرگوں کے طریقہ پر سماع اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔

صفائی کے لفظ سے منکرات سے خالی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال اپنے والد کا عرس کرتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم ملتانی نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔ سال بسال کرتے ہو۔ اس کا درج ذیل جواب شاہ صاحب نے دیا جو زبدۃ النصائح ص۴۲ پر مرقوم ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

این طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت قبور و تبرک بقبور صالحین و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن خوب است بہ اجماع علماء و یقین روز عرس

یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے اس کے حالات سے بے خبری اور جہالت کی بنا پر ہے۔ اس لیے کہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شے کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ زیارت قبور اور قبور صالحین سے برکت حاصل کرنا۔ قرآن مجید کی تلاوت، دعائے خیر تقسیم طعام و شرینی باتفاق علماء کرام مستحسن اور

آنست کہ آں روز نا کہ انتقال ایشاں باشد از دار العمل بدار الثواب۔	اور خوب کام ہے۔ اور روز عرس کے متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن ان کے دار عمل سے دار ثواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں تو عرس وغیرہ کو صریح شرک قرار دیا ہے۔ مگر صراط مستقیم میں اسی عرس کو خوب اور ٹھیک قرار دیا ہے۔ چنانچہ صراط مستقیم مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۵۵ پر لکھتے ہیں۔

پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست۔	یعنی فاتحہ اور عرس اور اموات کے لیے نذر و نیاز بس اس قدر بیان کردہ خوبی و اچھائی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا عرس کا ثبوت حدیث نبوی اور فعل صحابہ سے بھی ملتا ہے۔ جواباً گذارش ہے کہ فقہ کی مشہور کتاب رد المحتار میں ہے:۔

روی عن ابی شیبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی	ابن شیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع

قبور الشہداء باحد علیٰ رأس کل حول۔ | بیں احد شریف بیں شہداء احد کی قبروں پر آتے تھے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کان یأتی قبور الشہداء علیٰ رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون۔	بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہداء پر تشریف لاتے تھے اور آکر فرماتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

ان احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور کچھ پڑھتے اور اسی طرح خلفاء راشدین بھی کرتے تھے۔ تو اگر ہم لوگ ہر سال بزرگوں کے عرس میں حاضر ہو کر کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں تو یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فعل کی اقتداء اور اتباع ہے۔ اور کار ثواب ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مطلق عرس اور ایصال ثواب تو جائز ہے۔ اور اس کے مستحب

ہونے میں کوئی شبہ نہیں - مگر ان کا تعین اور ایصال ثواب کی تاریخ کی تخصیص ناجائز ہے - تو اس کے متعدد جوابات ہیں :-

(۱) عرس اور ایصال ثواب وغیرہ میں تخصیصات و تعینات عرفی ہیں - شرعی نہیں - اور ان تخصیصات و تعینات کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جیسے کسی دنیوی کام کی انجام دہی کے لیے پہلے سے دن کا تعین اور اس کام کی انجام دہی کی نوعیت کا مخصوص خاکہ ذہن میں رکھا جاتا ہے -

(۲) جب تک ان خصوصیات میں سے کوئی خصوصیت شرعاً ممنوع اور ناجائز قرار نہ پائے تمام خصوصیات کے ساتھ ایصال ثواب جائز ہی رہے گا - اور ناجائز کہنے والے پر خصوصیت کی ممانعت ثابت کرنا ہوگی -

(۳) جب مطلق ایصال ثواب جائز ہے تو اسے ایک تاریخ میں جائز کہنا اور دوسری تاریخوں میں ناجائز کہنا خلاف شرع ہے - کہ اطلاق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے - اور یہ ناجائز ہے -

(۴) اہل سنت وجماعت ان قیودات اور خصوصیات کو قطعاً ضروری اور لازم قرار نہیں دیتے - کسی مسلمان کے متعلق خواہ مخواہ بدظنی روا نہیں - یہ جتنی تخصیصات ہیں سب عرفی ہیں - شرعی تخصیصات نہیں -

(۵) آج کل عموماً مسلمان مساجد میں اوقات نماز گھڑیوں سے مقرر کرتے ہیں - کہ اتنے بج کر اتنے منٹ پر فلاں نماز ہوگی تو کیا اس طرح نماز کا وقت مقرر کرنا ممنوع ہے ؟

(۶) اسی طرح مدرسہ کی تعمیر نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ خلفائے

راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ۔بات وہی ہے کہ اصل تبلیغ دین کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ آگے اس کے طریق کار کی خصوصیات محض عرفی ہیں۔

(۷) صحابہ کرام، تابعین عظام حتیٰ کہ امام اعظم، امام ابو یوسف وابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم تک بھی علم دین کی اجرت نہ لیتے تھے۔ اب علم دین کے پڑھانے پر تنخواہیں مقرر ہیں تو کیا تنخواہوں کے تقرر کے ساتھ تعلیم دین ناجائز و ناروا ہے۔ اگر ناروا ہے تو پھر مخالفین بڑی بڑی تنخواہیں لے کر کیوں دین فروشی میں مصروف ہیں۔

(۸) آج کل چندہ دینے والوں کی نمائش ہوتی ہے۔ ان کے نام سال بہ سال کتابوں میں چھپتے ہیں۔ اس طرح کا طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ائمہ دین سے کب ثابت ہے۔ حالانکہ یہ نمائش زیادہ تر مخالفین ہی کرتے ہیں۔ اور بلبے چوڑے گوشوارے چھاپتے ہیں۔ آجا کر سارا نزلہ عرس اور ایصال ثواب کے مروجہ جائز طریقوں پر ہی کیوں گرتا ہے۔ دراصل یہ ایصالِ ثواب وغیرہ کے انکار کے مختلف بہانے ہیں۔

(۹) اسی طرح امور خانہ داری، کام، ملاقات، سیر و تفریح، کھانے اور سونے وغیرہ کے لیے اوقات مقرر کرنا جائز نہیں ہونا چاہیئے کہ ان کا جواز شرع میں مطلق ہے۔ اور تخصیص بدعت ہے۔ تو پھر بدعت بدعت پکارنے والوں کو ان کے قریب بھی نہ آنا چاہیے۔ ورنہ کل ضلالۃ فی النار کے تحت دوزخی قرار پائیں گے۔ عرس، گیارہویں

اور چہلم وغیرہ کو منع کرنے والے اپنے لباس، وضع قطع اور ہر معاملے میں خصوصیات کو روا رکھتے ہیں۔ مگر مذکورہ امور میں خصوصیت آئی اور بدعت کا حکم لگا۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ نفسِ ایصالِ ثواب ہی روکنا چاہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے خصوصیات میں بحث کرتے ہیں۔

تصوّرِ شیخ

اپنے مرشد کی صورت کا نقشہ دل میں حاضر کرنا اور اس کے واسطے سے فیض ربانی کا منتظر ہونا ایک جائز اور درست فعل ہے۔ اور صوفیاء و مشائخ طریقت کا معمول بہ عمل ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفین عقیدت و محبت کا رشتہ ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصور شیخ کے جواز و صحت کی مکتوبات شریف میں تصریح کی ہے۔ اور اس کی برکات اور فوائد بیان فرماتے ہیں۔ مگر مخالفین اور ان کے اکابر تصور شیخ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ لہذا حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں اہل سنت وجماعت کے مسلک و مشرب کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ تاکہ اصل حقیقت نمایاں ہو۔ اور مسلک اہل سنت کی تائید و تقویت کا باعث ہو۔ اور اس امر کا انکشاف بھی ہو کہ ان لوگوں کے خیالات حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کے نظریات و عقائد سے یکسر مختلف ہیں۔ اور مخالفین کا چشتی و قادری وغیرہ کہلانا اور ظاہر کرنا محض فریب عوام کے لیے ہے۔

دراصل یہ لوگ یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم کے مصداق ہیں۔

(۱) پس در ابتداء و در توسط۔
مطلوب را بے آئینہ پیر
نمیتوان دید۔
مکتوب ع ۱۲۹ دفتر اول

---

(۲) بداننہ کہ حصول رابطہ شیخ
از مرید را بے تکلف و
بے تعمل علامت مناسبت
تام دارد در میان پیر و مرید
کہ سبب افادہ و استفادہ
است و ہیچ طریقے اقرب
بوصول از طریق رابطہ نیست
دریں طریق یابی۔
مکتوب ع ۱۹۰
دفتر اول

---

(۳) تا کدام دولت مند را بآن
سعادت مستسعد سازند
حضرت خواجہ احرار قدس۔

اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز در
فقرات مے آرند کہ ع
سایہ رہبر بہ است از ذکر حق۔
بہ گفتن بہ اعتبار نفع است۔

مکتوب ع۱۸۷

دفتر اول

---

(۴) اگر در ذکر گفتن صورت پیر
بے تکلف ظاہر شود آنرا
نیز بقلب باید برد و در
قلب نگاہ داشتہ ذکر
باید گفت میدانی کہ کسی پیر
کیست پیر آنکس است
کہ از و طریق وصول بجناب
قدس خداوندی جلشانہ
نہ استفادہ نمائی و مدد
و اعانت ہا۔

مکتوب ع۱۹۰

دفتر اول

(۵۱) خواجہ محمد اشرف درزش نسبتِ رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلاء یافتہ است کہ در صلوٰۃ آنرا مسجود خود میدانند و مے بینند ۔ اگر فرضاً نفی میکنند منتفی نمیگردد ۔ محبت اطوارا این دولت متمنائے طلاّب ست از ہزاراں یکے را مگر بدہند ۔ صاحب این معاملہ مستعد تام المناسبت است محتمل کہ باندک صحبتِ شیخ مقتدا جمیع کمالات ادرا جذب نماید ۔ رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہ ۔ چرا محاریب و مساجد رانفی نکنند ۔ ظہورِ این قسم دولت سعادتمنداں را میسر است نادر جمیع احوال صاحب

خواجہ محمد اشرف صاحب نے نسبت رابطہ (تصورِ شیخ) کی ورزش کے متعلق لکھا تھا "کہ نسبت رابطہ (تصور شیخ) کا اس حد تک غلبہ ہو چکا ہے کہ نماز کے اندر بھی اپنے شیخ مقتدا کو مسجود (جس کو سجدہ کیا جائے) جانتا اور دیکھتا ہے بالفرض تصورِ شیخ کو ہٹانے کی کوشش بھی کرتا ہے تو نہیں ہٹتا" اے محبت والے یہ دولت (تصور شیخ کی یہ کیفیت) وہ شے ہے جس کی طالبانِ صادق آرزو رکھتے ہیں ۔ یہ کیفیت ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے ۔ (تصور شیخ کی اس کیفیت) کا حامل فیضِ معرفت کے لیے مستعد اور اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے ۔ ایسے شخص کے متعلق یہ احتمال ہے کہ صرف چند روزہ صحبت سے اپنے شیخ مقتدا کے کمالات اپنے اندر

رابطہ را متوسط خود دانند و
در جمیع اوقات متوجہ او
باشند نہ در رنگ جماعت
بیدولت کہ خود را مستغنی
دانند و قبلۂ توجہ را از شیخ
خود منحرف سازند و معاملہ
خود را برہم زنند۔

مکتوب ع۳۰
دفتر دوم

جذب کرے نسبت رابطہ (تصور
شیخ) کی نفی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ
وہ تو مسجود الیہ (جس کی طرف سجدہ
کیا جائے) ہے نہ کہ مسجود لہ (جس کو
سجدہ کیا جائے) مسجدوں و محرابوں
کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ ان
کی طرف بھی سجدہ کیا جاتا ہے) ایسی
دولت کا ظہور سعادتمند لوگوں کو
میسر آتا ہے۔ تاکہ تمام حالات میں
صاحب رابطہ (شیخ مقتدا کو فیض
کا واسطہ جانتے رہیں اور تمام اوقات
اسی (شیخ مقتدا کی جانب متوجہ رہیں۔
ان بے نصیبوں کی طرح نہیں جو اپنے
آپ کو بے نیاز جانتے ہیں۔ اور
اپنی توجہ کا قبلہ اپنے شیخ سے پھیر
لیتے ہیں۔ اور اپنے معاملہ طریقت
کو تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔

عبارت مندرجہ بالا کا خلاصہ :-

(۱) نسبت رابطہ (تصورِ شیخ) وہ عظیم دولت ہے جس کی طالبانِ صادق تمنا کرتے ہیں۔

(۲) ہزاروں میں سے کسی ایک کو یہ دولت وسعادت نصیب ہوتی ہے۔

(۳) ایسی نسبت کا حامل ذی استعداد ہوتا ہے۔ ایسے شخص میں اخذ فیض کی پوری صلاحیت ہوتی ہے۔

(۴) ایسا شخص چند روزہ صحبت سے درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

(۵) لہذا تصورِ شیخ کی نفی کرنا اور اسے اپنے دل سے ہٹانا اچھا نہیں۔ کیونکہ نماز میں بھی اگر بے اختیار اس تصور کا غلبہ رہتا ہے۔ تو اس تصور کو محض مسجود الیہ کی حیثیت حاصل ہے۔ جس طرح مساجد اور مساجد کے محراب۔ اس تصور کی حیثیت مسجود لہ کی نہیں کہ شرک لازم آئے اور اس کی نفی کی ضرورت پڑے۔

(۶) نیز مرید تمام حالات میں اپنے شیخ مقتدا کو واسطہ جانے۔

(۷) جمیع اوقات میں اپنے شیخ مقتدا کی طرف ہی متوجہ رہے۔

(۸) ان محروم القسمت لوگوں کی طرح ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ جو اپنے کو بے نیاز جانتے ہیں۔ اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ مقتدا کو نہیں بناتے۔

(۹) کیونکہ ایسے لوگوں کا معاملۂ طریقت تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور خسارے کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

افسوس کہ اسی تصورِ شیخ اور نسبت رابطہ کو مخالفین کے مقتدا و امام مولوی اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں گاؤ خر کے تصور میں ڈوب جانے سے

بدرجہا بدتر لکھا ہے۔ ع

به بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا[1]

مکتوبات شریف میں اس عبارت کے علاوہ بھی تصور شیخ کے متعلق متعدد مقامات پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ نے گفتگو فرمائی ہے اور اس کو جائز و درست قرار دیا ہے۔ بخوف طوالت فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ منصف مزاج کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ والسلام اوّلاً و آخراً۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

---

[1] مولوی اسماعیل صاحب کے پیر سید احمد رائے بریلوی نے تو شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کو کہہ دیا تھا کہ تصور شیخ صریح شرک ہے۔ ملاحظہ ہو سید احمد شہید مولفہ غلام رسول مہر۔

حیات الانبیاء بعد الوفاۃ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مقابر مقدسہ میں زندہ اور حیات ہیں۔ اور ان پر موت کا ورود وعدہ خداوندی کے مطابق محض ایک آن کے لیے ہوا۔ اس کے بعد ان کی ارواح مقدسہ ان کے اجسام طاہرہ میں لوٹا دی گئیں۔ اور اب وہ عالم برزخ میں حیات حسی کے ساتھ زندہ ہیں اور نعائم و لذائذ اخروی سے متمتع ہوتے ہیں۔

مخالفین ھداھم اللہ تعالیٰ کا ایک غالی اور متشدد گروہ آج کل حیات الانبیاء کی تردید میں بڑا سرگرم ہے۔ اس گروہ کے نزدیک دین کی روح اور اسلام کی جان گویا یہی مسئلہ ہے کہ الٹے سیدھے دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم عالم برزخ میں (معاذ اللہ) مردہ ہیں۔ اور ان میں زندگی اور حیات کی کوئی رمق موجود نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مسلک اور نکتہ نظر کو ہدیہ قارئین کر دیا جائے۔

(۱) احوالِ این موطن نظر باشخاص
متفاوتہ تفاوتِ فاحش وارد
اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ[1]
شنیدہ باشند- و
حضرت پیغامبر ما علیہ و علی
آلہ الصلوۃ والسلام شب
معراج چوں بہ[2] قبر حضرت کلیم
علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام
گذشتند دیدند کہ در قبر
نماز مے گذارد و ہماں لحظہ
چوں بآسمان رسیدند
حضرت کلیم را آنجا یافتند
معاملہ ایں موطن عجائب و
غرائب دارد-
مکتوب ۱۶
دفتر دوم

عالم برزخ کے حالات و کوائف
اشخاص کے اختلاف کے لحاظ
سے بہت ہی مختلف و متفاوت ہیں
الانبیاء یصلون فی القبور (انبیاء کرام
اپنی قبروں میں نمازیں ادا فرماتے ہیں)
کے الفاظ آپ نے سنے ہوں گے۔
ہمارے حضور علیہ الصلوۃ والسلام
شب معراج جب حضرت موسیٰ علی
نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک
کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت
کلیم اللہ اپنی قبر انور میں نماز ادا فرما رہے
ہیں- اور عین اسی لحظہ میں جب حضور علیہ
السلام آسمان پر تشریف لے گئے تو دیکھا
کہ آسمان پر بھی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام
تشریف فرما ہیں- دراصل برزخ کا
معاملہ اپنے اندر بڑے عجائب و غرائب
رکھتا ہے۔

---

[1] الانبیاء یصلون فی القبور الخ- ایک حدیث میں یہ الفاظ اس طرح وارد
ہیں عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم

حاشیہ ؎ مسند (ابی لیلیٰ) جامع صغیر، حیات الانبیاء للبیہقی، ابن بزار، ابن عدی، شفاء السقام۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

اس حدیث کو صحیح کہنے والے محدثین کرام و علماء عظام کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

(۱) حافظ بیہقی (۲) حافظ ہیثمی

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی (۴) علامہ عزیزی شارح جامع صغیر

(۵) حضرت ملا علی القاری الہروی (۶) شیخ عبد الحق محدث دہلوی

(۷) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی (۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(۹) علامہ سیوطیؒ (۱۰) قاضی شوکانی

(۱۱) علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

---

(۱) ھو حدیث صحیح — یہ حدیث صحیح ہے۔

عزیزی شرح جامع صغیر جلد ۲ صـ ۱۳۴ مطبوعہ مصر۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اخرجہ من طریق یحیی	یہ حدیث یحیی بن ابی بکر کے طریق سے
ابن ابی بکر وھو من رجال	مروی ہے اور وہ صحیحین کے راویوں
الصحیح عن المستلم بن	میں سے ہے اس نے مستلم بن سعید
سعید وقد وثقہ احمد الخ	سے روایت کی ہے جسے امام احمد

حاشیہ ص۱۷۷

وصححہ البیہقی۔	اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے الخ.....
فتح الباری پ۱۳۔ ص۲۷۸	اور امام بیہقی نے بھی اسے صحیح قرار
کتاب الانبیاء۔	دیا ہے۔

(۳) حضرت علامہ علی القاری الہروی علیہ رحمۃ الباری۔

صح خبر الانبیاء احیاء	انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں
فی قبورھم۔	یہ حدیث صحیح ہے۔

مرقاۃ جلد۲ ص۲۱۲ مطبوعہ مصر۔

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابو یعلی بنقلِ ثقات از روایت انس بن مالک آوردہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ مدارج النبوۃ جلد۲۔ ص۵۱۹ مطبوعہ عمدۃ المطابع ۱۲۷۱ھ

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہٗ (فیوض الحرمین ص۲۸ مطبوعہ دیوبند)۔

(۶) علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ۔ قد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم۔

رواہ المنذری۔ نیل الاوطار جلد۳ ص۲۱۱

(۷) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ تواترت بھا الاخبار (مرقاۃ الصعود)

حیاۃ النبی فی قبرہ و	حیات النبی کے ثبوت میں متواتر روایات
سائر الانبیاء معلومۃ	موجود ہیں۔ حضور اور باقی سب
عندنا علما قطعیا لما قام	انبیاء کا اپنی قبور میں زندہ ہونا
عندنا من الادلۃ فی ذلک	ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی طور

حاشیہ ص۱۷۷

وتواترت بہ اخبار — یہ معلوم ہو چکا ہے۔

فتاوی حافظ سیوطی جلد ۲ ص۱۴۷

مطبوعہ مصر۔

ص۲ علماء اس پر دلائل قائم ہو چکے ہیں اور احادیث تواتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں۔

انور شاہ صاحب کشمیری۔

فی البیہقی عن انس وصححہ وافقہ الحافظ فی المجلد السادس

ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ فیض الباری جلد ۲ ص۹۴ مطبوعہ مصر

(۹) مولوی اشرف علی تھانوی۔

حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ نشر الطیب ص۱۸۳ مطبوعہ دیوبند۔

(۱۰) علامہ سندھی فرماتے ہیں:۔

الصلوۃ تستدعی جسداً حیاً — نماز کی ادائیگی حیات جسمانی سے

حاشیہ سنن نسائی — ہو سکتی ہے۔

(۱۱) علامہ شعرانی فرماتے ہیں:۔

قد صحت الاحادیث انہ — صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — کہ حضور انور اپنی قبر مبارک میں زندہ

حی فی قبرہ یصلی باذان — ہیں اور اذان و اقامت سے نماز

حاشیہ صلا

واقامۃ (منح المنۃ صد ۹۲ مطبوعہ مصر) پڑھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔

ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیًا و الانبیاء احیاء فی قبورھم (فتح الباری، جلد ۷، صفحہ ۲۲۔ مطبوعہ مصر)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر موت پھر کبھی نہ آئے گی آپ ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں گے۔ اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔

عسکہ یہ واقعہ مسلم شریف اور نسائی شریف میں درج ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

حدثنا ھداب بن خالد و شیبان بن فروخ قالا اخبرنا حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی و سلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم قال اتیت وفی روایۃ ھداب مررت	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

علیٰ موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

مسلم شریف جلد ۲ صد ۲۶۸ ــــــــ نسائی شریف جلد ۱ صد ۱۸۵

اس صحیح حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر شریف میں زندہ ہونا اور نماز میں پڑھنا بصراحت مذکور ہے۔

ان عبارات و تصریحات علماء کرام سے صاف واضح ہوا کہ مقبولانِ حق تعالےٰ اپنی مقابرِ مقدسہ میں بالکل زندہ اور حیات ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے توحیات انبیاء کرام علیہم السلام کو قطعی یقینی قرار دیا ہے۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ حیات انبیاء کے ثبوت میں متواتر احادیث و روایات موجود ہیں۔

ثبتنا اللہ تعالیٰ علی عقائد اھل السنۃ والجماعۃ وجعل خاتمتنا علیہا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا۔ کیونکہ آپ نور ہیں۔ نیز آپ کے جسم اطہر سے زیادہ لطیف شے عالم ممکنات میں موجود نہیں۔ کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ماہنامہ تجلّی دیوبند کے مدیر جناب عامر عثمانی صاحب نے "وجود" سایہ" پر بڑا زور دار مضمون لکھا اور جوشِ تحریر میں نفی سایہ کی تمام روایات کو موضوع یا ضعیف قرار دے دیا۔ اور اسے محض خوش عقیدگی قرار دیا۔ بلکہ نفی سایہ کے عقیدے کا تمسخر اڑایا۔

ان لوگوں کی یہی روش دراصل ان کو راہ راست سے دور لے جاتی ہے۔ بزرگانِ سلف کے عقائد کا استہزاء، ان کے ارشادات اور اُن کی تحقیقات کی تضحیک، مقربین بارگاہ خداوندی کے فضائل ومناقب تسلیم کرنے میں ہٹ دھرمی دراصل ان لوگوں کی عادت ہے۔ حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ اس مسئلہ میں اپنا نقطۂ نظر واضح فرماتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

---

(۱) وچوں وجود آں سرور علیہ السلام — اور چونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

از عالم ممکنات نباشد بلکہ
فوق این باشد ناچار او را
سایہ نبود و نیز در عالم شہادت
سایہ شخص از شخص لطیف
است و چوں لطیف تر از
دے در عالم نباشد او را
سایہ چہ صورت بندد۔

مکتوب ع۱۰۰

دفتر سوم

والسلام کا وجود مبارک عالم ممکنات
میں سے نہیں ہے بلکہ اس سے ارفع
امکان سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس
بنا پر آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں
تھا۔ اور اس بنا پر بھی آپ کا سایہ نہیں
تھا کہ اس عالم شہادت میں سایہ صاحب
سایہ سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اور
عالم ممکنات میں چونکہ حضور علیہ السلام
سے زیادہ لطیف چیز ہے ہی نہیں
اس لیے آپ کے جسم اطہر کا سایہ
کیسے ہوتا۔

---

(۲) ہرگاہ محمد رسول اللہ را
از لطافت سایہ نبود خدای
محمد را چگونہ ظل باشد۔

مکتوب ع۱۲۲

دفتر سوم

جب لطیف ہونے کی وجہ سے
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ تو حضور
کے خدا کا سایہ کس طرح ہو سکتا
ہے۔

مکتوبات شریف کے ان مذکورہ دو اقتباسوں میں حضرت شیخ مجدد

صاحب قدس سرہٗ نے تین بار ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰت والتسلیمات کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا۔

جن علمائے کرام نے اپنی اپنی تصنیفات میں صاف صاف تحریر فرمایا کہ آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

(۱) حافظ زرین (۲) علامہ ابن سبع
(۳) امام قاضی عیاض (۴) علامہ حسین بن محمد دیار بکری
(۵) مولانا جلال الدین رومی. (۶) صاحب سیرت حلبی
(۷) صاحب سیرت شامی (۸) علامہ سیوطی
(۹) شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث
(۱۰) علامہ شہاب الدین خفاجی (۱۱) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی
(۱۲) محمد زرقانی مالکی (۱۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۱۴) حضرت شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی
(۱۵) بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی (۱۶) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مجلس میلاد شریف

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر ولادت، آپ کے معجزات اور آپ کی سیرت طیبہ کے بیان کی مجلس کو مجلس میلاد شریف کہا جاتا ہے۔ نیز حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف و محامد جس مبارک محفل میں بیان ہوں، اُسے محفل میلاد کہتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی و مسرت کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ حضور کا ذکر ولادت سُنے۔ حضور کے معجزات اور سیرت طیبہ کے حالات سن کر اپنے قلب کو منور اور حلاوت ایمانی میں اضافہ کرے کیونکہ مسلمان کے نزدیک جان، مال اولاد ماں باپ غرض ہر شے سے زیادہ حضور کی ذات محبوب ہے۔ پھر شرع شریف میں نیک مجالس کے قیام کی ترغیب موجود ہے۔ لہٰذا حضور نبی کریم علیہ السلام سے رشتۂ محبت کی بنا پر اہل اسلام وقتاً فوقتاً حسب حالات اس طرح کی محافل و مجالس کا انعقاد کر کے بارگاہ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مخالفین کے نزدیک اس طرح کی نورانی مجالس بھی بدعت و حرام اور ناجائز و ناروا ہیں۔ اور گناہ و معصیت میں داخل ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ صـ۱۳۶ جلد اول پر صاف مذکور ہے کہ انعقاد مجلس مولود

ہر حال میں ناجائز ہے۔ نیز فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص۱۰۸ پر مذکور ہے کہ مجلس میلاد کو جائز جاننے والا فاسق ہے۔ ایسی مجلس کے انعقاد پر مال وغیرہ خرچ کرنا بھی فسق ہے۔ اس مسئلہ میں بھی حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مسلک ہدیۂ قارئین کرنا ضروری ہے۔ تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک کون لوگ ہیں۔

دفتر سوم مکتوب ۷۲ ص۱۵۷ مطبوعہ امرتسر میں ہے۔

---

(۱) دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت بآن طریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح ست اگر بہ نہجے خوانند کہ تحریفے در کلمات قرآنی

آپ کے خط میں مولود خوانی کے متعلق درج تھا سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مجلس میلاد شریف میں اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت شریف اور منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ناجائز تو یہ ہے۔ کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے۔ اور قصیدے پڑھنے میں راگ اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی

واقع نشود در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آنرا ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع ست۔	کی جائے اور تالیاں بجائی جائیں۔ اگر اس طرح پڑھیں کہ کلماتِ قرآن میں تبدیلی واقع نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں شرائط موسیقی کا لحاظ نہ ہو اور غرض صحیح کے تحت پڑھے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

مولود خوانی یا مجلس میلاد کے متعلق مکتوبات شریف کی یہ عبارت آپ کے سامنے ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ

(۱) مولود خوانی یا مجلس میلاد کا انعقاد درست اور جائز ہے۔ اس کی کوئی ممانعت نہیں اور نہ اس کے انعقاد میں کوئی حرج یا مضائقہ ہے۔

(۲) ہاں یہ چیز ضرور ناروا ہے کہ نعت خوانی کو موسیقی یا گانے کا رنگ دیا جائے تالیاں بجائی جائیں۔ اور اس طرح کی بے ہودہ حرکات کا مظاہرہ کیا جائے یا قرآن حکیم گانے کی طرز پر پڑھا جائے۔ جس سے اُس کے الفاظ ہی تبدیل ہو جائیں اور ان میں تحریف واقع ہو جائے۔ اس طرح کی صورتِ حال بلاشبہ غلط اور ناجائز ہے۔ مولود خوانی کی وہ مجلس جو ان قباحتوں سے پاک ہو وہ ٹھیک ہے اس کی ممانعت نہیں۔

مولانا نور احمد صاحب نقشبندی امرتسری رحمہ اللہ محشی مکتوبات نے حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کی مذکورہ عبارت کے حاشیہ پر علامہ

محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے :۔

اعلم انہ قد مر المنع عن قرأۃ المولد مطلقاً فی مکاتیب عدیدۃ و مرادہٗ قدس سرہٗ ھو ھٰذا الذی ذکرہٗ ھنا و انما اطلق ھناک للعلۃ المذکورۃ ھنا فلا سند فی منعہ عنہ للوھابین خذ لھم اللہ و من یحذ وحذ وھم۔ علامہ مراد مکیؒ معرب مکتوبات	معلوم ہونا چاہیے کہ مکتوبات شریف میں متعدد مقامات پر مولود خوانی سے مطلقاً (بلا قید) منع کا ذکر آیا ہے۔ لیکن حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کی منع سے مراد یہی خاص صورت ہے۔ جس کا بیان ذکر کر دیا ہے۔ یہاں چونکہ ممانعت کی وجہ بیان کر دی ہے۔ اس لیے دوسرے مقامات پر مطلق منع کا ذکر کر دیا۔ ورنہ وہاں بھی منع سے یہی مخصوص صورت مراد ہے۔ لہذا وہابیہ خذ لھم اللہ اور ان کے ہمنوا لوگوں کے لیے مکتوبات شریف میں اس امر کی کوئی سند نہیں کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بھی مولود خوانی کو ناجائز جانتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب نقشبندی مجددی ابن شاہ احمد سعید صاحب دہلوی رحمہما اللہ تعالےٰ اپنے رسالہ "مقامات سعیدیہ" میں اپنے والد ماجد جناب

شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عبارت نقل فرماتے ہیں:۔

میفرمودند کہ خواندن مولد شریف و قیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت مستحب است و دریں باب رسالہ خاص دارند و دراں تحقیق فرمودہ اند کہ منع حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مولود خوانی محمول بر سماع و غنا است۔ لاغیر (مقامات سعیدیہ ص ۱۲۵ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی)

یعنی حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلوی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میلاد شریف اور حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت قیام کرنا مستحب ہے۔ اور خاص اس مسئلہ میں ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس میں تحقیق سے ثابت فرمایا ہے۔ کہ حضرت شیخ مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولود خوانی سے منع فرمانا صرف گانے اور سماع کی شکل میں ہے۔

علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا نوٹ اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے اس مسئلہ میں حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ انصاف شرط ہے۔ واللہ الموفق للرشاد والسداد۔

ایصالِ ثواب اور فاتحہ مروّجہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب ارواح کو بخشنا جائز اور درست ہے۔ اور اُن کو یہ ثواب پہنچتا بھی ہے۔ اور یہ مسئلہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اقوال فقہائے کرام سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لیے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز جنازہ بھی دعا ہے۔ جس پر مذاہب ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوا کر فرمایا ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ (مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ) یعنی یہ ام سعد کا کنواں ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور ومعتبر کتاب ہدایہ میں ہے کہ اہل سنت کے نزدیک دوسرے کو ثواب بخشنا درست ہے۔ فاتحہ مروجہ اور چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی مختلف صورتیں ہیں۔ فاتحہ میں تلاوت قرآن کریم اور حسب توفیق صدقۂ مال ہوتا ہے۔ جس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں

اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ وہابیہ ھداھم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی اہل سنت و جماعت سے اختلاف کرتے ہیں اور ایصال ثواب کی مختلف مروجہ

---

۵ "تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز" (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور)۔	میت کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے سات روز تک صدقہ کیا جائے۔

اسی باب میں ہے:۔

و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق کنند از وے یا نہ۔	جمعرات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ کوئی چیز صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔
وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ (درمختار بحث قراۃ للمیت)	حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو اُس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔
ویقرأ من القرآن ما تیسر	جس قدر ممکن ہو قرآن مجید پڑھے

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صورتوں کو حرام و بدعت کہتے ہیں۔ اگرچہ بسا اوقات خود بھی کھا لیتے ہیں۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اس مسئلہ میں بھی حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

لہ من الفاتحة واول البقرة	سورہ بقرہ کی اول آیات، آیۃ الکرسی
وآية الكرسي وآمن الرسول	آمن الرسول، سورہ یٰسین،
وسورة يٰس وتبارك الملك	سورہ ملک، سورہ تکاثر اور
وسورة الكوثر والاخلاص	سورہ اخلاص بارہ یا گیارہ یا
اثنى عشر مرة او احدى عشر	سات یا تین دفعہ پھر کہے یا اللہ
او سبعا او ثلاثا ثم يقول اللهم	جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب
اوصل ثواب ما قرءنا الى	فلاں یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

فلان او اليهم۔ شامی، بحث قرءة للميت (باب الدفن)

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرات	جس کھانے پر حضرات حسنین رضی اللہ
امامین نمایند برآں قل وفاتحہ	تعالیٰ عنہما کی نیاز کریں۔ اس پر قل
ودرود خواندن متبرک مے	شریف، فاتحہ اور درود شریف پڑھنا
شود وخوردن بسیار خوب	باعث برکت ہے۔ اور اس کا کھانا
است فتاوی عزیزیہ ص ۵۔	بہت ہی اچھا ہے۔
اگر مالیدہ وشیر برائے فاتحہ	اگر دودھ، مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سرہ کا مسلک و مذہب ظاہر کر دینا مناسب و موزوں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند جائز است مضائقہ نیست" (فتاویٰ عزیزیہ ص۴۱)

کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو جائز ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں۔

پس دہ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنامِ خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند

پھر دس بار درود شریف اور پورا ختم کریں اور قدرے شیرینی پر تمام خواجگان چشت کی فاتحہ دیں پھر خدا سے دعا کریں۔

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ)

و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورند مضائقہ نیست۔ (از زبدۃ النصائح مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی)۔

دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں اس میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو علمائے دیوبند کے پیر و مرشد

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف سے چند ایک اقتباسات ہدیہ قارئین کیے جاتے ہیں:-

---

(۱) الحال بر شما آن لازم است
کہ مکافات احسان باحسان
بکنند و بدعا و صدقہ ساعت
بساعت مدد نمایند فان المیت
کالغریق ینتظر دعوۃ تلحقہ
من اب او ام او اخ او
صدیق۔

دفتر اول مکتوب ع۸۹

اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور ہر گھڑی دعا و صدقہ کے ذریعہ ان کی مدد کرتے رہو۔ کیونکہ میت قبر میں ڈوبنے والے کی طرح ہے۔ اور مردہ ہر وقت اپنے باپ، ماں، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

میں فرماتے ہیں "گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق الخ ایصال ثواب کے کسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ مصنفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی)۔

مذکورہ بالا ارشادات علمائے کرام سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ مروجہ ایصال ثواب کی ایک شکل ہے۔ اور یہ بالکل درست اور جائز ہے۔ اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

۲) بدعاو استغفار و تصدق امداد نمود	دعا، استغفار اور صدقہ و خیرات کے ذریعہ مرنے والے کی امداد کردی ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقۃ کان احب الیہ من الدنیا وما فیھا وان اللہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من الرحمۃ وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لہم (دفتر اوّل مکتوب ۲۰۴)	نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ میت قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو مدد کے لیے پکار رہا ہو۔ تو مردہ بھی اپنے والد، والدہ بھائی یا دوست کی طرف سے ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے۔ جب اُسے قبر میں کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اُس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاؤں کو پہاڑوں جتنی رحمت کی شکل دے کر اہل قبور کی قبروں میں داخل کرتا رہتا ہے اور زندوں کی طرف سے مرے ہوئے لوگوں کے لیے اصل تحفہ یہ ہے کہ ان کے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ ایک عقیدت مند کو لکھتے ہیں:۔

) نیاز یکہ بدرویشاں فرستادہ	آپ نے جو نیاز درویشوں کے لیے

بودند نیز وصول یافت فاتحہ سلامت خواندہ شد۔
(دفتر اول مکتوب ۱۴۲)

روانہ کی تھی۔ وہ مل گئی ہے۔ اور اس پر سلامتی کے لیے فاتحہ بھی پڑھ دی گئی۔

---

(۴) صدیقہ زوجہ مطہرہ اوست علیہ وعلی جمیع اہل بیت الصلوٰت والسلام وحبیبہ مقبولہ او علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والسلام۔ پیش ازیں بچند سال داب فقیر آں بودہ کہ اگر طعام مے پخت مخصوص بروحانیات مطہرۂ آل عبا میساخت باآں سرور حضرت امیر وحضرت فاطمہ وحضرات امامین راضم میکرد علیہم الصلوٰت والتسلیمات شبے در خواب مے بیند کہ آں سرور حاضر است علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام فقیر برایشاں عرض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم علیہ وعلی جمیع اہل بیتہ الصلوٰت والسلام کی زوجہ پاک ہیں۔ اور حضور نبی کریم علیہ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی منظورِ نظر محبوبہ ہیں۔ آج سے چند سال قبل (فاتحہ دلانے میں) فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ (ایصال ثواب کے لیے) اگر کوئی کھانا پکاتا تو اس کا ثواب صرف آل عبا کی روحوں کو بخشتا تھا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرتے وقت سیدنا حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، حضرت فاطمۃ الزہراء، اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ

سلام میکنند رو بجانب دیگر
دارند دریں اثنا بفقیر فرمودند
کہ من طعام در خانۂ عائشہ
میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد
بخانہ عائشہ فرستد این زمان
فقیر دریافت کہ سبب عدم
توجہ شریف ایشاں آں
بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہ
را دراں طعام شریک
نمے ساخت بعد ازاں
حضرت صدیقہ را بلکہ سائر
ازواج مطہرات را کہ ہمہ
اہل بیت اند و بجمیع اہل
بیت توسل مے نمود۔

مکتوب ع ۳۶

دفتر دوم

ص ۵۹، ۶۰

مطبوعہ نول کشور

تعالیٰ عنہم کو ہی شامل کرتا تھا۔ ایک
رات فقیر نے خواب دیکھا کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم
تشریف فرما ہیں فقیر نے سلام عرض
کیا مگر حضور پرنور نے اپنا چہرہ مبارک
دوسری طرف کیا ہوا ہے۔ اس دوران
میں آپ نے ارشاد فرمایا "میں کھانا
عائشہ کے گھر کھاتا ہوں۔ مجھے جو بھی
کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے" فقیر
اسی وقت جان گیا کہ مجھ سے چہرہ مبارک
دوسری طرف پھیرے رکھنے کی وجہ یہی
ہے کہ فقیر اس ایصال ثواب میں حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
شریک نہیں کرتا تھا۔ اس واقعہ
کے بعد سے ایصال ثواب میں
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا بلکہ تمام ازواج مطہرات
کو کہ یہ بھی حضور کے اہل بیت
میں داخل ہیں، شامل کرتا ہے۔

اور ان تمام اہل بیت سے وسیلہ
پکڑتا ہے۔

وفات یافتہ لوگوں کو ایصال ثواب کے سلسلے میں مکتوبات شریف کے چار اقتباس قارئین کے پیش خدمت ہیں۔جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) وفات یافتہ لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی یہ ہے۔کہ ہر وقت ان کے لیے مغفرت کی دعا اور ان کی ارواح کو ایصال ثواب کے لیے حسب توفیق صدقہ وخیرات کرتے رہیں۔اور مردہ ہر وقت اپنے زندہ لواحقین کی طرف سے دعاؤں اور صدقہ وخیرات کا منتظر رہتا ہے۔

(۲) وفات یافتہ لوگوں کی مدد واعانت یہی ہے کہ کوئی شے صدقہ کر کے ان کی ارواح کو ثواب بخشا جائے۔ان کے حق میں دعائے مغفرت کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کے لیے استغفار کیا جائے۔اور مردوں کے لیے ایسا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کی ترغیب دی ہے۔

(۳) صدقہ وغیرہ کے ذریعے اور اس کے لیے دعا واستغفار سے اس کی مدد کرنا اُس کے نزدیک دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔کیونکہ وہ اس کا محتاج ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ وفات یافتہ لوگوں کے لیے ان کے لواحقین کی طرف سے صدقات اور دعاؤں وغیرہ کو بڑے بڑے پہاڑوں جتنی رحمت ومغفرت کی شکل.....

ہیں ان کی روحوں تک پہنچتا ہے۔

(۵) وفات یافتہ لوگوں کے لیے زندوں کی طرف سے تحفہ یہ ہے کہ ان کے لیے استغفار کرتے رہیں۔ اور دعا مغفرت میں ان کو یاد رکھیں۔

(۶) حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی خدمت میں بھی ان کے عقیدتمند نیاز کے طور پہ چیزیں پیش کرتے تھے۔ اور ان پہ فاتحہ پڑھی جاتی۔ اور دعاء کی جاتی تھی۔

(۷) حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول شریف تھا کہ ہمیشہ پنجتن پاک کا ختم دلاتے تھے۔ اور ان کی ارواح کو ثواب پہنچاتے تھے۔

(۸) فاتحہ وغیرہ دلانے کا ثواب اموات کو ضرور پہنچتا ہے اور جس قسم کا کوئی کھانا پکائے اور جس جگہ ان کو ایصال ثواب کرے بعینہٖ اسی طرح وہ ثواب پہنچ جاتا ہے۔

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں اور اہل بیت کا لفظ صرف پنجتن پاک کے لیے مخصوص نہیں۔ لہٰذا ایصال ثواب میں ازواج مطہرات کو بھی شریک کرنا چاہیے۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوفت ہوتی ہے۔

(۱۰) اہل بیت رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی ذات مقدسہ سے وسیلہ پکڑنا بالکل درست اور جائز ہے جیسا کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا معمول اور طریقہ مبارک تھا۔

مسئلہ ایصال ثواب کے بارے میں آپ حضرات نے حضرت مجدد الف

ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک و مشرب جان لیا۔ مکتوبات شریف میں سے دیے گئے اقتباسات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا اعتقاد درست و صحیح ہے۔

اس مسئلے کی مزید وضاحت کے طور پر چند سطور اور بدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ اور مسئلہ مذکورہ کو احادیث مبارکہ اور اقوال فقہاء کرام سے مزید مدلل کیا گیا ہے۔

مسلمانوں میں بزرگان دین اور سلف صالحین سے عقیدت و تعلق جوں جوں کم ہوتا گیا، اسی قدر ان میں بدعقیدگی اور بے دینی کے اثرات پھیلتے گئے۔ ادب و احترام کی جگہ بے ادبی اور گستاخی نے لے لی۔ عقائد صحیحہ کی جگہ بدمذہب مولویوں کے پھیلائے ہوئے گندے خیالات نے لے لی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دنیا والوں کے سامنے اپنا بہترین اسوۂ حسنہ پیش کیا۔ اور انسان کے لیے نفع و نقصان کی تمام باتیں پوری وضاحت سے بیان فرما دیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہم اس اسوہ حسنہ سے منہ پھیر کر گمراہ مولویوں کے خیالات کے زیر اثر آ گئے۔ یہاں تک کہ آج نادان لوگوں کے نزدیک وہ گندے عقیدے ہی دین کا حصہ قرار پا گئے۔

ان گندے عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ "مرے ہوئے لوگوں کو ثواب ثواب پہنچانا بدعت اور بے اصل ہے۔ اور تیجا، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ جو ایصال ثواب کی جائز صورتیں ہیں، حرام و ناروا ہے" وہابیوں، دیوبندیوں نے انکار ایصال ثواب کا مسئلہ گھڑ کر تیجے چالیسویں وغیرہ کی صورت میں ایصال ثواب کرنے والے مسلمانوں کو مشرک و بدعتی کہنا شروع کر دیا۔ تیجا، چالیسواں وغیرہ

بلاشبہ ایصال ثواب کی مباح صورت ہے۔ اور اموات کو ثواب پہنچانا شرعی مسئلہ ہے۔ جس کے ثبوت وجواز پر قرآن و حدیث کے دلائل موجود ہیں۔ انکار ثواب کا عقیدہ وہابیوں دیوبندیوں نے معتزلہ سے اخذ کر کے مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور جاہل وہابی واعظین نے اسے عقیدہ اہل سنت کا لبادہ اڑھا کر مسلمانوں کا امتیازی نشان قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے بھی ایصال ثواب کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے اہل سنت ہونے کی نشانی اور علامت قرار دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال مبارک ہوا تو آپ ہر سال بکری ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کرتے رہے۔ جو ایصال ثواب کی بین دلیل ہے۔ اور آپ ہمیشہ ان کے لیے دعا مغفرت کرتے رہے۔ البتہ آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کے وصال شریف کے بعد کسی ضیافت و دعوت کا ہرگز کوئی اہتمام نہیں کیا کیونکہ موت پر ضیافت و دعوت کا اہتمام کرنا شریعت میں حرام ہے۔ اسے کوئی بھی جائز قرار نہیں دیتا۔

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور کے محبوب چچا تھے جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کی المناک شہادت سے آپ کی طبیعت نہایت مغموم ہوئی۔ حاشیہ خزانۃ الروایات میں مذکور ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی شہادت کے بعد تیسرے دن، ساتویں دن، چھٹے ماہ اور سال کے بعد

ان کو ایصال ثواب کے لیے صدقہ دیا۔ اس روایت کے مطابق تیسرے روز میت کو ثواب پہنچانے کا طریقہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل مبارک سے ثابت ہے۔ اسے ہندوانہ رسم قرار دینا اور بدعت و بے اصل بتلانا غلط اور جھوٹ ہے۔ نیز ایصال ثواب کا انکار خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام میں سے کسی نے نہیں کیا۔ بلکہ سیدنا حضرت معاذ نے اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لیے پانی کا کنواں کھدوایا۔ اور فرمایا ھذا البیر لام سعد۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ختم قرآن کے دن اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ نووی (کتاب الاذکار باب تلاوۃ القرآن)۔

خلفائے راشدین اور دیگر تمام صحابہ کرام ہرگز ہرگز ایصال ثواب کے منکر نہ تھے۔ بلکہ صحابہ کرام سے انکار کے بجائے ایصال ثواب کرنا منقول ہے۔ بدقسمتی سے ایصال ثواب کے منکر اپنے آپ کو حضرت امام الائمہ۔ سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے تو معاذ اللہ وہابیہ اور معتزلہ کی طرح کہیں ایصال ثواب کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمان مشہور و معروف کتاب ہدایہ جلد اول باب حج عن الغیر میں تو یوں مذکور ہے:۔

(۱) الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا	ایصال ثواب کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انسان اپنے عمل نماز روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسرے

عنداھل السنۃ والجماعۃ — کوبخش سکتا ہے۔

ہدایہ مطبوعہ مطبع مجیدی جلد اول

ص ۲۶۳

ہدایہ کی اس عبارت مذکورہ کی شرح میں امام ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:۔

خالف فی جمیع ذالک — معتزلہ ایصال ثواب کے مطلقاً

المعتزلۃ مطلقاً۔ — منکر ہیں۔

تیجا، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ ایصال ثواب ہی کی مختلف صورتیں ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایصال ثواب مطلقاً جائز اور درست ہے۔ آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد اور امام ابو یوسف کے ہاں بھی یہ بالکل جائز اور درست ہے۔ اور بدعت و خلاف اسلام نہیں ہے تو پھر اس کے کرنے والوں کو بدعتی و مشرک کیوں قرار دیا جائے۔ اور ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیوں کیا جائے۔ بعد از موت انسان اپنے اعمال کے حساب اور جواب دہی کے سخت پیچیدہ اور خطرناک حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ اور اس بات کی شدت سے آرزو کرتا ہے کہ اس کے خویش اقرباء ایصال ثواب کی صورت میں اس کی مدد کریں۔ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردے کی بے چینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیھا۔ (بیھقی)	مردے قبر میں راہ تکتے ہیں کہ اپنے خویشوں اور دوستوں کی طرف سے کسی طرح کی ان کو مدد پہنچے جس طرح ڈوبنے والا مددگار کی انتظار کرتا ہے۔ جب اسے اپنے باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

الحال بر شما لازم است کہ مکافات احسان باحسان کنیند و بدعا و صدقہ ساعت بساعت مدد نمائید۔ دفتر اول مکتوب ۸۹	اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور ہر گھڑی دعا و صدقہ کے ذریعہ ان کی مدد کرتے رہو۔

سنی بریلوی علماء اسی لیے ایصال ثواب کی ترغیب و تلقین کرتے رہتے ہیں۔ مگر بد عقیدہ اور گستاخ، منکر احادیث ایصال ثواب اور فرقہ معتزلہ کے ترجمان مولوی ایصال ثواب کا مذاق اڑاتے اور اسے ختمی ملاں کی پیٹ پرستی قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ تیجے، ساتویں اور چالیسویں کے ختم پر اسے حرام اور نجس جانتے ہوئے وہابی ملاں اور وہابی مدرسوں کے طلباء جہلم، ساتویں اور

تیجے کے "لذیز کھانوں" پر مردار خور چیلوں کی طرح بڑی بے جگری سے جھپٹتے ہیں۔ میں خود چند روز ان کے مدارس میں رہ کر ان کی اس حرام خوری کے نظارے کثرت سے دیکھ چکا ہوں۔ اور تعجب کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا کیسا گندہ مذہب ہے اور ان کے قول اور فعل میں کس قدر فرق ہے۔ اور دیانت و حیاء سے یہ لوگ کس قدر دور ہیں اور کس قدر نفاق اور دوغلے پن سے یہ لوگ کام لیتے ہیں۔ اور عوام اہل سنت وجماعت کے گھروں کا کھا کر نمک حرامی کرتے ہوئے انہیں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں۔

وھابی دیوبندی مولوی بڑی بد دیانتی اور عیاری سے کام لیتے ہیں کہ دعوت وضیافت اور ایصال ثواب کے طور پر صدقہ وخیرات کو ایک ہی شے ظاہر کرتے ہیں، سب جانتے ہیں کہ دعوت وضیافت مسرت وخوشی کے موقع پر کی جاتی ہے۔ جس کا موت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تیجے وغیرہ میں قرآن پڑھ کر اور کچھ طعام پکا کر اور ورثاء کی طرف سے حسب توفیق کچھ پکا کر متوفی کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

لہذا تیجا وغیرہ میں اور دعوت وضیافت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فقہاء کرام دعوت وضیافت کو حرام و مکروہ کہتے ہیں اور یہ لوگ کمال ڈھٹائی سے فقہاء کے اقوال کو تیجے چالیسویں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ فقہاء کرام نے دراصل اس رسم کی تردید کی ہے جو اکثر بلاد ہند و پاک میں مروج ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورتیں اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے روز اکثر تیسرے روز

واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں ان عورتیں کے خورد و نوش وغیرہ کا انتظام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث خرچ کثیر کے زیر بار ہوتے اگر تنگدستی ہو تو قرض لیتے ہیں۔ قرض نہ ملے تو سود پر روپیہ کر ان کے خورد و نوش کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو بدنام ہوتے ہیں فقہاء کرام نے تو اس مذکورہ رسم بد کارد کیا ہے اور اسے حرام و بدعت اور مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن بدعقیدہ مولوی خبث وہابیت کی بنا پر کمال عیاری کے ساتھ ایصال ثواب کے انکار پر چسپاں کر دیتے ہیں حالانکہ اموات کو ثواب بخشنا قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور ائمہ اہل سنت و جماعت کے اقوال سے ثابت ہے۔ اور صرف معتزلہ ہی اس کے منکر ہیں جیسا کہ علامہ ابن ہمام کے فتح القدیر میں اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں ذکر کیا ہے۔

تیجے، چالیسویں وغیرہ کے ذریعہ محض نفع اموات مطلوب و مقصود ہے۔ اسے شکم پرستی قرار دے کر اس کی تضحیک کرنا اور اس طرح لوگوں کو اس سے متنفر کرنا سراسر دھوکا اور مسلمانوں کو کار خیر سے روکنا ہے۔ اور معتزلی عقائد کی ترویج ہے اور اس کا انکار عقائد اہل السنت والجماعت کے خلاف وہابیہ کا دستور ہے اور اسے غیر اسلامی رسم قرار دینا بھی محض غلط اور فریب ہے۔ قرآن خوانی اور صدقہ و خیرات کو مسلمانوں کے لیے سم قاتل قرار دینا بے دینی اور گمراہی ہے۔

سر دست چند احادیث صحیحہ اور فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت کیا جائیگا کہ تیجا، چالیسواں وغیرہ جو ایصال ثواب کی ایک صورت ہے بالکل جائز ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ حسبِ توفیق اپنے وفات یافتہ خویش و اقارب کو ایصالِ ثواب کے ذریعہ مدد و اعانت کرتے رہیں۔ اور وہابیہ نجدیہ کی باتوں میں آکر اس کارِ خیر کو ترک نہ کریں۔

احادیثِ مبارکہ

(۱) عن سعد بن عبادۃ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد

ابوداؤد و نسائی بروایت سعد بن عبادہ۔

حضرت سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا تو اس کے لیے کونسا صدقہ بہتر ہے ارشاد فرمایا پانی کا صدقہ تو انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

---

(۲) ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی قد افتلتت نفسها و

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی میری ماں دفعۃً مرگئی اور میرا گمان ہے کہ

اظنها لو تکلمت تصدقت	وہ اگر بولتی تو صدقہ کرتی تو اگر میں
فهل لها اجران تصدقتُ	اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے
عنها؟ قال نعم	ثواب پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا ہاں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم بروایت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

اس حدیث کے تحت حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ لمعات میں فرماتے ہیں:۔

فی الحدیث دلیل علی ان	اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے
ثواب الصدقۃ یصل	کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے
الی المیت وکذا حکم الدعاء	اور دعا کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ اہل
ھذا مذھب اھل الحق	حق کا یہی مذہب ہے۔

---

(۳) عن انس انہ سأل رسول	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
یا رسول اللہ انا نتصدق عن	سوال کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اپنے
موتانا ونحج عنهم وندعوا	مردوں کی طرف سے صدقہ
لهم فهل یصل ذٰلک الیهم	اور حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا
قال نعم انہ یصل الیهم و	کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ پہنچتا ہے ارشاد

وانهم ليفرحون كما يفرح احدكم بالطبق، اذا اهدى اليه۔	فرمایا بیشک وہ ان کو پہنچتا ہے۔ اور بیشک وہ اس سے خوش ہوتا ہے جیسا کہ تم میں سے کسی کو طبق ہدیہ کیا جائے تو خوش ہوتا ہے۔

فتح القدیر شرح الہدایہ بروایت انس رضی اللہ عنہ جلد ثانی صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مصر

---

(۴) عن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من دخل المقابر فقرء سورة يٰس خفف عنه يومئذٍ۔	حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۃ یٰسین پڑھے تو اس دن اس قبرستان والوں کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۰۹۔ بروایت انس

حضرت امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور صاحب بحر الرائق نے بحر الرائق میں بیان کیا ہے کہ ایصال ثواب کا انکار فرقہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

---

(۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ وعلم ینتفع بہ و ولد صالح یدعو لہ۔

بخاری ومسلم۔ بروایت ابو ہریرہ مرفوعاً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب موقوف ہو جاتا ہے۔ مگر تین عملوں کا ثواب باقی رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ۔ علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں۔ اور اولاد صالح جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

---

(۶) سعید بن صالح سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی طرف سے جو سوتے ہیں فوت ہو گئے تھے بہت سے غلام آزاد کیے۔

(مؤطا امام مالک بروایت سعید بن صالح)۔

---

(۷) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیٰ قبرہٖ وقال استغفروا لاخیکم

حضور نبی کریم علیہ السلام جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر اس کی قبر پر کھڑے رہتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے اللہ کے حضور

واسألوا الله له التثبیت فانه الان یسئل۔ (ردالمختار بحوالہ سنن ابی داؤد)	میں استغفار کرو۔ اور اس کے لیے سوال جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ ابھی اس سے سوالات قبر ہونے والے ہیں۔

مسلک فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) حضرت مُلّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:۔

فذھب ابو حنیفہ واحمد وجمھور السلف الٰی وصولھا	یعنی امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور جمہور سلف کا عقیدہ ہے کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

لہذا جمہور فقہاء حکم کردہ است کہ ثواب ہر عبادت بمیت میرسد تذکرۃ الموتٰی والقبور	لہذا جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

تمام اہل سنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ۔

عقائد اہل سنت و جماعت کے مشہور ترجمان حضرت علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ شرح عقائد میں فرماتے ہیں۔

و فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة۔ (شرح عقائد نسفی)	زندوں کے مُردوں کے لیے دعا اور صدقہ و خیرات کرنے میں مُردوں کو ضرور نفع پہنچتا ہے۔ صرف فرقہ معتزلہ ایصال ثواب کا منکر ہے۔

صاحب بحر الرائق کتاب بدائع سے نقل کرتے ہیں۔

من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاحیاء وللاموات جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة	جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا صدقہ کرے اور اس کا ثواب کسی کو بخشے تو یہ بالکل جائز ہے اور اس کا ثواب اہل سنت کے نزدیک مردے کو ضرور پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ صحیح عقائد اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مسئلہ بدعت

مکتوبات شریف میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے بدعت کے متعلق متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ "فقیر کسی بدعت کو حسنہ نہیں مانتا اور فقیر کو کسی بدعت میں حُسن نظر نہیں آتا" مخالفین، مکتوبات شریف کے اس طرح کے الفاظ سے دھوکا دیتے ہیں۔ لہذا غلط فہمی کے ازالہ کے لیے مسئلہ بدعت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے مسلک و مشرب کی وضاحت ضروری ہے۔ درج ذیل تحقیق سے واضح ہو جائے گا کہ اس مسئلہ میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کا دوسرے علمائے اہل سنت سے کوئی اختلاف نہیں۔

حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ ابن ماجہ کے حاشیہ انجاح الحاجۃ میں حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کے تحت فرماتے ہیں:۔

"نہایۃ میں ہے کہ بدعت دو قسم ہے بدعت ہُدیٰ اور بدعت ضلالۃ۔ تو جو بدعت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو وہ لائق مذمت و انکار ہے اور جو بدعت ان چیزوں کے تحت ہو جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اچھی ہیں وہ لائق مدح ہے۔ اور جن چیزوں کی شرع میں کوئی مخصوص صورت نہ ہو۔

جیسے جود و سخا کی مختلف صورتیں اور نیک اعمال کے مختلف طریقے تو ایسی چیزیں افعال محمودہ (پسندیدہ) میں داخل ہیں۔ اور ان کو خلاف شرع نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں پر ثواب مقرر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے:۔

من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها وقال فی ضدها من سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها۔

یعنی جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے تو اس کو اس کے جاری کرنے کا اجر ملے گا۔ اور ان کا ثواب بھی ملے گا۔ جو اس پر عمل کریں گے اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے گا تو اس کا بوجھ اس پر ہوگا۔ اور جتنے لوگ اس برے طریقے پر عمل پیرا ہوں گے۔ ان سب کا بوجھ بھی اس پر ہوگا۔

اور برا طریقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے خلاف ہو۔ اور اسی اچھے طریقے میں سے ہے تراویح باجماعت ادا کرنے کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک نعمت البدعة هذہ۔ یعنی یہ بڑی اچھی "بدعت" ہے۔ اور تراویح کا باجماعت ادا کرنا چونکہ نیک کام تھا۔ لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں نہیں تھا۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نعمت البدعة

فرمایا کہ بہت اچھی بدعت ہے۔کیونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو تراویح دو تین رات ادا فرمائیں پھر انہیں چھوڑ دیا اور ان کی پابندی نہ فرمائی اور نہ لوگوں کو اس کے لیے جمع فرمایا اور نہ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے زمانہ مبارک میں تراویح کو باجماعت نماز کی صورت میں اہتمام کے ساتھ ادا کیا گیا بلکہ تراویح کو یہ حیثیت سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کے دور خلافت میں حاصل ہوئی اور لوگوں کو جماعت کی صورت میں ان کی ادائیگی کی ترغیب دی۔ تو اس بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح پر بدعت کا اطلاق کر دیا ورنہ در حقیقت یہ سنت میں داخل ہے۔کیونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد مبارک ہے:۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی	تم پر لازم ہے کہ میرے طریقے اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کے طریقے پر قائم رہو۔

یہ بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:۔

اقتدوا بالذین من بعدی۔	میرے بعد آنے والے (صحابہ کرام) کی اقتداء اور پیروی کرو۔

یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر	یعنی میرے بعد آنے والوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی اقتداء و پیروی کرو۔

اس تحقیق کے پیش نظر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کل محدثۃ بدعۃ کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام کی مراد بدعۃ محدثۃ مذمومہ سے وہ ہے جو اصول شریعت کے خلاف ہو اور موافق سنت نہ ہو۔ اور عرف میں بدعت کا اطلاق عموماً بدعت مذمومہ پر ہی ہوتا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کے تحت لکھتے ہیں۔ یہ عام مخصوص البعض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عام مخصوص البعض ہے۔

وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی اس عورت (ملکہ سبا بلقیس) کو سب کچھ دیا گیا تھا۔

یا ہوا کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہوا:۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ یعنی وہ ہوا ہر شے کو تباہ و برباد کر دیتی تھی۔

اور کل بدعۃ ضلالۃ سے مراد عام بدعات ہیں۔ لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں۔ جس کی مثال نہ ہو۔ اور اصطلاح شرح میں بدعت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں نہ تھی۔

امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام اپنی کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں بدعت پانچ قسم ہے۔

۱۔ بدعت واجبہ:۔

جیسے علم نحو کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کا کلام سمجھنے کی لیاقت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شرع شریف کی حفاظت ضروری ہے۔ اور

یہ حفاظت بغیر ان قواعد نحویہ کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور جو چیز کسی ضروری چیز کا ذریعہ اور واسطہ ہو وہ بھی ضروری اور واجب ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن و سنت کے غرائب کا الفاظ مشکلہ کے لیے لغات کا تتبع، حفظ بھی واجب و ضروری ہے۔ یوں ہی علم اصول فقہ اور علم کلام کی تدوین، جرح و تعدیل کے قواعد اور سقیم و صحیح احادیث کی تمیز کے طریقے جاننا بھی واجب و ضروری ہے۔

۲۔ بدعت محرمہ:۔

یہ ہے۔ جیسے قدریہ، مرجیۂ اور مجسمہ فرقوں کے عقائد اور ان فرقوں کی تردید بھی واجب و ضروری ہے کیونکہ حفظ شرع کی خاطر ان بدعتی فرقوں کی تردید فرض کفایہ ہے۔

۳۔ بدعت مستحبہ:۔

جیسے مدارس دینیہ کا قیام۔ مسافر خانے بنانا اور ہر نیک کام جو صدر اول میں موجود نہیں تھا۔ اسی طرح نماز تراویح کی با جماعت ادائیگی نصوف کے باریک مسائل میں بحث و گفتگو، دلائل کے ذریعہ مسائل کی تفہیم کے لیے مجالس و محافل کا انعقاد کہ یہ سب امور مستحب و مندوب ہیں۔

۴۔ بدعت مکروہ:۔

جیسے خلاف شرع طریقہ پر مساجد کو سجانا وغیرہ۔

۵۔ بدعت مباحہ:۔

جیسے نماز صبح و عصر کے بعد مصافحہ، اور لذیز کھانوں، عمدہ مشروبات، بہترین لباس اور اعلیٰ درجہ کے مکانات کا استعمال، کہ یہ اشیاء بدعت مباحہ

ہیں۔ نیز عرس، مولود خوانی، ایصال ثواب، بہ ہیئت کذائی (ختم دلانا) یہ امور بھی بدعت حسنہ ہونے کی وجہ سے جائز ہیں

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ بھی ان تمام مذکورہ امور کو درست مانتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جو اپنے مکاتیب شریفہ میں متعدد مقامات پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے "کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں یا بدعت میں کوئی حُسن نہیں" اور مخالفین حضرات اہل سنت وجماعت کے خلاف حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی اس بات کو خوب اچھالتے ہیں۔ سو درحقیقت حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کے ان الفاظ میں کوئی اشکال یا پیچیدگی نہیں کیونکہ جس فعل یا چیز کو دوسرے علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ مجدد صاحب قدس سرہٗ اسے داخل سنت مانتے ہیں اور اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ بدعت کو بدعت سیئہ ہی میں منحصر مانتے ہیں۔ یہ ایک اصطلاحی فرق ہے۔ اس بنا پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ اور دوسرے علماء کے درمیان یہ محض لفظی اختلاف ہے۔ حقیقی اختلاف نہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے۔ بدعت حسنہ یا سیئہ کے متعلق حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کا مذکورہ اصطلاحی فرق درج ذیل وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ بدعت میں حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے کرام کے درمیان صرف لفظی اور اصطلاحی فرق ہے۔ حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں۔

(۱) حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالےٰ علیہ عرس بزرگانِ دین کو جائز مانتے ہیں۔ اور ان میں شرکت بھی کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ بحث عرس

میں آچکا ہے۔ نیز حضرات القدس جلد دوم کے صفحہ ۲۹ پر ہے کہ آنجناب بتقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے۔

(۲) نیز گاہ گاہ آپ اپنے فوت شدگان کی فاتحہ بھی لاتے تھے۔ چنانچہ ایصال ثواب کے باب میں اس امر کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اور زبدۃ المقامات تصنیف حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ جامع دفتر ثالث مکتوبات و مرید خاص حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ میں اپنے پیر و مرشد امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

آز انجملہ یہ کہ ایک روز آپ نے اپنے ایک فرزند متوفی کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکوایا۔ غلبہ انکسار کے باعث آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ یہ ہمارا صدقہ کیونکہ قبول ہوگا۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۔	سوائے اس کے نہیں کہ اللہ پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔

تو اس اثنا میں آپ کو آواز پہنچی:۔

اِنَّکَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۔	کہ تم پرہیزگاروں میں سے ہو۔

زبدۃ المقامات صفحہ ۱۸۱

یہ یاد رہے کہ یہ واقعہ کتاب "حضرات القدس" مصنفہ علامہ بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۶،۱۱۷ پر بھی مذکور ہے۔ ۱۲

(۳) مولود خوانی کو جائز قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ مکتوبات شریف کے دفتر ثالث میں مذکور ہے۔

(۴) مزارات بزرگان دین کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے۔ اور قبر پر پڑے ہوئے اُچھاڑ و غلاف کو متبرک جانتے تھے۔ اور عقیدت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ چنانچہ حضرات القدس (مصنفہ علامہ بدر الدین سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ رشید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں درج ذیل واقعہ مذکور ہے:۔

مکاشفہ:۔

ایک دفعہ حضرت شیخ (مجدد صاحب قدس سرہٗ) اجمیر شریف زیارت روضہ شریفہ قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ تشریف لے گئے تھے اور بہت دیر تک اس بدر اولیاء کے مزار پُر انوار پر مراقب رہے۔ جب باہر نکلے تو محرمانِ اسرار خاصہ سے فرمایا کہ حضرت خواجہ نے بہت کچھ اعطاف اور الطاف فرمایا اور اپنے برکات خاصہ کی ضیافت کی اور سخنان اسرار کی گفتگو فرمائی اور ہم کو جو یہ کوشش تھی۔ کہ لشکر سلطانی کی ہمراہی سے علیحدگی ہو جائے۔ آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس کو رضائے حق تعالیٰ پر تفویض کرنے کے لیے حکم دیا۔ اتنے میں مجاورانِ مرقد منور حضرت خواجہ قدس سرہٗ چادر غلاف قبر شریف حضرت خواجہ کی کہ ہر سال تازہ آپ کی قبر پُر قرب اثر پر ڈالی جاتی ہے یا سلاطین وقت اس کو تبرکاً لے لیتے ہیں۔ اور لعل و زمرد کی طرح صندوق میں کامل تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں، بطور تحفہ کے آنجناب کے پاس لائے۔ اور کہا

کہ آپ سے بڑھ کر اس تبرک کا سزاوار اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس کو ادب کے ساتھ لیا۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ کا یہ تبرک ہمارے کفن کے لیے رکھا جائے۔ کہ اس وقت اس کے سوا حضرت خواجہ کے پاس اور کوئی لباس نہ تھا۔ اس لیے اُسے ہم کو عطا فرمایا؟

حضرات القدس ج ۲ ص ۷۹، ۸۰

جب اہل سنت و جماعت میں مروجہ تمام مذکورہ معمولات کو حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ جائز اور صحیح جانتے اور عملی طور پر اُنہیں کرتے بھی ہیں اور اس کے برعکس مخالفین کے نزدیک یہ چیزیں بدعت سیئہ ہیں تو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ چیزیں بدعت سیئہ نہیں کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک یہ چیزیں بدعت سیئہ بھی ہوں اور پھر آپ کے نزدیک جائز بھی ہوں۔

(۵) اسی نزاع لفظی کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت شاہ محمد مظہر رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مقامات سعیدیہ کے ص ۱۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

میفرمودند کہ بدعت حسنہ نزد امام ربانی قدس سرہٗ داخل سنت است۔ اطلاق بدعت برآں نمے فرمانید بموجب کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ	حضرت شاہ احمد سعید دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ بدعت حسنہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک داخل سنت ہے۔ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ قاعدہ کلیہ کل بدعة ضلالة

ونزاع درمیان ایشاں وعلماء کہ بوجود حُسن در بدعت قائل اند لفظی است واین را با بلغ وجوہ ثابت کردہ اند در رسالہ رابطہ۔

کے مطابق اس پر بدعت کا لفظ اطلاق نہیں کرتے اور حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ اور ان علماء کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں۔ صرف لفظی نزاع ہے اور حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ نے اس بحث کو اپنے رسالہ رابطہ میں پوری شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے۔

---

(٦) حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ اور دوسرے علمائے اہل سنت کے درمیان اس اصطلاحی اور لفظی فرق کو بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ محمد مراد مکی معرب مکتوبات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

یقول المعراب عفی عنہ قد شدد الامام الربانی قدس سرّہٗ فی البدعۃ تشدیدا کثیرا فی غیر موضع من مکاتیبہٖ ویحق لہ ذلک فلولا ھذا الاستغراقت

معرب مکتوبات امام ربانی (محمد مراد مکی) عفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات میں بہت سے مقامات پر بدعت کے متعلق سخت رویہ اختیار فرمایا ہے۔ اور آپ اس کے حق دار بھی تھے کیونکہ اگر بدعت کے معاملہ میں آپ شدت نہ اختیار

ظلمات البدعة جميع
بلاد الهند وما وراء
النهر ولا يخالف قوله
فى ذالك قول العلماء
الاسلاف رحمهم الله
حيث قسموا البدعة
على حسنة وسيئة
وارادوا بالحسنة ما
يكون له اصل فى الصدر
الاول ولو اشارة كبناء
المنائر والمدارس
والرباطات وتدوين
الكتب وترتيب الدلائل
ونحو ذالك والسيئة
ما ليس له اصل فيه
اصلا فالامام قدس
سره لا يطلق اسم
البدعة على القسم الاول
لوجود اصله فى الصدر

فرمانے تو سارا ہندوستان اور ماوراء
النہر کا علاقہ بدعت کی تاریکیوں میں
ڈوب جاتا۔ لیکن بدعت کے متعلق
آپ کا یہ رویہ دوسرے علمائے
اسلاف کے اس قول کے خلاف
نہیں کہ بدعت دو قسم ہے۔ بدعت
حسنہ اور بدعت سیئہ کیونکہ حسنہ
سے ان کی مراد ہر ایسی شئے ہے جس
کے لیے صدر اول میں اصل موجود ہو
اگرچہ اشارۃ ہی ہو۔ جیسے مساجد
کے منارے بنانا۔ مدارس اسلامیہ
قائم کرنا۔ مسافر خانے تعمیر کرنا، کتابوں
کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور
اسی طرح اور چیزیں اور بدعت سیئہ
وہ ہے جس کی صدر اول میں بالکل کوئی
اصل اور بنیاد نہ ہو تو حضرت امام
ربانی قدس سرہٗ بدعت کی قسم اول
پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ
اس کی اصل صدر اول میں موجود

الاول فلا یکون مبتدعا
ومحدثا بل یخصه بالقسم
الثانی فقط لکونه مبتدعًا
ومحدثا حقیقة لقوله صلی
اللہ تعالیٰ علیه وسلم وکل
بدعة ضلالة فالنزاع
بینهما لفظی اعنی فی اطلاق
اسم البدعة علی القسم الاول
وعدم اطلاقه ..... الحسنة
عند العلماء داخلة عند
الامام الربانی قدس سرہ
فی السنة۔

حاشیہ مکتوبات شریف مطبوعہ
نقوش پریس لاہور دفتر اول ۔
مکتوب ۱۸۶ ازمولانا نوراحمد صاحب
امرتسری

ہوتی ہے۔ تو ایسا شخص مبتدع اور
محدث بھی نہیں کہلائے گا۔ بلکہ آپ
بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم پر
ہی کرتے ہیں۔ دراصل اس دوسری
قسم کا مرتکب ہی مبتدع اور محدث
کہلانے کا سزاوار ہے اور اس بنا پر بھی
کہ حضور علیہ السلام نے مطلقا فرمایا
کل بدعة ضلالة خلاصہ یہ نکلا کہ
بدعت حسنہ اور سیئہ کے مسئلہ میں
حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دوسرے
علمائے کرام کے درمیان محض نزاع لفظی
ہے۔ کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا
چاہیے یا نہیں الغرض علماء جسے بدعت
حسنہ کہتے ہیں مجدد صاحب قدس سرہ
کے نزدیک سنت میں داخل ہے۔

---

(۷) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ابن ماجہ کے حاشیہ انجاح الحاجۃ میں حدیث
من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه کے تحت فرماتے ہیں:۔

ای ما لم یکن من وسائله

یعنی مردود وہ بدعت ہے جو دین یا دین

فان الوسیلۃ داخلۃ فیہ	کے وسائل میں سے نہ ہو۔ کیونکہ کسی شے
ولھذا قال الشیخ المجدد	کا ذریعہ اور وسیلہ بھی اس شے میں
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان	داخل ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت شیخ
العلوم التی وسائل لامر	مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے
الدین کالصرف والنحو	کہ ایسے علوم جو حصول دین کے ذرائع
داخلۃ فی السنۃ ولا یطلق	اور وسائل ہیں جیسے علم صرف و نحو وہ
علینا اسم البدعۃ فان	سنت میں داخل ہیں۔ اور حضرت شیخ
البدعۃ عندہ رضی اللہ	مجدد رضی اللہ عنہ ان پر بدعت کا اطلاق
عنہ لیس فیھا حسن	نہیں کرتے۔ کیونکہ حضرت شیخ مجدد
البتۃ۔	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بدعت
	میں بالکل کوئی حُسن نہیں۔
	انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ

الغرض مذکورہ بالا بحث و تحقیق سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور دوسرے علمائے اہل سنت و جماعت میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ امید ہے کہ یہ تحقیق ذہن نشین ہو جانے کے بعد مخالفین اس معاملہ میں بھی کسی کو بھکانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

فضیلتِ شیخین

رضوان اللہ تعالیٰ عنہما

جو لوگ سلاطین مغلیہ کے دورِ حکومت کی تاریخ سے واقف ہیں انہیں اچھی طرح علم ہے کہ دورِ اکبری میں مغلیہ حکومت کے اندر شیعوں کا کافی عمل دخل ہو چکا تھا۔ اور عہد جہانگیری میں تو نور جہاں کی بدولت حکومت کی پوری باگ ڈور ہی شیعوں کے ہاتھ چلی گئی تھی خود جہانگیر تزکِ جہانگیری میں رقم طراز ہے۔

در دولت پادشاہی من حالا در دست ایں سلسلہ است پدر دیوان کل پسر وکیل مطلق۔ دختر ہمراز و مصاحب۔	اب میری ساری بادشاہی اسی سلسلہ (نور جہاں کے خاندان) کے ہاتھ میں ہے اس (نور جہاں) کا باپ دیوان کل ہے اور اس کے باپ کا لڑکا (آصف خان) وکیل مطلق ہے اور بیٹی ہمراز و ہم صحبت۔

ایسے حالات میں الناس علیٰ دین ملوکھم کے مطابق لوگوں پر شیعیت کا اثر ہونا ضروری تھا چنانچہ عوام میں شدہ شدہ شیعی نظریات و خیالات سرایت

کرنے لگے۔ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "افضلیت مطلقہ" کا عقیدہ اور جن صحابہ کرام نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلافات کئے تھے۔ ان کے متعلق عام لوگوں میں بغض و عداوت کے اثرات پھیلنے لگے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا میں تشریف آوری ہی چونکہ اس لیے ہوئی تھی۔ کہ اس طرح کے فتنوں کا استیصال کر کے دین اسلام کو از سر نو تازہ کریں۔ اس لیے آپ نے اس فتنہ کی طرف خاص توجہ کی اس مقصد کے لیے آپ نے شیعہ علماء سے مناظرے و مباحثے کیے جن میں ان کو فاش شکستیں ہوتی رہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیعیت کے جراثیم جو بڑی تیزی سے پھیل رہے تھے، بہت حد تک رک گئے۔ اور آپ کی اس ضرب کاری نے اس فتنہ کی کمر توڑ دی۔ شیعیت کی تردید میں رسائل و کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جس سے شیعیت کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کے بادل چھٹ گئے۔ اپنے بیسیوں مکاتیب میں اطراف عالم میں پھیلے ہوئے اپنے خلفاء و مریدین کو اس فتنہ کی سرکوبی کی تلقین و تاکید فرمائی۔

شیعہ حضرات سادہ لوح سنیوں کو بہکانے کی ابتداء اس طرح کرتے ہیں کہ عوام سنیوں کو سب سے پہلے اس عقیدے پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب میں قریبی رشتہ دار ہیں۔

(۲) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سب سے لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا کا نکاح حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔

(۳) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بچپن سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔

(۴) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان سے مختلف مواقع پر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خصوصی فضائل و مناقب بیان فرمائے۔ ان خصوصیات کی بنا پر حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب صحابہ سے افضل اور بلند مرتبہ تھے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد خلافت اور حضورؐ کی جانشینی کے اولین حقدار وہی تھے لیکن خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ نے ان کو ان کا یہ حق نہ دیا بلکہ آپ کا حق غصب کر لیا۔ اور ان سے بے انصافی کی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرنے میں غلطی کی" (معاذ اللہ) بس یہاں سے خلفائے ثلاثہ اور بعض دوسرے اجلّہ صحابہ سے بغض و عداوت اور بدظنی کی ابتدا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ شیعیت کا پہلا زینہ عقیدہ "تفضیل علی" ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے گراں قدر مکتوبات میں جا بجا اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے کے چند ایک اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ قارئین کرام پر ان اقتباسات کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا۔ کہ افضلیت شیخین (صدیق و عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک قطعی و اجماعی ہے اور جو شخص بھی اس عقیدہ سے انحراف کرتا ہے۔ وہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔

اقتباسات ملاحظہ ہوں

(۱) وہم چنین افضلیت شیخین ابوبکر و عمر علیہم الرضوان باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است۔ چنانچہ نقل کردہ اند آنرا اکابر ائمہ کہ یکے از ایشاں امام شافعی است علیہم الرضوان بلکہ فضل مرجمیع صحابہ کرام راست بر باقی امت چہ ہیچ فضیلتے بفضل صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات عدیل نتوانند شد فعلِ یسیر کہ از اصحاب علیہم الرضوان در وقتِ ضعفِ اسلام و قلتِ مسلمانان ازبرائے تائید دین متین و نصرت سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات صادر شدہ است۔

اور اسی طرح شیخین (ابوبکر و عمر) علیہم الرضوان کی تمام صحابہ کرام سے افضلیت خود تمام صحابہ کرام اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ اکابر ائمہ دین نے اس اجماع کو نقل کیا ہے۔ ان ائمہ دین میں سے ایک حضرت امام شافعی ہیں علی جمیعہم الرضوان بلکہ تمام صحابہ کرام کو باقی امت پر افضلیت حاصل ہے کیونکہ کوئی فضیلت بھی صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے برابر نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کی قلت اور ضعفِ اسلام کے زمانہ میں تائیدِ دین متین اور نصرت سید المرسلین و علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں صحابہ کرام سے جو معمولی درجے کا نیک کام بھی صادر ہوا ہے اگر بعد والے تمام عمر ریاضات و مجاہدات

اگر دیگراں در تمام عمر بہ ریاضات
و مجاہدات سعی نمایند بمرتبہ
آں فعلِ قلیلِ اصحاب نرسند
لہذا آں سرور فرمودہ علیہ
وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
کہ اگر انفاق نماید یکے از
شما مانند کوہِ اُحد طلا را
نرسد آں انفاق مُدِّ شعیر
اصحاب کہ انفاق نمایند بلکہ
بہ نصف ہم نرسد افضلیتِ
حضرت صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ازیں راہ آمدہ
است کہ او اسبق است در
انفاق اموال کثیرہ و در
خدمات لائقہ۔ لہذا در شان
او نازل شدہ است کریمہ
لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ
أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتَلَ ط أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ

ہیں اپنی پوری طاقت صرف کر دیں تو
بھی صحابہ کرام کے اس فعل قلیل کے
مرتبہ کو نہیں پا سکتے۔ اسی بنا پر حضور
سرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ اے (صحابہ کے بعد آنیوالو)
اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کی مقدار
میں بھی فی سبیل اللہ سونا خرچ کر دے
تو میرے صحابہ کے ایک سیر بلکہ نصف
سیر جو انہوں نے راہ خدا میں دیے اس کے
برابر نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی دوسرے تمام صحابہ کرام
سے افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان
لانے میں، جان نثاری میں راہ خدا میں
اموالِ کثیرہ خرچ کرنے میں اور دوسری
خدمات لائقہ میں سب سے اول و اسبق
ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں درج
ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے

دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔

صحابہ تم میں وہ لوگ جو فتح مکہ سے قبل راہ خدا میں مال خرچ کرتے رہے اور جہاد میں مصروف رہے مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ یہ درجہ اور شان میں ان سے بہت بڑھ کر ہیں جنہوں نے بعد فتح اپنے مال راہ حق میں خرچ کئے اور کفار سے لڑے۔ لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ دونوں گروہوں سے کیا ہوا ہے۔

صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے تمام صحابہ سے افضل ہونے کی وجہ

(۲) جمعے نظر بر کثرتِ فضائل و مناقب دیگران انداختہ در افضلیت او توقف می نمایند نمیدانند اگر سبب افضلیت کثرت فضائل و مناقب بود بساست کہ بعضے از آحادِ امت کہ این فضائل دارند از نبی خود افضل باشند

ایک گروہ۔ دوسرے صحابہ کرام کے کثرت فضائل و مناقب پہ نظر کرتے ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت میں توقف کرتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب کو قرار دیا جائے تو ایسی صورت میں تو بعض غیر صحابہ جو کثرت فضائل و مناقب رکھتے

کہ این فضائل ندارد پس مایہ التفاضل دیگر است وراء این فضائل و مناقب و آن بزعم این فقیر اسبقیت تائید دین و اقدمیت انفاق اموال و بذل النفس در نصرت احکام دین رب العالمین۔

ہیں۔ اپنے نبی سے بھی افضل قرار پائیں گے جو اس طرح نہ ہو (حالانکہ غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا عقلاً و شرعاً محال ہے۔ لہٰذا کثرتِ فضائل و مناقب افضلیت کی وجہ نہیں ہو سکتی) بلکہ افضلیت کی وجہ ان فضائل و مناقب کے سوا اور چیز ہے۔ اور وہ اس فقیر کے نزدیک تائید دین اسلام میں اولیت و اسبقیت اور رب العالمین کے احکام کی مدد و نصرت میں جان نثاری اور انفاق اموال میں پیش پیش ہونا ہے۔

دو سطر چھوڑ کر فرماتے ہیں:۔

(۳) و درین امتِ بعد از نبی ما علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام صاحب این دولت عظمیٰ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ است کہ اَسبَقِ سابقان ست در انفاق اموال

اور تائید دین متین میں اولیت کی دولت عظمیٰ ہمارے نبی کریم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ہی راہ حق تعالیٰ میں اموال خرچ کرنے، کفار سے جدال و

کثیرہ و در مقابلہ و مجادلہ
شدیدہ و در بذل عرض
و جاہ و در رفع فساد و تباہ
از جہت تائید دین و نصرتِ
سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت
والتسلیمات پس افضلیت
از دیگراں او را مسلّم باشد۔

قتال کرتے ہیں، اور اپنی عزت و آبرو
دین کے لیے لٹا دیتے ہیں، فساد اور
خرابیوں کو دور کرتے ہیں اور تائید
دین اور حضور علیہ و علیہم الصلوٰت و
التسلیمات کی مدد و نصرت کرنے میں
سب سے سابق اور پہلے ہیں۔ لہٰذا
تمام صحابہ کرام سے افضلیت بھی
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کو ہی حاصل ہے۔

چند سطر بعد فرماتے ہیں :۔

(۴) و حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ
نیز فرمودہ است کہ ابوبکر
و عمر افضل این امت اند
ہر کہ مرا بر ایشاں فضل دہد
مفتری ست او را تازیانہ
زنم چنانچہ مفتری را زنند
تحقیق این مبحث در کتب و
رسائل خود بتفصیل نمودہ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ
نے بھی خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا
کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس
امت میں سب سے افضل ہیں۔ جو
شخص مجھے ان سے افضل قرار دے
وہ مفتری ہے میری طرف سے ایسے
شخص کو مفتری کی طرح کوڑے مارنے
کا حکم ہے۔ میں نے اس مسئلے کی تحقیق اپنے

رسائل اور اپنی کتابوں میں کر دی ہے۔

---

(۵) امام برحق و خلیفہ مطلق بعد حضرت خاتم مرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است۔

مکتوب ۶۷ دفتر دوم

حضور ختم المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

(۶) افضلیت حضراتِ خلفائے اربعہ بترتیب خلافت ایشانست چہ اجماع اہل حق کہ افضل بشر بعد پیغامبران صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ سبحانہ علیہم اجمعین۔ حضرت صدیق است رضی اللہ عنہ۔ بعد ازاں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دفتر سوم مکتوب ۱۷

حضرات خلفائے اربعہ میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے کیونکہ اس امر پر اہل حق کا اجماع و اتفاق ہو چکا ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سیدنا حضرت صدیق ہیں۔ پھر فاروق اعظم اور پھر حضرت عثمان غنی اور پھر سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

---

(۷) افضلیت ایشاں بترتیب

خلفائے اربعہ میں افضلیت کی

خلافت است افضلیت شیخین با جماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است۔

ترتیب، خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے شیخین (ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی تمام صحابہ پر افضلیت خود صحابہ کرام و تابعین عظام کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کسیکہ مرا بر ابی بکر و عمر فضل بدہد مفتری است و او را تازیانہ زنم چنانکہ مفتری راز نند۔

مکتوب ۶۷ دفتر دوم

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ فرماتے ہیں جو مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگائے جاتے ہیں۔

---

(۸) بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات معلوم اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف باد۔ بعضے از علوم غریبہ و اسرار عجیبہ و مواہب لطیفہ و معارف شریفہ کہ اکثر آنہا تعلق بفضائل و کمالات حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرار

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف پر واضح ہو کہ بعضے علوم غریبہ و اسرار عجیبہ و مواہب لطیفہ اور معارف شریفہ کہ ان سے اکثر کا تعلق فضائل و کمالات شیخین (ابوبکر و عمر) حضرت ذوالنورین اور فضائل و کمالات حضرت حیدر کرار سے ہے۔ اپنے

داشتنہ حسب فہم قاصر خود
مینویسد بگوش ہوش استماع
فرمایند صدیق وفاروق باوجود
حصول کمالات محمدی ووصول
بدرجات ولایت مصطفوی
علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام
درمیان انبیاء ماتقدم درطرف
ولایت مناسبت بحضرت ابراہیم
صلوٰت اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ علی
نبینا وعلیہ دارند ودرطرف
دعوت کہ مناسب مقام نبوت
است۔ مناسبت بحضرت موسیٰ
دارند صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ
علیٰ نبینا وعلیہ حضرت ذوالنورین
درہردو طرف مناسبت بحضرت
نوح دارند صلوات اللہ تعالیٰ
وتسلیماتہٗ علی نبینا وعلیہ اور
حضرت امیر درہردو طرف
مناسبت بحضرت عیسیٰ دارند

فہم قاصر کے مطابق لکھتا ہوں۔
گوش ہوش سے سنیں۔ حضرت صدیق ؓ
وفاروق، کمالات محمدی کے حصول
کے باوجود گذشتہ انبیاء کرام
میں سے جانب ولایت میں حضرت
ابراہیم خلیل اللہ صلوات وتسلیماتہٗ
علی نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے
ہیں۔ اور جانب دعوت وتبلیغ میں
حضرت موسیٰ کلیم اللہ صلوات
اللہ وتسلیماتہٗ علی نبینا وعلیہ سے
مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت
عثمان غنی ذوالنورین ؓ ہردو جانب
میں حضرت نوح صلوات اللہ
وتسلیماتہٗ علی نبینا وعلیہ سے
مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت
علی مرتضےٰ دونوں جانب میں حضرت
عیسیٰ صلوات اللہ وتسلیماتہٗ علی
نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے
ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح

صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ	اللہ بھی ہیں اور اس کا کلمہ بھی، اس
علی نبینا و علیہ و چوں حضرت عیسیٰ	بنا پر آپ میں جانب نبوت سے
روح اللہ است و کلمہ او لاجرم	جانب ولایت غالب ہے۔ اسی طرح
طرف ولایت در ایشاں غالب	حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی اس
است از جانب نبوت در حضرت	مناسبت کی بنا پر جانب ولایت
امیر نیز بواسطہ آں مناسبت	غالب ہے۔
طرف ولایت غالب است۔	

اسی مکتوب میں کچھ سطروں کے بعد فرماتے ہیں:۔

(۸) حضرت صدیق و فاروق	حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ
حامل بار نبوت محمدی اند علیٰ	عنہما اپنے اپنے مراتب کے مطابق
اختلاف المراتب و حضرت	بار نبوت کے حامل ہیں۔ اور حضرت
امیر بواسطہ مناسبت حضرت	علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ
عیسیٰ و غلبہ جانب ولایت	علیہ السلام کے ساتھ مناسبت کی
حامل بار ولایت محمدی و	وجہ سے ولایت محمدی کے بوجھ
حضرت ذوالنورین باعتبار	کے حامل ہیں اور حضرت عثمان
برزخیت حمل بار ہر دو طرف	ذوالنورین دونوں جانبوں کے درمیان
فرمودہ اند و توانند بود کہ	ہونے کی وجہ سے بار نبوت اور ولایت
بایں اعتبار نیز ایشاں را	دونوں کے حامل ہیں۔ ممکن ہے اس

ذوالنورین گویند۔

وجہ سے بھی آپ کو ذوالنورین (دو نوروں والے) کہتے ہوں۔

چند سطر بعد پھر فرماتے ہیں:۔

(۹) و چوں حضرت امیر حاملِ بار ولایت محمدی بودہ اند اکثر سلاسل اولیاء بایشاں منتسب گشت و کمالاتِ حضرت امیر بیش از کمالات حضرت شیخین براکثر اولیاء عزلت کہ بکمالاتِ ولایت مخصوص اند ظاہر شد اگر نہ اجماع اہل سنت برافضلیتِ شیخین بودے کشف اکثر اولیاء عزلت بافضیلت حضرت امیر حکم کردے۔ زیرا کہ کمالات حضرات شیخین شبیہ کمالات انبیاء است علیہم الصلوات والتسلیمات دستِ

اور چونکہ حضرت علی مرتضےٰ ولایت محمدی کے بار (بوجھ) کے حامل ہیں۔ اس بنا پر اکثر سلاسل اولیاء آپ سے منسوب ہیں۔ اور حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے کمالات اولیاء عزلت (خلوت نشین) پر، جو کمالات ولایت کے ساتھ مخصوص ہیں شیخین کے کمالات کی نسبت بہت زیادہ ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر افضلیت شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) پر اہل سنت و جماعت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیاء عزلت کا کشف اس کے خلاف فیصلہ کرتا دراصل حضرات شیخین کے کمالات، کمالات انبیاء علیہم السلام سے مناسبت و مشابہت رکھتے ہیں۔ ارباب ولایت

ارباب ولایت از دامانِ آں
کمالات کوتاہ است وکشف
ارباب کشوف بواسطہ علو درجات
آنہا در راہ، کمالات ولایت
درجنبِ آں کمالات کالمطروح
فی الطریق اند۔ کمالات ولایت
زینہا اند از برائے عروج بہ
کمالات نبوت پس مقدمات
را از مقاصد چہ خبر بود و مبادی
را از مطالب چہ شعور۔ امروز
این سخن بواسطہ بُعد نبوت بہ
اکثرے گرانست و از قبول دور
لیکن چہ تواں کردے

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذ ازل گفت ہمہ میگوئیم

اما الحمد للہ سبحانہ والمنتہ
کہ دریں گفتگو بعلماء اہل سنت
شکر اللہ سعیہم موافقم و باجماع
ایشاں متفق استدلالی ایشاں

کا ہاتھ کمالات نبوت کے دامن تک
نہیں پہنچ سکتا۔ اور ارباب کشف کا
کشف کمالاتِ نبوت کے درجات
کی بلندی کے راستے میں ہی رہ جاتا
ہے کمالاتِ ولایت نبوت کے کمالات
کے سامنے کالمطروح فی الطریق ہیں
کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بلکہ کمالات
ولایت کمالات نبوت کی طرف عروج
کرنے کا صرف زینہ ہیں۔ لہذا مقدمات
کو مقاصد کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ اور
مبادی کو مطالب کا کیا شعور ہو سکتا
ہے۔ آج یہ بات زمانہ نبوت سے دوری
کے باعث اکثر لوگوں پر گراں گزرے
گی۔ اور اس بات کو طبائع قبول کرنے
سے گریز کریں گی لیکن کیا کیا جائے۔

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذ ازل گفت ہمہ میگوئیم

(خلاصہ ترجمہ) لیکن میں تو وہی کچھ کہتا ہوں
جس کا مجھے ادھر سے حکم ہوتا ہے۔

را برمن کشفی ساختہ اند و اجمالی
را تفصیلی این فقیر را تا زمانیکہ
بکمالات نبوت بمتابعت پیغمبر
خود نرسانیدند بر فضائل شیخین
بطریق کشف اطلاع نہ بخشیدند
و غیر از تقلید راہے نہ نمودند
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا
لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ
لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ
جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

روزے شخصے نقل کرد کہ نوشتہ
اند کہ نام حضرت امیر بر در
بہشت ثبت کردہ اند بخاطر
رسید کہ حضرات شیخین را اختصاص
آں موطن چہ باشد بعد از
توجہ تام ظاہر شد کہ دخول
ایں امت در بہشت
باستصواب و تجویز ایں دو
اکابر خواہد بود گوئیا حضرت

مگر الحمد للہ سبحانہ والمنتہ کہ میں اس
گفتگو میں علماء اہل سنت وشکر اللہ
کے موافق اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔
علماء کے استدلالی مسائل ومطالب مجھ پر
منکشف کر دیے گئے ہیں اور اجمالی مسائل
میرے لیے تفصیلی ہو چکے ہیں۔ اس فقیر
کو جب تک کمالات نبوت نہیں دکھائے
گئے تھے اور فضائل وکمالات شیخین (ابوبکر
وعمر) پر بصورت کشف اطلاع نہیں دی
گئی تھی تو تقلیداً افضلیت ابوبکر وعمر
رضی اللہ عنہما کا قائل تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ
لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ
رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔

ایک روز کسی نے یہ بات نقل کی کہ
بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک بہشت کے
دروازہ پر لکھا ہوا ہے (یہ بات سن کر)
دل میں گزرا کہ حضرات شیخین کی شان وہاں

صدیق بر در بہشت ایستادہ
اند و تجویز دخولِ مردم مے
فرمودند و حضرت فاروق دست
گرفتہ بدرون مے برند و مشہود
میگردد کہ گوئیا تمام بہشت
بنور حضرت صدیق مملو است
در نظر حقیر حضرات شیخین را
در میان جمیع صحابہ شانِ
علیحدہ است و درجہ منفردہ
گوئیا ہیچ احدے مشارکت
ندارند۔

گیا ہوگی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ
جنت میں لوگوں کا داخلہ ان دونوں حضرات
(ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم) رضی
اللہ عنہما کی تجویز و رائے سے ہو گا۔
گویا حضرت صدیق رضی اللہ تعالے
عنہ بہشت کے دروازہ پر تشریف
فرما ہیں۔ اور لوگوں کو بہشت میں داخلے
کی اجازت فرما رہے ہیں اور حضرت
فاروق اعظم ہاتھ پکڑ پکڑ کر جنت کے
اندر لے جا رہے ہیں۔ اور یوں محسوس
ہوا کہ تمام بہشت حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے نور سے پُر ہے اس فقیر
کی نظر میں ان دونوں حضرات کو بلا استثناء
تمام صحابہ کرام میں علیحدہ شان عطا ہوئی
ہے۔ اور منفرد درجہ ملا ہے گویا کسی کو
بھی اس میں شرکت نہیں۔

پھر کچھ سطریں چھوڑ کر فرماتے ہیں:۔

(۱۰) و شیخین بعد از موت نیز از حضرت

حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی

پیغمبر جدا نشدند و حشر نیز درمیان
ایشاں خواہد بود چنانچہ فرمودہ
پس افضلیت بواسطہ ترتیب
ایشاں رابود ——— ایں
قلیل البضاعۃ از کمالات
ایشاں چہ گوئید - و از فضائل
ایشاں چہ بیان نماید ذرہ
را چہ یارا کہ سخن از آفتاب
گوید و قطرہ را چہ مجال کہ حدیث
بحر عماں بر زبان آرد - اولیاء
کہ برائے دعوت خلق مرجوع
اند و از ہر دو طرف ولایت
و دعوت بہرہ دارند و علماء
مجتہدین از تابعین و تبع تابعین
بنور کشف صحیح و فراست صادقہ
و اخبار متتابعہ فی الجملہ کمالات
شیخین را دریافتہ اند و شمہ
از فضائل ایشاں شناختہ
ناچار حکم با فضلیت شان

اللہ عنہما بعد از وصال بھی حضور نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا نہ ہوئے
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت
کے روز بھی ان دونوں حضرات کے
درمیان اُٹھیں گے جیساکہ حضور نے
خود فرمایا ہے پس قرب کی بنا پر بھی
افضلیت انہی کو حاصل ہے - یہ قلیل
البضاعۃ ان کے کمالات کے متعلق
کیا اظہار خیال کر سکتا ہے - اور ان کے
فضائل و مناقب کیا بیان کر سکتا ہے
ذرے کو کیا طاقت کہ آفتاب کا حال
بیان کرے - اور قطرے کو کیا مجال کہ
بحر عمان کی تفصیل میں لب کشائی
کرے - وہ اولیاء کرام جو دعوت خلق
پر مامور ہیں - اور ولایت و دعوت
دونوں جانب کے کمالات سے حصہ
رکھتے ہیں - نیز تابعین و تبع تابعین
میں سے مجتہد علمائے کرام نے نور
کشف صحیح اور فراست صادقہ اور

نمودہ اند وبر این معنی اجماع فرمودہ اند وکشفی کہ بر خلاف این اجماع ظاہر شدہ بر عدم صحت حمل نمودہ اعتبار نہ کردہ اند۔ کیف وقد صح فی الصدر الاول افضلیتہما کما روی البخاری عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا۔ ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم

متواترہ روایات کی بنا پر ان دونوں حضرات کے کمالات کو معلوم کیا ہے اور ان کے فضائل کو پہچانا ہے اس وجہ سے بے حیل وحجت ان کی افضلیت کا فیصلہ کیا ہے اور اس افضلیت پر اجماع کیا ہے۔ اور صوفیا کا جو کشف بھی اس اجماع کے خلاف ظاہر ہوا ہے اس کو غلط جانتے ہوئے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور اس طرح کے غیر صحیح کشف کا اعتبار بھی کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ صدر اول (دورہ صحابہ) میں ان کی افضلیت مسلم ہو چکی تھی۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں حضرت ابو بکر صدیق کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے ان کے بعد حضرت عمر

فاروق کو اور ان کے بعد حضرت عثمان
غنی کو پھر ان تین کے بعد باقی صحابہ میں
کوئی تفاضل نہیں جانتے تھے۔

خلاصہ اقتباسات

(۱) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحابہ کرام پر افضلیت خود تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان و تابعین عظام کے اجماع سے ثابت ہے اس اجماع کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲) بلکہ جمیع صحابہ کرام باقی تمام امت سے یقیناً قطعاً افضل ہیں کیونکہ اس افضلیت کی علت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شرفِ صحبت ہے۔ اور یہ شرف صحابہ کرام کو ہی حاصل ہے۔

(۳) صحابہ کرام کے معمولی درجہ کے نیک کام کے سامنے بعد والوں کے ہزاروں بڑے بڑے نیک کام کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس وقت اسلام کی خدمت کی جب اللہ کا یہ دین کمزور تھا۔ مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ اسی لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہارا اُحد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرنا میرے صحابہ کے نصف سیر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۴) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے

کہ آپ راہ خدا میں جان مال اور ہر چیز خرچ میں اول و اسبق ہیں۔ یہ سعادت صرف سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ اس لیے افضل البشر بعد الانبیاء بھی صرف آپ کی ذات مقدس ہے۔

(۵) قرآن حکیم میں بھی فرمایا گیا کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لا کر کفار سے جدال و قتال کرنے والے اور اپنا مال و متاع خرچ کرنے والے اُن اہل ایمان کے درجات کے برابر نہیں ہو سکتے جن کو یہ سعادت فتح سے قبل ہی نصیب ہو چکی ہے۔

(۶) بعض کم فہم لوگ دوسرے صحابہ میں فضائل و مناقب کی کثرت دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت میں تردد و توقف کرتے ہیں۔ یہ ان کی سراسر غلط فہمی ہے کیونکہ افضلیت کا سبب فضائل و مناقب کی کثرت نہیں۔ بلکہ اس کا سبب دین اسلام کی خدمت اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد و نصرت و احکام خداوندی کی تائید و حمایت میں اول و اسبق ہونا ہے۔

(۷) خود سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ جو شخص مجھ کو ان دو بزرگوں پر فضیلت دے۔ وہ مفتری ہے میں اس کو مفتری کی طرح کوڑے لگاؤں گا۔

(۸) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار خلیفوں میں افضلیت بھی اسی ترتیب

سے ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔

(۱۰) حضرت صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم ولایت و نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کمالات سے مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ جانب ولایت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور تبلیغ و دعوت اسلام کے پہلو سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جانب ولایت غالب ہے۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ میں بھی اس مناسبت سے کمالات نبوت کی نسبت کمالات ولایت کا پہلو غالب ہے۔

(۱۱) چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جانب ولایت کے کمالات کا غلبہ ہے اس لیے اکثر سلاسل اولیاء آپ کی طرف منسوب ہیں۔ اور وہ اولیاء اللہ جو عزلت گزیں رہتے ہیں اور جو صرف کمالات ولایت کا ہی حصہ رکھتے ہیں۔ ان کو حضرت ابوبکر و عمر کے بجائے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب اور کمالات اس قدر زیادہ نظر آتے ہیں۔ کہ اگر افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اہل سنت و جماعت کا اجماع نہ ہوتا تو یہ اولیاء سب صحابہ کرام پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل ہونے کا فیصلہ کر دیتے۔ در اصل ان اولیاء عزلت کا ہاتھ کمالاتِ نبوت کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس طرح کے اربابِ کشف (اولیاء) کا کشف کمالات نبوت کے حصول کے راستے میں ہی رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ کہ کمالات نبوت کے سامنے کمالاتِ ولایت کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کمالات ولایت تو

کمالات نبوت تک جانے کا زینہ ہیں۔ اگرچہ زمانہ نبوت سے بُعد اور دوری کی وجہ سے آج یہ بات بہت لوگوں کو گراں گزرے گی۔

(۱۲) کشفِ صحیح سے یہ بات مشاہدے میں آچکی ہے کہ جنتیوں کا جنت میں جانا حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشورہ اور اجازت سے ہوگا۔ حضرت صدیق اندر جانے کی اجازت دیں گے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہاتھ پکڑ پکڑ کر جنت کے اندر لے جائیں گے۔

(۱۳) یہ چیز بھی کشف صادق میں آچکی ہے کہ تمام جنت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے پُر ہے۔

(۱۴) حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما جس طرح زندگی میں ہر وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ اسی طرح بعد از وصال قبر میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں اور حشر کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان دونوں بزرگوں کے درمیان اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

(۱۵) جو کشف بھی اس عقیدۂ افضلیت کے خلاف ہے وہ درست نہیں۔ اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ افضلیت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مذہب حقہ اہل سنت وجماعت پہ قائم رکھے اور اسی پر سب کا خاتمہ کرے آمین ثم آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

فضائلِ اہلِ بیتِ عظام

(علیہم الرحمۃ والرضوان)

علامہ نور بخش توکلی ایم۔اے رحمۃ اللہ علیہ "الاقوال الصحیحۃ فی جواب الجرح علیٰ ابی حنیفۃ کے صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴ میں لکھتے ہیں کہ "بغاوت کرنا تو فرقہ وہابیہ کا شعار ہے جو خوارج کی ایک شاخ ہے۔ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا تھا۔ ان خوارج کے اتباع ہر زمانے میں فتنہ و فساد برپا کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ تیرھویں صدی کے شروع میں انہوں نے بسر کردگی محمد بن عبدالوہاب نجد سے خروج کیا۔ اور بنام نجدیہ مشہور ہوئے "رد المحتار" (جزء ثالث۔ باب البغاۃ ص۳۲۷) میں "درمختار" کے قول ویکفرون اصحاب نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت درج ہے:۔

تو نے جان لیا کہ یہ یعنی تکفیر صحابہ شرط نہیں۔ خوارج کے مسمیٰ میں بلکہ یہ تو بیان ہے اُن کا جنہوں نے خروج کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر۔ ورنہ کافی ہے خوارج میں یہ اعتقاد کہ کافر ہے وہ جس پر یہ خروج کریں۔ جیسا کہ واقع ہوا زمانے میں عبدالوہاب کے اتباع میں جنہوں نے خروج کیا نجد سے اور تغلب کیا حرمین پر۔ اور وہ اپنا انتساب کرتے تھے طرف مذہب حنابلہ کی۔ مگر وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم ہی مسلمان ہیں اور جو مخالف ہیں ہمارے اعتقاد کے وہ مشرک ہیں اور مباح سمجھا انہوں نے اس وجہ

سے اہل سنت اور اُن کے علماء کا قتل[۱]۔ یہاں تک کہ توڑ دی اللہ تعالےٰ نے شوکت اُن کی اور تباہ کر دیے شہر اُن کے اور فتح پائی اُن پر مسلمانوں کے لشکروں نے ۱۲۳۳ھ میں"۔

وہابیہ پاک وہند کو جب بھی محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام یاد دلایا گیا تو انہوں نے دفع الوقتی کے طور پر اس خارجی سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ مگر "کتاب التوحید" اور اس کے مطلب خیز ترجمہ "تقویۃ الایمان" کے متعلق یہ کہا جاتا رہا کہ اس کتاب کا گھر میں رکھنا عین ایمان ہے۔ اور بدنام مصلح" لکھ کر اس کو آسمان پر چڑھانے کی کوشش کی گئی۔ اور جب علمائے دیوبند کو کہا گیا کہ آپ تعلیمات نجدیہ سے متاثر ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے گالیوں کا پلندہ "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" چھاپ دیا۔ جس میں چالاکی یہ کی گئی کہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے امام نجد کو بھی گندی گالیوں سے نواز دیا۔ تاکہ عوام کالانعام یہ سمجھیں کہ ان کا تعلق خوارج کی شاخ وہابیہ سے نہیں ہے

مگر یہ بات چھپنے والی نہیں تھی۔ بالآخر ظاہر ہو کر رہی، چونکہ پاک بھارت میں انجام بالاکوٹ کے بعد ان کے لیے قتال اہل سنت ناممکن ہو گیا اس لیے انھوں نے یہ ترکیب

---

[۱] ردالمختار کی اس عبارت کی تصدیق پاک وہند کے حادثہ سرحد میں بھی ہوئی مولوی محمد اسماعیل دہلوی وہابی اور اس کے متبعین، نے محض اختلاف رائے کی بنا پر سرحد کے پٹھانوں کو مشرک وکافر سمجھ کر اُن کا خون بہایا اور اس قتال مسلمین کا نام "جہاد" رکھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ یہ لوگ سکھوں اور پٹھانوں سے جہاد کرتے رہے۔ گویا اُن کے نزدیک سکھ اور پٹھان یکساں تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سوچی کہ حُبِ صحابہ کی آڑ میں لوگوں کو خارجی بنا دیا جائے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں بیشمار لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے۔ خلافت معاویہ و یزید۔ تحقیق سید و سادات۔ سبائی سبز باغ، اور خلافت رشید ابن رشید جیسی خطرناک کتابوں کو لاکھوں کی تعداد میں ملک میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور اس ناپاک مہم کو کامیاب بنانے کے لیے پاک و ہند کے وہابی اور ان کے چیلے تن من دھن کی بازی لگا چکے ہیں

خلافتِ معاویہ و یزید کے پہلے ایڈیشن کا تعارف مولوی عبدالوہاب آروی صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے لکھا۔ اور پاک و ہند کے وہابیہ و دیوبندیہ نے اس کو صحیفہ آسمانی کا درجہ دے کر اس کی اشاعت کثیرہ کی۔ رشید ابن رشید کا مصنف ابو یزید محمد دین بٹ غیر مقلد ہے۔ اور اس کی حوصلہ افزائی وہابیوں اور دیوبندیوں نے کی ہے۔ مصنف رشید ابن رشید کے ہم خیال علماء وہابیہ و دیوبندیہ کی فہرست بڑی طویل ہے بہت سے علماء کے تائیدی و تعریفی خطوط رشید ابن رشید کے آخر میں درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

مولوی سید اظہار الحق سہیل ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مولوی غلام محمد فاضل دیوبند، راجن پور۔ مولوی غلام مرشد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور۔ مولوی عبدالجلیل منٹگمری مولوی عبدالحی فاضل دیوبند جام پور۔ مولوی عبدالمجید خطیب جامع اہل حدیث شیخوپورہ مولوی محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان۔ قاضی شمس الدین گوجرانوالہ۔ مولوی بشیر احمد پسروری خلیفہ مولوی احمد علی لاہوری۔ مولوی نور الحسن بخاری ملتان۔ مفتی عبدالحمید لدھیانوی ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مفتی محمد شفیع سرگودھا مولوی محی الدین لکھوی سابق امیر جماعت اہل حدیث۔ مولوی شمس الحق افغانی جامعہ اسلامیہ

بہاولپور۔ مولوی سجاد بخاری مدیر تعلیم القرآن راولپنڈی وغیرہ وغیرہ۔

خوارج جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور سلفی وغیرہ کہلواتے ہیں۔ عوام کو ان کے زہریلے اور خطرناک پروپیگنڈے سے بچانا بھی از حد ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی باتوں میں آکر لوگ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اب پاکستان میں ان کے ہم نوا بہت زیادہ تعداد میں پیدا ہو چکے ہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے مکتوبات شریف کی عبارات کی روشنی میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقامات عالیہ سے لوگوں کو باخبر کر دیا جائے۔ تاکہ سادہ لوح لوگ ان کے دام تزویر میں پھنس کر اپنے ایمانوں کو ضائع نہ کر لیں۔

اقتباسات از مکتوبات شریف

اے برادر حضرت امیر چونکہ	اے برادر۔ چونکہ حضرت علی مرتضےٰ
حامل بار ولایت محمدی اند	رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت محمدی علی
علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے
والتحیہ تربیتِ مقام اقطاب	بوجھ کے حامل ہیں، اس لیے اقطاب،
وابدال واوتاد کہ از اولیاء	ابدال اور اوتادوں کے مقام کی
عزلت اند وجانب کمالات	تربیت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ
ولایت در ایشاں غالب	عنہ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے

است، مفوض بامداد و اعانت
آنحضرت است سِر قطب
الاقطاب کہ قطب مدار است
زیرِ قدمِ اوست قطب مدار
بحمایت و رعایت او مہم خود
را سرانجام مے نماید و از عہدہ
مدارتیت بر مے آید۔ حضرت
فاطمہ و امامین نیز دریں مقام
با حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہم شریک اند۔

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

اور یہ مذکور الصدر اولیا، اولیاء
عزلت کہلاتے ہیں اور ان پر
ولایت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔
قطب الاقطاب جسے قطب مدار
بھی کہتے ہیں۔ حضرت علی مرتضےٰ رضی
اللہ عنہ کا قدم مبارک اُس کے سر پر
ہوتا ہے۔ قطب مدار حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت و رعایت
کے ذریعہ ہی اپنی ڈیوٹی انجام دے
سکتا ہے اور اپنے عہدہ قطب
مدارتیت کو سنبھال سکتا ہے۔ حضرت
فاطمہ اور حسنین بھی اس کام میں
آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

---

(۲) پیشوائے واصلان راہ و
سرگروہِ اینہا و منبع فیض
این بزرگواران حضرت علی
مرتضیٰ است کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم و این منصب

راہ ولایت کے ذریعہ خداوند تعالیٰ
تک پہنچنے والوں کے امام اور پیشوا
اور اس گروہ اولیاء کے سردار اور
ان اولیاء عزلت کے فیض و برکت
کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

تعلق دارد۔ درین مقام گویا
دو قدمِ مبارک آن سرور علیہ
وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام
بر فرقِ مبارک اوست کرم
اللہ تعالیٰ وجہہ وحضرت فاطمہ
وحضرات حسنین رضی اللہ
تعالیٰ عنہم درین مقام بایشاں
شریک اند۔ انگارم کہ حضرت
امیر قبل از نشاءہ عنصری نیز
ماویٰ وملجاء ایں مقام بودہ اند
چنانچہ بعد از نشأۂ عنصری۔
و ہر کرا فیض و ہدایت ازیں
راہ میرسد بتوسط ایشاں میرسد
چہ ایشاں نزد نقطہ منتہائے
این راہ اند و مرکز این مقام
بایشاں تعلق دارد۔ و چوں
دورۂ حضرتِ امیر تمام شد ایں
منصب عظیم القدر حضرات
حسنین رض ترتیبا مفوض و مسلم

ذات مبارک کہ ہے۔ اور یہ منصب عظیم
آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے گویا اس میں
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ
وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی
مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک
پر ہیں۔ اور حضرت فاطمہ الزہرا اور
حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
بھی اس مقام میں آپ کے ساتھ شریک
ہیں۔ میرا گمان ہے۔ کہ دنیا میں تشریف
لانے سے قبل بھی حضرت علی مرتضیٰ شیر
خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقامِ تربیت
میں اقطاب و اوتاد وغیرہ کے ملجا و ماویٰ
تھے۔ جس طرح کہ بعد از پیدائش
ملجاء و ماویٰ ہیں۔ اور جو بزرگ بھی
قطبیت وغیرہ کے درجے پر فائز ہوتا
ہے اور جس کسی کو جو فیض اور ہدایت
ملتی ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ
عنہ کے وسیلہ و واسطہ سے ملتی ہے۔
کیونکہ آپ اس کے نقطہ انتہائی

گشت و بعد از ایشاں ہماں
منصب بہر یکے از ائمہ اثنا
عشر[1] علی الترتیب والتفصیل
قرار گرفت۔ و در اعصارِ این
بزرگواراں و ہمچنین بعد از
ارتحالِ ایشاں ہر کرا فیض
و ہدایت میرسد بتوسطِ ایں
بزرگواران بودہ و بوسیلۂ
ایشاناں ہر چند اقطاب و
نجبائے وقت بودہ باشند
و ماویٰ و ملجاء ہمہ ایشاں
بودہ اند۔

کے قریب ہیں اور اس مقام کا مرکز
آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جب
آپ کا دورِ مبارک ختم ہوا تو یہ تربیت
و فیض رسانی کا منصب عظیم حضرات
حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
علی الترتیب سپرد کر دیا گیا۔ اور ان
دونوں حضرات کے بعد یہ منصبِ عظیم
علی الترتیب بارہ اماموں کے حوالہ
کیا گیا۔ چنانچہ ان حضرات کے زمانوں
میں اور ان کے بعد کے زمانوں میں
جس کو بھی جو ہدایت و فیض ملتا رہا
ان کے واسطے اور وسیلے سے ہی ملتا

---

[1] اہل بیت کے بارہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام اول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسرے امام حسن مجتبیٰ۔ تیسرے امام حضرت حسین شہید کربلا۔ چوتھے امام حضرت زین العابدین۔ پانچویں امام حضرت محمد باقر، چھٹے امام حضرت جعفر صادق۔ ساتویں امام موسیٰ کاظم۔ آٹھویں امام حضرت علی موسیٰ رضا۔ نویں امام حضرت محمد تقی۔ دسویں امام حضرت محمد نقی۔ گیارہویں امام حضرت حسن عسکری۔ بارہویں امام حضرت محمد مہدی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

رہا۔ اگرچہ اقطاب و نجباء وغیرہ ہم ہی
کیوں نہ ہوں سب کے ملجاء و ماوٰی
یہی ائمہ اثنا عشر رہے ہیں۔

---

(۳) چہ اطراف را غیر از لحوق
بمرکز چارہ نیست تا آنکہ
نوبت بحضرت شیخ عبد القادر
جیلانی رسیدہ قدس سرہٗ
و چوں نوبت بایں بزرگوار
شد منصب مذکور باو قدس
سرہٗ مفوض گشت و مابین
ائمہ مذکورین و حضرت شیخ
ہیچ کس بریں مرکز مشہود نمیگردد
و وصول فیوض و برکات درین
راہ ہر کہ باشد از اقطاب و
نجباء بتوسط شریف او مفہوم
میشود چہ ایں مرکز بغیر او را
میسر نشدہ ازینجا است کہ
فرمودہ۔ شعر

کیونکہ اطراف و جوانب کا کسی مرکز کے
ساتھ ملحق رہنا ضروری ہے (یہ سلسلہ
فیض رسانی انہی بزرگواروں سے چلتا
رہا) یہاں تک کہ حضرت غوث الاعظم
رضی اللہ عنہ کا دور آگیا۔ چنانچہ آپ
کے وقت میں یہ منصب عظیم القدر آپ
کو سپرد کر دیا گیا۔ آئمہ اثنا عشر اور حضور
غوث پاک کے درمیان کوئی بھی اس
مرتبہ کا بزرگ محسوس نہیں ہوتا جس
کو یہ مرتبہ عطا ہوا ہو۔ چنانچہ حضور
غوث پاک کے زمانہ مبارک سے لے
کر اب تک، اور آئندہ بھی جن کو فیض
و ہدایت ملتی ہے چاہے وہ اقطاب و
نجباء ہی کیوں نہ ہوں حضور غوث پاک
کے وسیلہ و واسطہ سے ملتی ہے اور بعد

افلت شموس الاولین شمسنا
ابداً علی افق العلیٰ لا تغرب
و نیز تا معاملہ توسط فیضان
بر پاست بتوسل اوست۔

از ائمہ اثنا عشریہ مرکز آپ کو (غوث پاک) ہی عطا ہوا ہے۔ اور کسی کو یہ مقام عطا نہیں ہوا۔ اسی بنا پر آپ کا یہ شعر مبارک ہے۔

یعنی پہلوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب فیض ہمیشہ پابندیوں پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہو گا۔

نیز آئندہ بھی جب تک معاملۂ فیضان جاری رہے گا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے اور وسیلے سے ہی جاری رہے گا۔

---

(۴) گوئم کہ مجدد الفِ ثانی دریں
مقام نائب مناب حضرت
و بہ نیابت حضرتِ شیخ
ایں معاملہ بادمربوط ست
چنانکہ گفتہ اند

میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام تربیت میں حضرت غوث پاک کے قائم مقام ہوتا ہے اور ان کی نیابت سے یہ معاملہ اس کے ساتھ متعلق رہتا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے۔

دفتر سوم مکتوب ۱۲۳

(بنام مولانا نور محمد تہاری قدس سرہٗ)

---

(۵) پس محبت حضرت امیر شرطِ تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت وجماعت خارج گشت و خارجی نام یافت۔

پس اہل سنت وجماعت ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے۔ جس شخص کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ اور خارجی فرقہ میں داخل ہے۔

---

(۶) نخیلے جاہلے باید کہ اہل سنت وجماعت را از محبانِ حضرت امیر نداند و محبتِ امیر را مخصوص برفضہ دارد۔ محبتِ امیر رفض نیست بیزاری از خلفائے ثلاثہ رفض ست و بیزاری از اصحابِ کرام مذموم و مُلام امام شافعی مے فرماید ؎

وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت وجماعت کو اہل بیت کا مُحب نہیں سمجھتا اور اہل بیت سے محبت کرنا شیعوں کا خاصہ جانتا ہے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا تشیعیت نہیں بلکہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں تبرا کرنا تشیعیت ہے اور صحابہ کرام سے بیزاری قابل مذمت وملامت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ فرماتے ہیں۔

لَوْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

اگر آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
محبت رکھنا شیعیت ہے تو جن وانس
گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں

---

(۷) وگوئم چگونہ عدم محبت اہل بیت در حق اہل سنت گماں بردہ شود کہ آں محبت نزد ایں بزرگواراں جزو ایمان ست و سلامتی خاتمہ را بہ رسوخ آں محبت مربوط ساختہ اند۔ والدِ بزرگوار ایں فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری و بعلم باطنی در اکثر اوقات ترغیب بمحبت اہل بیت میفرمودند و میفرمودند کہ ایں محبت را در سلامتی خاتمہ مدخلتے ست عظیم نیک رعایت آں باید نمود۔ در مرضِ موت ایشاں ایں فقیر

میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اہل بیت کے محب نہیں ہیں حالانکہ اہل بیت کرام سے محبت رکھنا ان بزرگواروں (اہل سنت) کے نزدیک جزو ایمان ہے اور بوقت موت ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے۔ اس فقیر کے والد جو ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے، اکثر اوقات اہل بیت سے محبت کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے۔ اس کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے۔ یہ

حاضر بود چوں معاملہ ایشاں
بآخر رسید و شعور باین
کم ماند در آں وقت سخن
ایشاں را بیادِ ایشاں دادہ
ازاں محبت استفسار
نمودہ وراں بےخودی فرمودند
کہ غرقِ محبتِ اہل بیتیم شکر
خدا عزوجل را در انوقت
بجا آوردہ شد۔ محبتِ اہل
بیت سرمایۂ اہل سنت
است۔

دفتر دوم مکتوب ۳۶

فقیر آپ کے وصال کے وقت اُن
کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب حضرت
والد ماجد کا اخیر وقت آیا اور
(نزع کے وقت) اس عالم دنیا کا
شعور کم رہ گیا تو فقیر نے محبت اہل
بیت کی بات یاد دلائی اور اُس کے
متعلق دریافت کیا آپ نے اُس
بےخودی کے عالم میں فرمایا کہ میں
اہل بیت عظام کی محبت میں مستغرق
ہوں (حضرت والد ماجد) کی
اس حالت پہ خدا تعالیٰ کا شکر
بجالایا گیا۔ اہل بیت سے محبت،
اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک
سرمایہ نجات ہے)۔

حضرت شیخ مجدد صاحب اسی مکتوب ۳۶ کو حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان دو شعروں پہ ختم کرتے ہیں۔

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ
کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ

یا الٰہی حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد
کے صدقے مجھے ایمان پہ خاتمے کی

توفیق دے۔

اگر دعوتم رد کنی ور قبول	تو میری دعا کو چاہے رد کر دے
من و دست و دامانِ آلِ رسول	یا قبول میں تو آلِ رسول کا دامن ہاتھ میں لیے تیرے حضور میں دعا کرتا ہوں۔

شانِ اہلِ بیت میں چند احادیث

(۱) روی ابن عبد البر انہ قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام من احب علیاً فقد احبنی و لکذا بغض علیاً فقد ابغضنی و من اذیٰ علیاً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ	علامہ ابن عبد البر نے روایت کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس نے علی سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔

---

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان مبارک ہے "اللہ نے مجھ کو چار

ان اللہ امرنی بحب اربعة واخبرنی انه یحبهم قیل یا رسول الله سمهم لنا۔ قال علیؓ منهم یقول ذلك ثلاثا۔ وابو ذر والمقداد وسلمان۔

ترمذی وحاکم بروایت بریدہ رضؓ

شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں" لوگوں نے عرض کی ان چار شخصوں کے نام کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا علی ان چار میں سے ہے یہ آپ نے تین دفعہ دہرایا۔ اور ابوذر غفاری حضرت مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

---

(۳) عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه انه قال قال النبی صلے الله علیه وسلم النظر الی علیؓ عبادة

اسناد حسن (طبرانی وحاکم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ علی مرتضٰے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

---

(۴) وَحُرِمُوا عَنْ مَحَبَّةِ اَهْلِ بَيْتِ الرَّسُوْلِ وَمَوَدَّةِ اَوْلَادِ الْبَتُوْلِ فَمُنِعُوْا عَنْ خَيْرٍ كَثِيْرٍ نَالَهَا اَهْلُ السُّنَّةِ

وہ لوگ جو محبت اہل بیت رسول سے اور اولاد فاطمہ کے ساتھ دوستی رکھنے سے محروم ہیں۔ وہ خیر کثیر سے محروم ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۵۹

---

(۵) وَاَھْلُ بَیْتِ الرَّسُوْلِ مَثَلُہُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ

دفتر اول مکتوب ۵۹

حضور نبی کریم علیہ السلام کے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے کہ جو اس کشتی پر سوار ہوئے وہ تو نجات پا گئے۔ اور جو اس سے پیچھے ہٹے وہ ہلاک ہو گئے۔

---

(۶) وروی المسور بن مخرمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی وفی روایۃ یریبنی ما ارابھا و یوذینی ما اذھا

مسور بن مخرمہ راوی ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اُسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کریگا اور ایک روایت میں ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔ اور جس چیز سے اسے تکلیف ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

---

(۷) واخرج الحاکم عن ابی

حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی فاطمۃ احبّ الیّ منک وانت اعزّ علیّ منھا۔ (حاکم)	عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی سے فرمایا "مجھے فاطمہ تجھ سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہے۔

---

(۸) عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال اشتد غضب اللہ علیٰ من اذانی فی عترتی	حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضبناک ہوتا ہے جو میری عترت یعنی آل کی وجہ سے مجھے اذیت پہنچائے۔

---

(۹) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال خیرکم خیرکم لاھلی من بعدی۔ (حاکم)	حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میرے نزدیک تم میں سے بہتر وہ انسان ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا سلوک کرے۔

---

(۱۰) وَعَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ بِرًّا کَافَاتُہٗ عَلَیْھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (ابن عساکر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اہل بیت کے ساتھ اچھا سلوک کریگا میں قیامت کے دن اُس کو اُس کا بدلہ دوں گا۔

---

(۱۱) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قال اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَھْلِ بَیْتِیْ وَلِاَصْحَابِیْ۔

(ابن عدی و دیلمی)

دفتر دوم مکتوب ۳۶

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پل صراط پر چلنے میں زیادہ ثابت قدمی وہی دکھلائیگا جو دنیا میں میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

نوٹ :۔ یہ سب احادیث مکتوبات شریف کے دفتر دوم مکتوب ۳۶ سے ماخوذ ہیں۔

خلاصہ اقتباسات

(۱) تمام اقطاب، ابدال اور اوتاد وغیرہ کی تربیت حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہے۔ ان کے تمام کام آپ کی مدد و اعانت سے انجام پاتے ہیں۔ اور اس تربیت و فیض رسانی اور مدد و اعانت میں آپ کے ساتھ حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرات امامین کریمین بھی شریک ہیں۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد و اعانت کے بغیر کسی فرد کو ولایت نہیں مل سکتی۔ اور جب مخالفین کے نزدیک مدد از غیر اللہ کا عقیدہ کفریہ اور مشرکانہ ہے تو ان میں سے کوئی ولی اللہ کس طرح ہو۔ لہٰذا قیامت تک ان میں سے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) راہ ولایت کے ذریعہ وصول الی اللہ کا مرتبہ پانے والوں کے سردار و پیشوا حضرت حیدر کرار ہیں۔ سرداری کا یہ منصب عظیم آپ ہی سے خاص ہے۔

(۳) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قدم مبارک اولیاء اللہ کے سروں پر۔

(۴) اولیاء اللہ کو فیض اور مدد دینے کا یہ مرتبہ آپ کو اپنی ولادت سے پہلے بھی حاصل تھا اور دنیا میں تشریف لانے کے بعد بھی۔ اندازہ لگایئے کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

غائبانہ امداد کے کس قدر قائل اور معتقد ہیں۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال شریف کے بعد یہ منصب و مرتبہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو علی الترتیب عطا ہوا۔ ان کے بعد یہ منصب بارہ اماموں کو عطا ہوا اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک انہی کے پاس رہا۔ اور یہ بارہ امام اپنے وصال کے بعد چار پانچ سو سال تک تمام اولیاء اللہ کی غائبانہ مدد و اعانت کرتے رہے۔ پھر یہ مدد و اعانت کا منصب و مرتبہ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ کو عطا ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و امام مہدی کے علاوہ باقی تمام اولیاء اُمت اس اخذ تربیت میں حضور غوث پاک کے ماتحت ہیں۔ اور مجدد الف ثانی بھی اس معاملہ میں حضور غوث پاک کا نائب ہے۔

(۶) اہل بیت عظام سے محبت و عقیدت اہل سنت ہونے کے لیے شرط ہے۔ جس کا دل اس محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت نہیں بلکہ خارجی ہے۔

(۷) اہل بیت کرام کے ساتھ محبت و عقیدت کا نام شیعیت نہیں بلکہ صحابہ کرام کی شان میں تبرا بازی کا نام شیعیت ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔

(۸) اہل بیت اور سادات کرام سے محبت و عقیدت اہل سنت کے نزدیک جزو ایمان ہے۔

(۹) ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کی محبت کو بڑا دخل ہے مطلب یہ ہوا کہ جو اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا بوقت موت اس کا ایمان چھن جانے کا

خطرہ ہے۔

ناظرین کرام مذکورہ احادیث مبارکہ کو بھی غور سے دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اہل بیت عظام کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے کی کس قدر تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ حب صحابہ کرام اور حب اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو خاتمہ عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد واٰلہ واصحابہ وجمیع امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

مقامِ امیرِ معاویہؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں:۔

(۱) قد صح انہ کان اماما عادلا فی حقوق اللہ سُبحانہ وفی حقوق المسلمین۔

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

یہ بات بالکل صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقوق اللہ اور حقوقِ مسلمین دونوں کے پورا کرنے میں امام عادل تھے۔

---

(۲) شیخ ابو شکور سلمی در تمہید تصریح کردہ کہ اہل سنت و جماعت برآنند کہ معاویہ باجمع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بود، و خطا ایشاں اجتہادی بود۔ و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ

شیخ ابو شکور سلمی نے اپنی مشہور کتاب تمہید شریف میں تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے ان کے وہ رفقاء جو جنگ میں ان کے ساتھ تھے، خطا پر تھے تاہم ان کی یہ خطا اجتہادی تھی۔ اور علامہ ابن حجر

منازعت معاویہ با امیر ازروئے اجتہاد بودہ واین قول را از معتقدات اہل سنت فرمودہ۔

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی سے حضرت معاویہ کا نزاع اجتہاد پہ مبنی تھا۔ اور اس کو انہوں نے اہل سنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔

چند سطر بعد فرماتے ہیں:۔

دراحادیث نبوی باسناد ثقات آمدہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در حق معاویہ دعا کردہ اند۔ اللهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب وجائے دیگر دعا فرمودہ اند اللهم اجعله هاديا مهديا۔ ودعائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقبول۔

(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معتبر راویوں کی سند سے وارد ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا فرمائی "اے اللہ اس کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا" اور ایک دوسرے موقعہ پہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں اس طرح دعا فرمائی "خداوندا اِس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا" اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم کی دعا کے قبول ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

چند سطروں کے بعد پھر فرماتے ہیں :

امامِ مالک کہ از تابعین است واعلم علمائے مدینہ، شاتمِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمرو بن العاص را بقتل حکم کردہ است و ایضاً شتم او را در رنگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان ساختہ است اے برادر معاویہ تنہا دریں معاملہ نیست نصفے از اصحاب کرام دریں معاملہ با وے شریک اند، پس محاربانِ امیر اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین مے خیزد کہ از راہِ تبلیغ ایشاں بما رسیدہ است و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال دین است،

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تابعین میں سے ہیں اور اپنے زمانے مبارک میں علمائے مدینہ منورہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہنے والے گردن زدنی ہیں نیز امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے والے کو حضرتِ ابوبکر صدیق، حضرتِ عمر فاروق، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینے والے کی طرح قرار دیا ہے (یعنی جس طرح

اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو
گالی دینے والا گردن زنی ہے
اسی طرح امیرِ معاویہ رضی اللہ
عنہ کو برا کہنے والا بھی گردن زنی
ہے۔ اے برادر یہ معاملہ تنہا
امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں
بلکہ قریباً نصف صحابہ کرام اس
معاملہ میں ان کے ساتھ شریک
ہیں۔ پس اگر حضرتِ علی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے
والے کو کافر یا فاسق کہا جائے
تو آدھے دین سے ہاتھ دھونا
پڑے گا جو انہی حضرات کی نقل و
روایت سے ہم تک پہنچا ہے،
اور اس انجام سے وہی زندیق
اور بے دین راضی ہو سکتا ہے
جس کا مقصد ہی دین کو برباد
کرنا ہو۔

آخر پر اس معاملہ میں سلامتی کا راستہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

اے برادر طریقِ اسلم دریں موطن سکوت از ذکرِ مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات واعراض از تذکرہ منازعات ایشاں، پیغمبر فرمودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام" ایاک وماشجر بین اصحابی" نیز فرمودہ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا۔

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

اے برادر! اس بارے میں سلامتی کی راہ اور نجات کا راستہ صرف یہی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات اور محاربات کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے اور زبان نہ کھولی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " میرے صحابہ میں جو جھگڑے ہوں تم ان سے الگ رہو" نیز آپ نے فرمایا" میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کا خوف کرو اور ان کو بدگوئی کا نشانہ بناؤ "

مقامِ افسوس ہے کہ بہت سے سنی حنفی کہلانے والے اور صحابہ کرام سے عشق و عقیدت اور محبت کا دم بھرنے والے حضرات جہالت، غلط فہمی اور ناعاقبت اندیشی کی بناء پر حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ مبارک کے متعلق اپنے دلوں میں غبار و انقباض رکھتے ہیں۔ مناسب و مستحسن الفاظ میں ان کا ذکر کرنا ناگوار محسوس کرتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اہل سنت وجماعت کا مسلک و مشرب وہی ہے جو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے صاف الفاظ میں بیان فرمادیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ عادل تھے۔

۲۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق پورے کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

۳۔ بالکل صحیح اور باسند اور پختہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں متعدد بار دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان کو اپنی کتاب قرآنِ حکیم کا علم عطا فرما، اور حساب کا علم بھی عطا فرما، نیز ان کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا یقیناً مقبول و مستجاب ہے لہذا حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بھی ہدایت پر تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہر طرح کے شکوک وشبہات اور کدورتوں کو دور کرنے کے لئے درجِ ذیل واقعہ قارئین حضرات کے گوش گذار کرنا بھی بہت مناسب ہے کتاب "حضرات القدس" مصنفہ حضرت علامہ بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی جلد دوم کے صا۱۴۱ پر ہے

کرامت:

ایک سید صاحب نے بیان کیا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے جو حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے تھے خصوصاً حضرتِ معاویہ سے نفرت تھی۔ ایک رات حضرت (مجدد صاحب قدس سرہ) کے مکتوباتِ قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں آپ کی ایک تحریر یہ نظر آئی کہ امامِ مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرتِ معاویہؓ کو برا کہنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا

کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کے دیکھتے ہی آپ سے آزردہ ہو گیا اور آپ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال دیا اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں اور میرے دو کان پکڑ کر فرما رہے ہیں اے طفلِ نادان! ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں ہے تو میں تجھے حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھ کو ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک عمارت عالی شان تھی۔ ایک بزرگ اس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ان بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی اور انہوں نے بشاشت کے ساتھ آپ کو لیا۔ اس کے بعد مجھ کو فرمایا کہ اس وقت حضرتِ امیر تشریف فرما ہیں سنو کیا فرماتے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ حضرتِ امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار ہزار بار خبردار اصحاب سیدِ ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہرگز کدورت مت رکھو اور ان کے عیوب بھی مت بیان کرو کہ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کونسی حقانی نیتوں نے ہم میں اور ان میں جھگڑا ڈالا پھر حضرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی انکار نہ کرو۔

راوی کہتا ہے کہ باوجود اس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تھا حضرتِ امیر علیہ السلام نے آپ کو حکم دیا کہ بہت زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر ماریں۔ اس وقت

میں نے اپنے دل کو اس کدورت سے صاف پایا اور آپ کے اور آپ کے کلام کی نسبت اعتقاد کامل حاصل ہوا۔

۴۔ حضرت امامِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے والا گردن زنی ہے۔

۵۔ بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا اتنا ہی مجرم ہے جتنا کہ اصحابِ ثلاثہ (ابوبکر صدیق، فاروقِ اعظم، عثمانِ غنی) رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو گالی دینے والا مجرم ہے۔

۶۔ لہٰذا اصحابہ کرام کے باہمی جھگڑوں کے متعلق زبان بند رکھنے میں ہی نجات و سلامتی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی تاکیداً فرمایا" میرے صحابہ کو نیکی سے ہی یاد کرو، ان کے باہمی تنازعات کو زبان پر نہ لاؤ، ان کے متعلق اپنے سینے صاف رکھو، ان سے بغض رکھنے سے بچو اور کسی بھی صحابی کو اعتراضات اور طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔

۷۔ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بھی جھگڑے رہے ہیں ان میں حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطا پر تھے لیکن ان کی یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے وہ لائق ملامت نہیں ہیں۔

۸۔ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس خطا کو خطا اجتہادی قرار دینا اہلِ سنت کے نزدیک اعتقادی مسئلوں میں داخل ہے تو جو شخص ان کی اس خطا کو خطا اجتہادی قرار نہیں دیتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرتِ

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر جانتے ہوتے ان سے ضد اور عداوت کے طور پہ ایسا کیا ہے ایسا شخص اس معاملہ میں عقائد اہلِ سنت وجماعت کے خلاف ہے۔

ایک سنی العقیدہ کے لئے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تمام شکوک وشبہات دور کرنے کے لئے امامِ ربانی حضرتِ شیخ مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کی مذکورہ تصریحات کافی ووافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر رہنے کی توفیق دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ و اصحابہ وجمیع امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ملک حسن علی جامعی

کی تعلیماتِ مُجدّدیّہ پر

ایک نظر

ایک عرصے سے وہابی دیوبندی مکاتبِ فکر کے علماء تحریراً و تقریراً یہ غلط اور بے بنیاد تاثر پھیلا رہے ہیں کہ امام ربانی حضرت شیخ **مجددِ الفِ ثانی** قدس سرہ السامی نے مکتوبات میں جابجا بریلوی اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی پرزور تردید کی ہے۔ اور ان کے عقائد و خیالات کو خلافِ قرآن و سنت قرار دیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ ائمہ احناف و حضراتِ صوفیہ کرام کے مخالفین و معاندین کا یہ پروپیگنڈا ہی پیشِ نظر کتاب "**مسلکِ امامِ ربانی**" کی تالیف کا سبب ہوا۔ راقم الحروف اس کتاب کو تقریباً مکمل کر چکا تھا کہ ایک محترم دوست نے "تعلیماتِ مجددیہ" مؤلفہ حسن علی بی۔ اے جامعی (غیر مقلد) لا کر دی اور فرمایا کہ اس میں جن تلبیسات سے کام لیا گیا ہے ان کے بارے میں بھی کچھ لکھنا چاہئے۔ احقر چونکہ پہلے ہی اس موضوع پر کام کر رہا تھا اس لئے خصوصی توجہ اور دیدہ ریزی سے اس کا مطالعہ کیا اور یہ

واضح ہوا کہ اس کتاب میں مؤلف نے حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تعلیمات کو بالکل غلط انداز میں پیش کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بہت بڑی جسارت کی ہے اور موصوف کی اس جسارت و بیباکی کا دندان شکن جواب دینے اور غلط بیانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے ــــــــ اگرچہ احقر کی تالیف "مسلکِ امامِ ربانی" کی اشاعت سے عوام بخوبی سمجھ جائیں گے کہ امامِ ربانی قدس سرہ اور اہلِ سنت و جماعت کے مذہب و مسلک میں سرِ مُو تفاوت نہیں تاہم ملک حسن علی جامعی صاحب کی غلط بیانیوں کو بے نقاب اور ان کی تحقیقات کے بھانڈے کو چوراہے میں پھوڑنا از حد ضروری ولابدی ہے ، بشرطِ زندگی پہلی فرصت میں ایک مستقل کتاب لکھ کر یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ ملک صاحب نے اس کتاب میں "تعلیماتِ مجددیہ" کو پیش نہیں کیا بلکہ وہ "تلبیساتِ نجدیہ" اور "تدلیساتِ اسمٰعیلیہ" کا ایک بہترین مرقع ہے ۔

چنانچہ بطورِ نمونہ ملک صاحب کی اس کتاب سے چند ایک اقتباس پیش کئے جا رہے ہیں جنہیں دھوکے اور فریب کاری کی نیت سے ملک صاحب نے حضرت شیخِ مجدد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا اور آپ کا خیال و اعتقاد بتایا ہے ۔ ملک صاحب کے اقتباسات کے بالمقابل حضرت مجدد صاحب کا اصل مسلک و مشرب مکتوبات کی روشنی میں باحوالہ پیش کیا گیا ہے جس سے ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ اصل حقیقت کیا ہے اور ملک صاحب نے کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیا ہے :

تعلیماتِ مجددیہ	اصل مسلک حضرت امامِ ربانی رضی اللہ عنہ
۱۔ اصحابِ قبور اور زندہ و مردہ صوفیوں کو اپنا حاجت روا ، مشکلکشا ، شافیٔ	ازیں قبیل است مدد ہائے کہ از زندہا نیست اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ متناسب

امراض اور کائنات کا کلید بردار شمار کیا جاتا رہا تھا اسلام کی توحید کو وریانت کا رنگ دے کر پیش کیا جا رہا تھا۔

(ص۵)

افعال اجسام است کاھلاك الاعداء ونصرة الاجساد بوجوه مختلفة و انحاء شتی۔

دفتر اول مکتوب ۲۳۹

(ترجمہ) اسی قبیلہ سے اولیاء کرام کی ارواحِ مقدسہ کی امداد و اعانت ہے جو جسمانی امداد کی طرح اثر دکھاتی ہے جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا اور مختلف وجوہ اور طریقوں سے دوستوں کی مدد کرنا۔

۲- آج لاکھوں مسلمان ایسے ملیں گے کہ جب ان گمراہوں اور بدعتوں کو ٹوکا جائے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو خدا تک ان کے ذریعہ اپنی درخواستیں بھیجتے ہیں یہ جواب درحقیقت اپنے شرک اور بدعملی پر پردہ ڈالنے کے لئے دیتے ہیں۔

۲- بہر حال رشتہ محبت ایں طائفہ را از دست ندہد و التجاء و تضرع بایں قوم شعار خود سازد و منتظر باشد کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بتوسلِ محبتِ ایں طائفہ بجیت خود مشرف سازد و بتمام بجانبِ خود بکشد۔

(دفتر اول مکتوب ۱۳۷)

(ترجمہ) بہر صورت اولیاء اللہ کے ساتھ اپنا رشتہ محبت قائم رکھے اور اس پاکیزہ گروہ کے حضور التجاء و تضرع کو عادت اور

اپنا شعار بنائے اور اس بات کا منتظر رہے کہ حق تعالیٰ اس مقدس گروہ کے ساتھ محبت کے وسیلہ سے اپنی محبت عطا کرے الخ

۳- یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا تک پہنچنے کے لئے اولیاء اور مشائخ اس طور سے واسطہ ہیں کہ مخلوق اپنی ضروریات ان کے سامنے پیش کرتی ہے اور وہ اللہ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان کے توسط اور سفارش سے رزق دیتا ہے اور حاجت پوری کرتا ہے اس خیال کے پیشِ نظر ان لوگوں نے مشائخ کی قبور و ارواح کے متعلق وہ وہ اعتقادات قائم کر رکھے ہیں جو اللہ کے سوا اور کسی سے قائم کرنے جائز نہیں، سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے ہاں تقرب حاصل ہو گیا تو بارگاہِ ایزدی میں بھی نزدیکی حاصل ہو گئی۔

(تعلیماتِ مجددیہ ص ۳۰۲، ۳۰۳)

۳- درویشانے کہ قدم راسخ در شریعت دارند و از عالمِ حقیقت نیک شناسا اند از ایشاں ہمتے باید طلب نمود و مددے باید جست تا عنایتِ حق سبحانہ از دریچۂ ایشاں ظاہرہ شد تمام بجانب جنابِ قدس خود تعالیٰ جذب نماید۔

(دفتر اول مکتوب ۷۸)

(ترجمہ) اور وہ درویش جن کے قدم شریعت میں پختہ ہیں اور عالمِ حقیقت کے اچھے جاننے والے ہیں ان کی ہمت اور توجہ کا طالب بننا چاہئے اور ان سے مدد لینی چاہئے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان بزرگوں کے دریچہ سے ظاہر ہو کر ذاتِ واحد کی طرف پوری کشش پیدا ہو جائے

۴۔ وہی حلال مشکلات ، کارساز ، بگڑی بنانے والا ، فریاد کا سننے والا، روزی دینے والا ، ہر کسی کی مصیبت میں کام آنے والا ہے ۔۔۔۔۔۔ اگر انسان نے دعاؤں اور طلبگاریوں میں کسی دوسری ہستی کو شریک کر لیا تو خدا کی خدائی میں کسی دوسرے کو شریک کر لیا۔

۴۔ می دانی کہ پیر کیست؟ پیر آنکس است کہ از و طریقِ وصول بجنابِ قدس خداوندی جل شانہٗ استفادہ نمائی ، مددہا و اعانت ہا دریں طریق یابی ۔

(دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۰)

(ترجمہ) تجھے معلوم ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ ذات ہے کہ جس سے تجھ کو حق تعالیٰ تک وصول کا راستہ ملتا ہے اور طرح طرح کی مدد و اعانت اس راہ میں اس سے تجھے ملتی ہے ۔

۵۔ حضرت قبلہ گاہی ام می فرمودند کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ در بعضے رسائلِ خود نوشتہ اند کہ در قضائے مبرم ہیچ کس را مجال نیست کہ تبدیل بدہد مگر مرا ۔

(ترجمہ) میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے کہ حضور غوث پاک قدس سرہ نے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا ہے

۵۔ ملک صاحب "اہلِ بدعت کے وظائف"
کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

(۱) یا حضرت شاہ محی الدین مشکلکشا بالخیر

(۲) امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن!
در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

۳۔ ما ہمہ محتاج تو حاجت روا
المدد یا غوثِ اعظم پیرِ ما

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"اس قسم کی مشرکانہ تعلیم کا ماخذ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی اپنی تالیفات ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتیں۔"

لیکن ملک صاحب تعلیماتِ مجددیہ میں حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کی یہاں سامنے کے کالم میں ۶، ۷ میں دی ہوئی عبارت اور عقیدہ کے برعکس

کہ تقدیرِ مبرم تبدیل کرنے کی طاقت و مجال کسی کو نہیں مگر میں اس کو بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔

۶۔ ایں حالت تا مدتے کشید اتفاقاً دریں وقت گزر بر مزارِ عزیزے افتاد و دریں معاملہ آن عزیز را ممد و معاون خود کرد۔ دریں اثنا عنایتِ خداوندی جل شانہ در رسید و حقیقتِ معاملہ کماینبغی وانمود۔

(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۲۰)

(ترجمہ) یہ حالت ایک مدت تک رہی پھر اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار مبارک کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا اور اس معاملہ میں اس مدفون ولی اللہ سے میں نے مدد و اعانت طلب کی۔

۷۔ ایشاں امانِ اہلِ ارض اند و غنیمتِ روزگار بہم یمطرون و بہم یرزقون در شانِ

شرکیہ عقائد کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۶- جب ان گمراہیوں اور بدعتوں پر ٹوکا جائے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو خدا تک ان کے ذریعہ اپنی درخواستیں بھیجتے ہیں۔ یہ جواب درحقیقت اپنے شرک اور بدعملی پر پردہ ڈالنے کیلئے دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان کے توسط اور سفارش سے رزق دیتا ہے اور حاجات پوری کرتا ہے۔

(تعلیماتِ مجددیہ ص۳۰۲)

صفحہ ۳۰۳ پر فرماتے ہیں :

" سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے ہاں تقرب حاصل ہو گیا تو بارگاہِ ایزدی میں بھی نزدیکی حاصل ہو گئی "

۷- بزرگانِ دین کے تصرف کے متعلق تعلیماتِ مجددیہ کے ص ۲۸۷، ۲۸۸ پر ہے :

شان است۔ کلامِ شاں دوا است ونظرِ شاں شفا۔

(دفتر دوم مکتوب ۹۲)

(ترجمہ) یہ اولیاء حضرات اہلِ زمین کے لئے باعثِ امن اور اہلِ زمانہ کے لئے غنیمت ہیں، انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے

۸- رضائے ایں بزرگواراں را وسیلہ حق سازند طریقِ نجات و فلاح ایں است والسلام

(دفتر اول مکتوب ۲۱۸)

(ترجمہ) ان بزرگوں کی رضامندی کو حق تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور وسیلہ بنائیں، نجات و فلاح کا صرف یہی طریقہ ہے۔ والسلام

۹- عقیدہ تصرف از حضرت امام ربانی قدس سرہ، لاجرم بصحبتِ سلاطین میرفتند و بہ تصرفِ خود ایشاں را منقاد گردے

"تیسری وجہ یہ ہے کہ نذر کرنے
والے کا عقیدہ ہوتا ہے میت امور
میں تصرف کرتی ہے یعنی بگڑے
کاموں کو سنوارتی ہے وغیرہ اور
ایسا اعتقاد رکھنا کہ خدا کے دریٔ
کوئی اور بھی تصرف کر سکتا ہے،
کفر ہے۔

ساختند۔
(دفتر اول مکتوب ۶۵)
(ترجمہ) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار
قدس سرہ سلاطینِ وقت کے پاس
تشریف لے جاتے اور انہیں اپنے
تصرف سے اپنا مطیع بناتے۔

۱۰۔ پرسیدہ بودند کہ پیر صاحب تصرف
مرید مستعد را بہ تصرفِ خود بمراتبے
کہ فوق از استعدادِ اوست تواند
رسانید یا نہ؟ بلے تواند رسانید۔
(ترجمہ) آپ نے دریافت کیا تھا کہ
کیا صاحبِ تصرف پیر ذی استعداد
مرید کو اپنے تصرف سے اس کی استعداد
سے بلند مراتب تک لے جا سکتا ہے
یا نہیں؛ اس کا جواب یہ ہے کہ
ہاں واقعی اس کو بلند مراتب پر
پہنچا سکتا ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ملک صاحب کی کتاب کے چند حوالے پیش کئے گئے ہیں اور اس کے سامنے کے کالم میں حضرتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل عقائد دئے گئے ہیں ورنہ ساری کتاب اسی قسم کی تدلیسات اور غلط بیانیوں پر مشتمل ہے۔

ملک صاحب نے اپنی کتاب تعلیماتِ مجددیہ میں افتراء پردازی اور جھوٹ کا بھی کافی حد تک مظاہرہ کیا ہے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے :

۱۔ مولانا احمد رضا خان کی روش اور طرزِ انشاء جو انہوں نے شیخ مجدد کے بارے میں اپنی تصانیف میں اختیار فرمائی ہے اس سے صاف عیاں ہے کہ وہ حضرتِ شیخ مجدد کے متعلق اپنے دل میں استکبار اور غلش اور دلی غیظ کا پہلو رکھتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سامعین و قارئین حیران ہوں گے کہ رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا۔ مولانا احمد رضا خان نے اپنی ہر تصنیف میں شیخ مجدد اور شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے متعلق یہی وطیرہ ملحوظ رکھا ہے ۔۔۔۔۔۔ مجدد و مائۃِ حاضرہ کے تجدیدی کارناموں کا	اس کے برعکس اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے : "پھر جو پورے بے حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں، عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کافر کہہ دیا۔ ۔۔۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا۔" (حسام الحرمین شریف ص۴۰)

یہیں سے اندازہ لگالیں۔

۲۔ ملک صاحب اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے اصل حقائق کو چھپاتے ہوئے اپنی تالیف "تعلیمات مجددیہ" کے ص ۳۳۱ پر لکھتے ہیں:۔

اسی ملک ہند میں حنفی مذہب کا ایک مشہور اور نامور ادارہ دارالعلوم دیوبند ہے جس کی ہزار ہا شاخیں اس وقت پاکستان اور بھارت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے بانیان اور شیوخ میں سے نامور ہستیاں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا انور شاہ اور مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان تمام دیوبندی بزرگوں اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا، انہیں مرتد قرار دیا، انہیں کشتنی اور گردن زدنی قرار دیا۔ اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے گندے عقیدے جو بالکل منافی اسلام ہیں اور جن کی نقل سے روحِ ایمانی لرز جاتی ہے ان کی طرف منسوب کئے، تازیست احمد رضا خان صاحب کا یہ مشن جاری رہا۔ اپنے ایک ایک رسالہ اور فتوے میں کئی کئی وجوہ سے ان کی تکفیر کی کھلے بندوں ارتداد کا حکم ان کے بارے میں جاری کیا۔"

ص ۳۳۲ پر فرماتے ہیں:۔

الغرض اہلِ دیوبند کے خلاف سینکڑوں رسالے اور کتابیں شائع

کیں، بالآخر خود اور دُعاۃ کے ذریعہ تحریری و تقریری طور پر عوام میں نفرت و حقارت کا ہیجان پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

تکفیر کے فتوں کے لئے چونکہ فقہائے احناف اور عقائد و کلام کے ائمہ کے اصول و قواعد اور ضابطے مولانا احمد رضا خان صاحب کا ساتھ نہیں دیتے تھے اس لئے تکفیر کی عمومی اشاعت کے لئے اور اس کے حلقے وسیع کرنے کے لئے خود قواعد وضع کر لئے۔"

صفحہ ۳۴۳ پر رقمطراز ہیں:۔

"الغرض مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان مجاہدین ملت اور ان عاشقانِ رسول کو اپنے قلم و دہان سے سخت اور سنگین سے سنگین سزا فتووں کی صورت میں جو ان کے امکان میں تھی، دی۔"

اب اصل حقیقت اعلیحضرت عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے سنیئے اور پھر خود انصاف کیجئے کہ ملک صاحب نے اعلیحضرت قدس سرہ کی طرف خواہ مخواہ اور بلا وجہ جو تکفیر منسوب کی ہے کہاں تک درست ہے۔ اعلیحضرت رضی اللہ عنہ حسام الحرمین شریف کے صٓ پر فرماتے ہیں:۔

"عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلِ سنت کے فتوئے تکفیر کا کیا اعتبار، یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی کو کہہ دیا۔"

حسام الحرمین شریف صفحہ ۴۲ میں ہے :

اولاً "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوارِ محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور (شاہ اسمٰعیل) اور اس کے اتباع پر پچھتر وجہ سے لزومِ کفر ثابت کرکے صفحہ ۹۰ پر حکمِ اخیر یہی لکھا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ و هو الصواب و به یفتی وعلیه الفتوی وهو المذهب و علیه الاعتماد وفیه السلامة وفیه السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا، اور اسی پر فتوٹ ہے اور یہی مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت ؏

چند سطر بعد فرماتے ہیں :-

بالآخر یہی لکھا صفحہ ۶۲۔ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار یعنی کافر کہنے سے کف لسان یعنی زبان روکنا ماخوذ و مختار و مناسب، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ثالثاً سل السیوف الهندیه علی کفریات بابا النجدیه۔ دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد چھپا اس میں بھی اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجوہِ قاہرہ لزوم کفر ثابت کا ثبوت دیکر صفحہ ۲۱، ۲۲ پر لکھا حکیم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں بیحد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے بات بات پہ بچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے، نہ قوتِ انتقام حرکت میں آتی وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں لزوم اور

اور التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے مختصراً "

رابعاً: ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار، دیکھئے کہ بار اول ۱۳۲۷ھ میں عظیم چھپا، اس میں ص۱۰ پر لکھا " ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں۔ ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے "

خامساً: اسمٰعیل دہلوی کو جانے دیجئے۔ یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتوےٰ دیا ہے جب تک ان کی دشناموں پر اطلاع نہ تھی مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھتر وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے سبحان السبوح میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا " کہ حاشا للہ حاشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو اب تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں۔ اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔

مسلمانو! مسلمانو! تمہیں اپنا دین و ایمان اور روز قیامت و

حضور بارگاہِ رحمٰن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندہ خدا کی درباره تکفیر یہ شدید احتیاط یہ جلیل تصریحات اس پر تکفیر تکفیر کا افتراء کتنی بے حیائی، کیسا ظلم، کتنی گھناؤنی ناپاک بات، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں اذا لم تستحی فاصنع ما شئت "جب تجھے حیاء نہ رہے تو جو چاہے کر، ع بے حیا باش وآنچہ خواہی کن"

صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں :-

مسلمانو! یہ روشن ظاہر قاہر عبارات تمہارے پیشِ نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس ۱۹ سال ہوئے اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے "المعتمد المستند" چھپی، ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو۔ یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کے افتراء ہی کا رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور پر سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو لیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہلِ لا الٰہ الا اللہ

کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشناميوں کی نسبت (جب تک ان کی دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتّر وجہ سے بحکمِ فقہائے کرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر بھی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا، اب رنجش ہوگئی، جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاش للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوتِ خدا و رسول ہے۔ جب تک ان دشنامیوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی نہ سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایتِ احتیاط سے کام لیا جتنے کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمینِ عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح ضروریاتِ دین و دشنام دہی رب العالمین و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا۔"

جن گستاخانہ عبارات پر اعلیحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے فتویٰ صادر فرمایا وہ حفظ الایمان، براہینِ قاطعہ اور تحذیر الناس میں موجود ہیں۔ یاد رہے کہ حرمین طیبین کے علماء کرام نے بھی اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے فتوے کی حرف بحرف تصدیق و تائید

فرمائی۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی اپنے قلم سے لکھی ہوئی ان تصریحات کے بعد ملک صاحب کے افترا اور جھوٹ کی قلعی پوری طرح کھل جاتی ہے، لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ملک صاحب نے "تعلیماتِ مجددیہ" میں صفحہ ۱۹۹ تا ۲۱۴ تک بدعت اور اہل بدعت سے متعلق خامہ فرسائی کی ہے اور حسبِ عادت مغالطہ دہی کی پوری کوشش کی ہے۔ بدعت سے متعلق حضرتِ امامِ ربانی قدس سرہ کے مسلک و مشرب کو جاننے کے لئے زیرِ نظر کتاب میں "مسئلۂ بدعت" کے تحت دیے گئے مضمون کا مطالعہ فرمائیں تاکہ اصل حقیقتِ حال سے واقف ہوسکیں۔

ملک صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸۷ سے ۳۰۰ تک بعنوان "مشائخ کے نام پر نذر و نیاز کے عقیدہ کا حنفی فقہ میں پوسٹ مارٹم" اپنے وہابی عقائد کے مطابق بہت سی حلال چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور چالاکی یہ کی ہے کہ بہت سی حنفی کتبِ فقہ کے حوالے درج کئے ہیں تاکہ لوگ فریب میں آجائیں۔ مگر عادت سے مجبور ہو کر یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ فقہائے کرام نے جہاں کہیں نذر و نیاز کے تحت کچھ چیزوں کو حرام کہا ہے وہاں "تقرب مع قصد العبادۃ" مراد لیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ درِمختار نے جب مطلقاً تقرب کا ذکر کیا تو علامہ شامی نے اس کو علیٰ وجہ العبادۃ سے مقید کیا علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

ای علیٰ وجہ العبادۃ	یعنی تقرب مع وجہ العبادۃ کہ یہی
لانہ المکفر۔	وجہِ تکفیر ہے۔

لہذا قارئین حضرات حوالجات کی بھرمار سے کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

شیخ مجددؒ اور مسئلہ تکفیر

اس عنوان کے تحت بھی ملک صاحب نے حسبِ دستور غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اور مرعوب کرنے کے لئے بہت سی کتب کے حوالے دیئے ہیں اور لکھا ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر منع ہے مگر اہلِ قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں اس کی کوئی تشریح نہیں کی، اگر اس کی تشریح کر دیتے تو ان کا بنا بنایا کھیل خراب ہو جاتا اور جس غلط فہمی میں وہ مبتلا کرنا چاہتے تھے اس میں ناکام ہو جاتے۔ زیرِ نظر کتاب میں بعنوان "اہلِ قبلہ سے مراد" کے تحت دی گئی تفصیلات کا مطالعہ فرمایئے تاکہ ملک صاحب کی تلبیسات سے آگاہ ہو سکیں۔

لا الٰہ الا اللّٰہ کے لغوی معانی اور لفظی ترکیب

ملک صاحب نے اس عنوان کے تحت اپنی تالیف "تعلیماتِ مجددیہ" میں صفحہ ۳۵۷ سے ۳۶۲ تک "اِلٰہ" کی تحقیق کے نام سے نجدی توحید کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی ناکام کوشش کی ہے جس سے ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ بزرگانِ دین سے مدد و استعانت کے عقیدے کو شرک ثابت کیا جائے لیکن ان کی یہ ساری کوشش صرف اتنی بات سے ہباءً منثورًا ہو جاتی ہے کہ حضرتِ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ خود اولیاء اللہ کی مدد اور ان سے استعانت کے زبردست قائل ہیں جیسا کہ زیرِ مطالعہ کتاب کے باب "وسیلہ و استمداد" میں مکتوبات شریف سے دیئے گئے اقتباسات سے ظاہر ہے۔ اگر حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی توحید کا وہی مفہوم درست ہوتا تو ملک صاحب کی طرح حضرت شیخ قدس سرہ بھی عقیدۂ استمداد کو شرک قرار دیتے نیز چونکہ حضرتِ مجدد رضی اللہ عنہ کے اولیاء اللہ سے

مدد طلب کرنا جائز و درست ہے اس لئے "تعلیماتِ مجددیہ" میں ملک صاحب نے "اہلِ بدعت کے وظائف" کے عنوان کے تحت مشائخ میں مروجہ جن ندائیہ الفاظ پر مشتمل وظائف کو شرک و بدعت قرار دیا ہے۔ حضرتِ مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک شرک و بدعت نہیں ہیں بلکہ جائز و درست ہیں اسی لئے حضرتِ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں کہیں بھی شرک و ناروا نہیں کہا۔

مختصر یہ کہ :

- ٥ یہ کتاب کتمانِ حق ، مغالطہ دہی ، مسخ حقائق ، تضاد بیانی اور فریب کاری کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔
- ٥ اس کتاب کے ذریعہ نجدی و اسمٰعیلی عقائد کا پرچار اور علمائے اہلِ سنت کے خلاف افترا و بہتان تراشی کر کے عوام الناس کو حضرت امامِ ہمام عالی مقام سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید سے برگشتہ کرنا ہے۔
- ٥ اس کتاب میں حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف کی عبارات کو اپنے مخصوص وہابی عقائد پر منطبق اور چسپاں کرنے کی سعیِ لاحاصل کی گئی ہے جیسا کہ ناظرین گذشتہ صفحات میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔
- ٥ اس کتاب میں اہلِ سنت و جماعت کو مشرکینِ مکہ کی طرح پکے مشرک و کافر ثابت کرنے کی سعیِ مذموم کی گئی ہے۔
- ٥ اس کتاب کی تالیف کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ امام اہلِ سنت حضرت مولانا مفتی احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کیا جائے چنانچہ مؤلف کو امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمۃ سے جو بغض و عناد ہے اس کا خوب کھل کر مظاہرہ کیا گیا ہے اور نہایت گھناؤنی قسم

کی الزام تراشیوں سے آتشِ غیظ کو فرو کیا گیا ہے۔

غرضیکہ اس کتاب کو حضرتِ شیخ مجدد علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات سے ہرگز ہرگز کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے بلکہ سادہ لوح عوام کو حضرتِ شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر دھوکہ دے کر اسمٰعیلیت کے قریب تر لانے کی کوشش کی گئی ہے ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

جناب مؤلف کی بازی گری کے سارے نمونے تو پھر کبھی پیش کئے جائیں گے اس کتاب کا پیش لفظ جناب مولوی محمد ناظم ندوی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ جناب نے حضرتِ شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے اوصاف و فضائل اور تجدیدی کارناموں کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

آج سے تقریباً پونے چار سو سال قبل جن حالات سے مسلمانانِ برِصغیر پاک و ہند گزر رہے تھے انہی حالات سے کم و بیش آج کے مسلمان گزر رہے ہیں، وہی مشرکانہ عقائد، جاہلیت کی رسوم اور بدعات کا طوفان موجزن ہے، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی مقامِ نبوت سے بے خبر اور مقصدِ رسالت سے نابلد ہوتے جارہے ہیں، فرطِ محبت اور غلوِ عقیدت نے حق و باطل، شرک و توحید اور بدعت و سنت کے درمیان امتیازات مٹا دیئے ہیں۔" (صک)

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:۔

جو دینِ متین شرک و بدعت اور کفر کے ایک ایک نقش کو مٹانے آیا تھا اس کے متبعین میں ایسے بھی لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو خود مشرکانہ عقائد اور بدعات و منکرات میں

گرفتار نظر آتے ہیں اور کفر و شرک کے نقوش کو اجاگر کر رہے ہیں۔" (ص)

ظاہر ہے کہ صاحبِ "پیشِ لفظ" نے ان لوگوں کے متعلق یہ گوہر افشانی فرمائی ہے جو میلاد اور ندائے غیب کے قائل ہیں توسل کو ضروری سمجھتے ہیں، فاتحہ و ایصالِ ثواب کو مستحب جانتے ہیں اور مشائخ کرام کے عرسوں میں شرکت کرنا موجبِ خیر و برکت خیال کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علمِ غیب تسلیم کرتے اور ان کو نور مانتے ہیں اور ذاتِ باری تعالےٰ کیطرف کذب وغیرہ جیسی بدصفات کو منسوب کرنا کفر سمجھتے ہیں۔

"مسلکِ امامِ ربانی" کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ حضرتِ مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز ان سب امور کے نہ صرف قائل بلکہ مؤید تھے مگر جناب ندوی صاحب جو دیوبندی مکتبۂ فکر سے متعلق ہیں، نے جن عقائد و خیالات کی بنار پر اہلِ سنت کی جماعت کو مشرک و کافر گردانا ہے، وہی عقائد حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے تھے لہٰذا انہوں نے جو کفر و شرک کی مشین گن چلائی ہے اس کی زد میں سب سے اول حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کی ذات مقدس ہی آتی ہے۔ العیاذ باللہ! اس دلیدہ دلیری اور منہ زوری پر بھی متدین متقی اور محبتِ حضرت شیخ مجدد ہونے کا دعوےٰ ہے یاللعجب!

یہی "ماحئ سنت قامعِ بدعت" ندوی صاحب کذب و افترا کی پوٹ "تعلیماتِ مجددیہ" کے بارے میں رقم فرماتے ہیں:

اس کے مصنف جناب ملک حسن علی صاحب بی۔ اے جامعی ہیں جنہوں نے بڑی محنت، کاوش اور خاصی عرق ریزی سے مرتب کی ہے۔ موصوف نے "مکتوباتِ امامِ ربانی" میں پھیلی ہوئی تعلیمات اور بکھرے ہوئے مضامین

کا خلاصہ اور ان کا نظریہ پیش کیا ہے اس کے مطالعہ سے دینی حرارت
پیدا ہوتی ہے ۔" (صث)

مؤلف نے جو کمال چالاکی و چابکدستی سے مکتوبات شریف کے مفہوم کو مسخ کر کے عوام کالانعام کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کی ہے، وہ فاضل ندوی کے نزدیک " مکتوباتِ امامِ ربانی " میں پھیلی ہوئی تعلیمات اور بکھرے ہوئے مضامین کا خلاصہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر یہ فتوے صادر فرما دیا ہے کہ " اس کے مطالعہ سے دینی حرارت پیدا ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ وقت بھی آنا تھا کہ قرآن وسنت کے متبع کہلانے والوں نے جھوٹ اور فریب سے پُر کتابوں کے مطالعہ کو دینی حرارت پیدا کرنے والی بتانا تھا ۔"

علمائے دیوبند کی یہ خاص صفت ہے کہ وہ ہر اس شخص کو صحیح العقیدہ تسلیم کر لیتے ہیں جو اہلِ سنت وجماعت (بریلویوں) کو دل کھول کر گالیاں دیتا ہو، خواہ وہ اس کے ساتھ ساتھ حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں گستاخیاں بھی کرتا ہو اور تقلیدِ شخصی کو حرام و شرک کہتا ہو — اور فقہی جمود[1] کو توڑنے کی سر توڑ کوششوں میں مصروف ہو چنانچہ ندوی صاحب مؤلف کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

" موصوف ایک وسیع العلم، کثیر المطالعہ اور
صحیح العقیدہ بزرگ ہیں ۔"

جناب ندوی صاحب کے " پیشِ لفظ " کے بعد " تعلیماتِ مجددیہ " کے دیباچہ نگار مولانا محمد اسمٰعیل صاحب امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان و خطیب جامع گوجرانوالہ "

---

[1] فقہی جمود سے اظہارِ بیزاری دیباچہ نگار نے ص۱۲ پر کیا ہے ۔

کے جذبات وخیالات بھی ملاحظہ کیجئے۔ مولوی صاحب موصوف کا دیباچہ بڑے مزے کی چیز ہے۔ اس میں بڑی چابکدستی سے بتایا گیا ہے اور جناب نے اپنے دیباچے میں دیباد حریر میں لپیٹ لپیٹ کر اہلِ سنت کو "نجد کے سنگریزے" پیش کرنے کی کوشش فرمائی ہے جناب مولوی صاحب موصوف صفاتِ مجدد بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"عام علمار علمی اصلاحات کی پابندی، مروجہ علوم کی روشنی اور اصولِ مناظرہ کے زیرِ سایہ گفتگو فرماتے ہیں کبھی کبھی فرحوا بما عندھم من العلم (انہیں مروجہ علوم اور اپنی مصطلاحات پر فخر ہوتا ہے) کی شان ان کے اندازِ بیان میں نمایاں ہو جاتی ہے لیکن مجدد مقاصدِ دین کے تحفظ کے بعد مروجہ علوم اور علمار کے رسوم وعوائد سے بے نیاز ہوتا ہے وہ اپنی زبان میں بولتا ہے۔ اس کی زبان کی تلخی مروجہ رسوم کے تابع نہیں ہوتی بلکہ اس کا لہجہ وقت اور ضرورت کے مطابق بدلتا ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہید نے بھی شرک وبدعات کے متعلق ایک زبان استعمال فرمائی اور اپنے وقت کی بدعات کے خلاف شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی ایک اندازِ بیان اختیار فرمایا۔" (ص۲)

ہم شروع میں لکھ چکے کہ یہ کتاب "تعلیماتِ مجددیہ" سے کچھ سروکار نہیں رکھتی بلکہ یہ "تعلیماتِ نجدیہ" کا اشتہار ہے۔ یعنی نجدی تعلیم کو پھیلانے کے لئے حضرت شیخِ مجدد رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کیا گیا ہے۔ دیباچہ نگار کے مندرجہ بالا خیالات ہمارے دعویٰ کی بیّن دلیل

ہیں۔ دیکھئے مولوی محمد اسماعیل صاحب نے علامہ ابن تیمیہ اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی زبان درازیوں اور ان کے عقائد پر کس ڈھنگ سے پردہ ڈال کر انہیں مجددِ وقت بنانے کی چال چلی ہے اور معاذاللہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مجدد وقت بدزبان اور دیدہ دہن بھی ہوتے ہیں لہٰذا ابن تیمیہ اور اسمٰعیل دہلوی کی بدزبانی و تلخ کلامی ان کی مجددانہ شان تھی مگر اس سے پیشتر مجددِ وقت کے یہ اوصاف کسی نے نہ لکھے ہیں اور نہ کوئی لکھ سکتا ہے اور مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے علم اور یقین کے مطابق بالکل لغو اور قطعاً غلط ہے کیونکہ مجددِ وقت تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ و اوصافِ جمیلہ کا بہترین نمونہ ہوتا ہے چنانچہ حضرتِ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ وطاہرہ کا ایک ایک ورق ہمارے سامنے ہے اور وہ مجسمہ اخلاق و پیکرِ ادب نظر آتے ہیں۔ بزرگوں کی شان میں گستاخی ان کے ہاں حرام و کفر ہے۔

پھر لکھتے ہیں :۔

حضرتِ شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین الفاروقی ۱۰۳۴ھ دسویں صدی کے اواخر ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت کئی قسم کے جمود پائے جاتے تھے جن کی اصلاح کے لئے حضرتِ مجدد صاحب نے جرأت مندانہ قدم اٹھایا، سیاسی جمود، تصوف میں جمود، فقہی جمود،، (ص ۱۱)

یہاں پر دیباچہ نگار نے عوام الناس کو فقہ حنفی سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے ——— لگے ہاتھ فاضل علامہ کی ایک اور تحقیق بھی ملاحظہ کریجیے، ارقام فرماتے ہیں :

علماء سے ملا مبارک کا خاندان ایوانِ شاہی پر قابض تھا۔

اکبر کی لگام علمی طور پر ان ہی حضرات کے ہاتھ میں تھی اور جب
دربار پر قبضہ ملا دو پیازہ ایسے مسخروں اور بیربل ایسے بے دین
لوگوں کا ہو تو دینی بصیرت، تفقہ، تقویٰ، تدین کہاں سے
آئے گا؟ برہمنوں کی نقالی، تیجے، دسویں، چہلم اور گیارہویں
اصل دین قرار پا سکتا تھا جو ہندو رسوم کی ایک صورت ہے"

(ص۱۱)

فاضل دیباچہ نگار نے یہاں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملا مبارک کے خاندان کے افراد گیارہویں دینے والوں میں سے تھے لہٰذا ان کی وجہ سے یہ رسوم جاری ہوئیں اور ان کے خلاف مجدد صاحب کو نبرد آزما ہونا پڑا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ملا مبارک اور اس کے بیٹے گیارہویں دینے والوں میں سے نہ تھے اور نہ ہی ان کو بزرگانِ دین سے کوئی تعلق تھا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ملا مبارک کے پسران ابوالفضل اور فیضی کے ذریعے جن عقائدِ بد اور بدعاتِ سیئہ کی ترویج و اشاعت ہوئی ان میں سے ایک مسئلہ وحدتِ ادیان بھی ہے۔ اور یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس ملحدانہ نظریہ کو پیش کرنے والوں سے رشتۂ عقیدت و تلمذ وہابیہ کا ہے۔ مولوی صاحب اگر بھول چکے ہیں تو ہم یاد دلائے دیتے ہیں کہ اسی ملحدانہ نظریہ کو مولانا آزاد نے تفسیر سورۂ فاتحہ میں پیش کیا ہے۔ اور اگر اس دور کے علماء سُو نے اکبر بادشاہ کو نبی تسلیم کرانے کی کوشش کی تھی تو آپ کے اکابر نے گاندھی کو یہ مقام و مرتبہ دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ کسی نے اس دشمنِ اسلام کو "بالقوہ نبی" کہہ دیا تھا تو کسی نے یہ کہہ دیا کہ "میں قرآن و حدیث کو اس بت پرست پر نثار کرتا ہوں"۔ اور اسی کافرِ اعظم گاندھی کو آپ کے ساتھیوں نے مساجد میں لا کر منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھایا تھا، العیاذ باللہ!

مولوی صاحب! جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھسنے کی کوشش نہ کیجئے، لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دور کے علماء کا وہ کونسا گروہ ہے جو ابوالفضل اور فیضی کی جانشینی و سجادگی کا حق ادا کر رہا ہے۔

جناب دیباچہ نگار صاحب سحر مقلدیت کا پرچار کرنے کے لئے رقمطراز ہیں:۔

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ مسلک کے لحاظ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پختہ تعلق رکھتے تھے لیکن ان کی روش میں اس قدر وسعت ہے کہ آج کل حضرات احناف کے دونوں شعبوں یعنی حضرات دیوبند اور حضرات بریلی کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔"

(ص ۱۲)

پھر لکھتے ہیں:

حضرت شیخ مجدد الف ثانی کی تحقیق پسندی اور وسعت نظر کا یہ اثر تھا کہ ان سے بحث جگر کبھی بعض فروعی مسائل میں اختلاف کرتے اور اس کا اظہار کسی تصادم اور مناظرہ کے بغیر فرماتے۔ یہی حال حضرت مجدد کے تلامذہ اور مستفیدین کا ہے وہ فرعی مسائل میں بڑی آزادی سے امام شافعی کے ساتھ بعض اہم مسائل مختلف فیہ پر اتفاق فرماتے اور اس کے باوجود حنفی کہلانے میں مسرت محسوس فرماتے یہ اس علمی جہاد کا اثر تھا جو حضرت مجدد نے فقہی جمود کے خلاف فرمایا۔" (ص ۱۳)

مندرجہ بالا دونوں حوالوں کی توضیح و تشریح ہم مولوی محمد ناظم صاحب ندوی یا کسی

اور دیوبندی عالم سے چاہتے ہیں۔ امید کہ اصلی حنفیت کے مدعی بخل سے کام نہ لیتے ہوئے ہماری راہنمائی فرمائیں گے اور جناب دیباچہ نگار صاحب سے ہم حضرتِ مجدد کی عبارتِ ذیل کا مفہوم و مطلب دریافت کرتے ہیں۔ حضرتِ شیخ مجدد علیہ الرحمۃ مکتوب در مسئلہ رفعِ سبابہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

ہرگاہ در روایاتِ معتبرہ حرمت اشارہ واقع باشد و بر کراہت فتوے داده باشند و از اشارت و عقد نہی کنند و آں را ظاہر اصول اصحاب گویند ——————— ما مقلداں را نمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمایم و بفتاوای چندیں علمار مجتہدین مرتکب امرِ محرم و مکروہ و منہی گردیم۔

(دفتر اول مکتوب ۳۱۲)

جنابِ والا! اسی کو کہتے ہیں فقہی جمود کو توڑنا! اور اسی کا نام ہے فقہ کے خلاف جہاد کرنا!

دیباچہ نگار صاحب کی سطورِ ذیل بھی قابلِ غور ہیں جو اپنے اندر بہت بڑے معنے پنہاں رکھتی ہیں، فرماتے ہیں :-

تعجب ہے کہ اہلِ توحید سے ایک طبقہ مداہنت کا شکار ہو رہا ہے وہ عوام کے خوف اور اہلِ بدعت کی بدزبانی سے بچنے کے لئے حیلے تلاش کر رہے ہیں، ملک صاحب کی یہ محنت ان بزرگوں کے لئے عبرت کا مقام ہے ۔'' (ص۱۵)

ظاہر ہے کہ یہاں پہ مولوی صاحب نے علمائے دیوبند کو مداہنت کا شکار بتایا ہے۔

یعنی اگر وہ مداہنت کو چھوڑ دیں تو پھر دہابیہ اور ان میں ہر گز ہر گز کوئی فرق باقی نہیں رہتا ——— اور ہمارے نزدیک علمائے دیوبند کی مداہنت یہ ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں اور محض جلبِ زر کی خاطر پیری مریدی کا ڈول ڈالے ہوئے ہیں اور غالباً مولوی محمد اسماعیل صاحب کا بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

"پیشِ لفظ" دیباچہ اور کتاب پر سرسری تبصرہ ختم ہوا۔ مصنفِ "تعلیماتِ مجددیہ" جناب ملک حسن علی صاحب بی۔اے جامعی شرقپوری سے تفصیلی ملاقات کا شرف بھی کسی وقت حاصل کیا جائے گا ——— ہمیں احساس ہے کہ تبصرہ کرتے وقت ہمارا لہجہ ذرا تیز و تلخ ہو گیا ہے مگر دیباچہ نگار اور ملک صاحب سے توقع ہے کہ وہ ہماری تلخی کو ابن تیمیہ اور اسمٰعیل دہلوی سے مستعار سمجھتے ہوئے اس کو مجددانہ زبان قرار دے کر کبیدہ خاطر نہیں ہوں گے اور جناب ملک حسن علی صاحب کی خدمت میں شعرِ ذیل پیش کر دینا کافی ہے ؎

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

نوٹ

مولوی محمد اسماعیل صاحب نے دیباچہ "تعلیماتِ مجددیہ" میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ اکبر کے دینِ الٰہی نے فاتحہ و نیاز وغیرہ رسوم کو رائج کیا حالانکہ یہ بالکل غلط بیانی اور صریح کذب ہے جبکہ دینِ الٰہی گھڑنے والا ملا مبارک ناگوری غیر مقلد تھا اور اسی غیر مقلد نے اکبر کے منہ سے

یہ کہلوایا تھا کہ " مرنے کے بعد فاتحہ دلوانے کی ضرورت نہیں "۔ (ملاحظہ ہو "تاریخ پاک و ہند" مصنفہ پروفیسر سید عبدالقادر ایم۔اے صفحہ ۲۹) ملا مبارک کی غیر مقلدیت کا ثبوت حضرت امام ربانی قدس سرہ کے حالات کے ذیل میں دیا جا چکا ہے۔

شجرۂ طیبہ

مدنی کے

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

تیری رحمت کا تیری مولیٰ رضا کا ساتھ ہو
رحمۃ للعالمیں خیر الورٰے کا ساتھ ہو

جس نے سب کچھ عشق میں آقا پہ قربان کر دیا
حاصل اس صدیقِ اکبر باسخا کا ساتھ ہو

رہبر ہوں حضرتِ سلمان ہر ہر گام پر
ہر کٹھن منزل پہ قاسم پیشوا کا ساتھ ہو

جعفرِ صادق سے پائیں ہم ادب، صدق و صفا
شیخِ اعظم بایزیدِ باخدا کا ساتھ ہو

بوالحسن کے فیض سے حاصل ہو عزمِ غزنوی
بوعلی کے رہروانِ نقشِ پا کا ساتھ ہو

ہوں ہمارے سب کے بو یوسف امیرِ کارواں
پیروانِ عبدِ خالق باصفا کا ساتھ ہو

حضرتِ عارف کریں ہم کو عطا عرفانِ حق
شیوۂ محمود، کا حمد و ثناء کا ساتھ ہو

مشکلیں حل ہوں طفیلِ حضرتِ خواجہ علی
حضرتِ خواجہ سماسی کی دعا کا ساتھ ہو

ہو بصدقۂ کلال ہم کو عطا رزقِ حلال
اطمینانِ نفس، انعامِ خدا کا ساتھ ہو

نقش کر دیں عظمتِ دیں دل پہ خواجہ نقشبند
عجز و آداب و خلوصِ بے ریا کا ساتھ ہو

سینے بے کینے ہوں فیضانِ علاؤالدین سے

مسلکِ یعقوب کی اِک اِک ادا کا ساتھ ہو

ہوں عبید اللہ کے پیدا ہم میں بھی اوصافِ عبد
زہد میں زاہد ولی کے ارتقا کا ساتھ ہو

خوئے درویشی ہو ہم میں حضرتِ درویش کی
خواجہ امکنگی کے فقرِ حق نما کا ساتھ ہو

بخش ہم کو بھی الٰہی باقی باللہ کا دوام
شیخِ احمد کی فنا کا اور بقا کا ساتھ ہو

بخشوائیں تجھ سے ہم کو حضرتِ معصوم یوں
عبدالاحد کی دعا کا اور عطا کا ساتھ ہو

ہو مدینہ کی زیارت بھی بہ الطافِ سعید
یہ سعادت ہو ہمیں، بختِ رسا کا ساتھ ہو

چشم و دل ہوں پاک اپنے تیرے ذکرِ پاک سے
فکر سے فکرِ حنیفِ پارسا کا ساتھ ہو

حضرتِ شیخِ محمّد کی فراست دے ہمیں
حضرتِ خواجہ زکی کی بھی زکا کا ساتھ ہو

شرِ شیطان و نفس سے بھی رہیں محفوظ ہم
سیرتِ خواجہ زماں علم و حیا کا ساتھ ہو

جسم و روح کو بخش صحت حاجی احمد کے طفیل
زندگی بھر تندرستی اور شفا کا ساتھ ہو

بخشیں دربارِ رسالت کی حضوری شاہ حسین
تیری رحمت کی معیّت اور لقا کا ساتھ ہو

ہوں امام علی ہمارے دین و دنیا کے امام
ان کے تقویٰ کا، قناعت کا، غنا کا ساتھ ہو

میر صادق کی صداقت اور ایمان و یقین
صبر و استقلال و تسلیم و رضا کا ساتھ ہو

ہم سے نہ چھوٹے کبھی یارب صراطِ مستقیم

یوں امیر الدّین پیر و رہنما کا ساتھ ہو
حشر کو حاضر ہوں یا رب یوں ترے دربار میں
ہم ہوں اور شیرِ محمدؐ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

آفتابِ دین سے دل کی مٹیں تاریکیاں
نسبتِ نورِ نبی کی بھی ضیا کا ساتھ ہو

چشمۂ نورِ ہدایت سے ہدایت پائیں ہم
سیدی نور الحسن نورِ ہدیٰ کا ساتھ ہو

ماہتابِ نور کی ہم پر رہیں ضو ریزیاں!
زندگی کی رات میں اس کی ضیاء کا ساتھ ہو

ساتھ آقا کے رہے محشر میں بھی واصفؔ غریب
دونوں عالم میں یونہی شاہ و گدا کا ساتھ ہو

خادمِ دربارِ عالیہ مقدسہ غلام حسین واصفؔ جعفری کنجاہ ضلع گجرات

قطعہ تاریخِ طباعت "مسلکِ امامِ ربّانی" بارِ دوم

از افکار

حضرت مولانا السیّد شریف احمد شرافت نوشاہی سجادہ نشین ساہن پال شریف (گجرات)

شکر للہ از کمالِ لطف و انعامِ خدا
شد مکمل نسخۂ ایں مسلکِ راہِ ہُدا

از کلامِ شیخ احمد شاہبازِ ملکِ دیں
آں مجددِ الفِ ثانی والیِ ملکِ بقا

شہسوارِ ملکِ وحدت غرق در بحرِ شہود
شمعِ بزمِ معرفت سلطانِ اہلِ اجتبا

سعی کردہ در طباعت فاضلِ عالی وقار
آں سعید احمد محمد نقشبندی با صفا

مسلکِ حضرت مجدد طالباں را پیش کرد
تا کہ از تعلیمِ او آگہ شوند اہلِ صفا

جست تاریخش شرافت شد ندا ایں مصرعہ
بارِ دیگر طبع شد ایں مسلکِ نورِ عُلےٰ

۱۳۹۰ھ

دیگر تاریخ عیسوی

عیسوی سالش چو جستم از خرد گوہر بسفت
بارِ ثانی طبع شد ایں نسخۂ پاکیزہ گفت

۱۹۷۰ء